اسلامی عملی احکام کا مدلّل مجموعہ



فقہ اسلامی

عائلی مسائل

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب (ایم بی بی ایس)

مفتی جامعہ مدنیہ لاہور

رئیس دارالافتاء والتحقیق جامع مسجد الہلال
چوبرجی پارک لاہور

مجلس نشریاتِ اسلام 1۔کے۔3 ناظم آباد مینشن۔ ناظم آباد 1 کراچی
پوسٹ کوڈ نمبر 74600

اسلامی عملی احکام کا مُدلّل مجموعہ

فقہ اسلامی

عائلی مسائل

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب (ایم بی بی ایس)

مُفتی جامعہ مدنیہ لاہور

رئیس دارالافتاء والتحقیق جامع مسجد الہلال
چوبرجی پارک لاہور

مجلسِ نشریاتِ اِسلام 1۔کے۔3 ناظم آباد مینشن۔ناظم آباد 1 کراچی پوسٹ کوڈ نمبر 74600

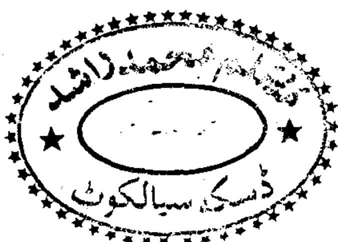
یہ کتاب
محترم جناب ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب (ایم بی بی ایس)
مفتی جامعہ مدنیہ لاہور کی
اجازت سے شائع کی جارہی ہے

نام کتاب ــــــ	فقہ اسلامی
تصنیف ــــــ	ڈاکٹر مفتی عبدالواحد (ایم بی بی ایس)
طباعت ــــــ	احمد برادرز، پرنٹنگ پریس، کراچی۔
اشاعت ــــــ	۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۰۰۹ء
ضخامت ــــــ	۱۹۲ صفحات

ناشر فضل ربی ندوی

اسٹاکسٹ مکتبہ ندوہ
قاسم سینٹر اُردو بازار کراچی۔ فون نمبر: ۲۶۳۸۹۱۷

مجلس نشریات اسلام
۱۔کے۔۳، ناظم آباد مینشن، ناظم آباد نمبر۱، کراچی۔۷۴۶۰۰
فون نمبر: ۶۶۰۰۸۹۶-۶۶۰۱۸۱۷



عرض مؤلف

بسم اللہ حامدا و مصلیا

جب دو حصوں پر مشتمل مسائل بہشتی زیور کے نام سے ہماری کتاب شائع ہوئی تو بعض حلقوں کی طرف سے یہ آواز آئی کہ حوالجات بھی ساتھ ذکر ہوتے تو اچھا ہوتا۔ یہ بات ہماری گرہ میں پڑ گئی۔ وہ کتاب چونکہ عام لوگوں کے لئے لکھی تھی جن کو حوالجات سے نہ دلچسپی ہوتی ہے اور نہ ہی ان کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اس کتاب کو تو ویسے ہی رکھا۔ البتہ اسی کتاب کی بنیاد پر ایک اور کتاب فقہ اسلامی کے نام سے ترتیب دینی شروع کی۔ یہ علماء اور مدارس کے طلبہ کے لئے ان شاء اللہ مفید ہوگی۔ اس میں بہت سے اضافے بھی ہیں اور بہت سے مباحث بھی ہیں اور دیئے گئے مسائل کے حوالے بھی ہیں۔

نوٹ: مسائل بہشتی زیور کے جن مسائل سے فقہ اسلامی میں فرق نظر آئے تو فقہ اسلامی میں دیئے گئے مسئلہ کو ترجیح دی جائے اور سابقہ مسئلہ سے رجوع سمجھا جائے۔

چونکہ یہ کام بہت پھیلاؤ والا تھا اس لئے اس کام کو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ پہلے حصہ کے طور پر نکاح وطلاق کے مسائل و مباحث کو منتخب کیا ہے۔ اگلا حصہ ان شاء اللہ بیع وشراء و دیگر معاملات پر ہوگا۔

ہم کمپوزر جناب شاہد خاں صاحب اور ناشر جناب فضل ربی ندوی صاحب سمیت اپنے ان تمام ساتھیوں کے مشکور ہیں جنہوں نے اس کتاب کی تالیف اور پروف ریڈنگ میں کسی طرح سے بھی مدد کی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کوشش کو قبول فرما کر اس کا ثواب ہمارے والدین، اساتذہ اور مشائخ کو بخشیں۔

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ذوقعدہ 1429ھ

عبدالواحد

☆ دارالافتاء جامعہ مدنیہ راوی روڈ، لاہور

☆ دارالافتاء والتحقیق چوبرجی پارک، لاہور

فہرست مضامین

باب: 1

نکاح کا بیان

نکاح اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔ دین اور دنیا دونوں کے کام اس سے درست ہو جاتے ہوں۔ آدمی گناہ سے بچتا ہے۔ دل ٹھکانے ہو جاتا ہے۔ نیت خراب اور ڈانواں ڈول نہیں ہونے پاتی اور بڑی بات یہ ہے کہ فائدے کا فائدہ اور ثواب کا ثواب کیونکہ میاں بیوی کا اللہ کا حکم سمجھ کر پاس بیٹھ کر محبت پیار کی باتیں کرنا ہنسی دل لگی میں دل بہلانا نفلی نمازوں سے بھی بہتر ہے۔

نکاح کرنے کا حکم

1-فرض: جب نکاح کی طلب اتنی شدید ہو کہ یقین ہو جائے کہ اگر نکاح نہ کیا تو زنا میں ضرور مبتلا ہو جائے گا۔(1)

2-واجب: جب طلب اتنی بڑھ جائے کہ یا تو زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو یا حرام نظر سے اپنے آپ کو نہ بچا سکے گا یا مشت زنی اور جلق سے اپنے آپ کو نہ روک سکے گا۔(2)

3-سنت موکدہ: جب حالت اعتدال ہو اور جماع اور مہر اور نفقہ پر قدرت ہو۔(3)

4- مکروہ تحریمی: جب یہ خوف ہو کہ وہ بیوی پر زیادتی اور اس کی حق تلفی سے نہ بچ سکے گا۔(4)

5-حرام: جب یقین ہو کہ وہ بیوی پر ضرور ظلم و زیادتی کرے گا۔(5)

تنبیہ: کسی جوان میں خواہش کی شدت ہو لیکن اس کے پاس مہر نفقہ کا بندوست نہ ہو تو اس کو چاہئے

1- ان تیقن الزنا الا به فرض. (در مختار ص 282 ج 2)

2- یکون واجبا عند التوقان (درمختار) والمراد شدة الاشتیاق کما فی الزیلعی ای بحیث یخاف الوقوع فی الزنا لولم یتزوج...... وکذا فیما یظهر لو کان لا یمکنه منع نفسه عن النظر المحرم او عن الاستمناء بالکف فیجب التزوج و ان لم یخف الوقوع فی الزنا. (رد المحتار ص 282 ج 2)

3- ویکون سنة مؤکدة حال الاعتدال ای القدرة علی وطء و مهر و نفقة (درمختار) مع عدم الخوف من الزنا والجور و ترک الفرائض والسنن. (ردالمحتار ص 283 ج 2)

4- و یکون مکروها (ای تحریما) عند الجور (درمختار ص 283 ج 2)

5- فان تیقنه حرم. (درمختار ص 283 ج 2)

کہ بندوبست ہونے تک کثرت سے روزے رکھے۔ اس سے خواہش کا زور ٹوٹے گا۔(6)

عقد نکاح

نکاح فقط دو لفظ سے بندھ جاتا ہے۔ ان میں سے پہلے کو ایجاب کہتے ہیں اور دوسرے کو قبول کہتے ہیں۔ مثلاً کسی نے زید سے گواہوں کے سامنے کہا میں نے اپنی لڑکی زینب کا نکاح تمہارے ساتھ کیا تو یہ ایجاب ہوا۔ زید نے اس مجلس میں کہا میں نے قبول کیا تو یہ قبول ہوا۔ بس ان دو لفظوں سے نکاح بندھ گیا اور دونوں میاں بیوی ہو گئے۔(7)

مسئلہ: ایجاب اور قبول کے الفاظ یا تو دونوں ماضی کے ہوں جیسا کہ مثال میں ذکر ہے یا ان میں سے ایک امر ہو یا حال ہو اور دوسرا ماضی کا ہو۔ ایک امر ہو اور دوسرا ماضی اس کی مثال یہ ہے کہ کسی نے کہا اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر دو۔ اس نے کہا میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا تو نکاح ہو گیا چاہے پھر وہ یوں کہے کہ میں نے قبول کیا یا نہ کہے بہرحال نکاح ہو گیا۔ ایک حال ہو اور دوسرا ماضی ہو اس کی مثال یہ ہے کسی نے کہا میں اپنی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کرتا ہوں دوسرے نے کہا میں نے قبول کیا۔(8)

مسئلہ: کسی نے گواہوں کے سامنے کہا میں نے اپنی لڑکی زینب کا نکاح تمہارے ساتھ پانچ ہزار مہر کے عوض کیا۔ اس نے پانچ ہزار روپے اسی وقت دے دیئے لیکن زبان سے یہ نہیں کہا کہ میں نے قبول کیا تو اس سے نکاح نہیں ہوا۔(9)

مسئلہ: مرد نے عورت کو پیغام نکاح کی تحریر بھیجی جس میں ہو کہ میں نے تم سے نکاح کیا یا میں تم سے نکاح کرتا ہوں۔ تحریر ملنے پر عورت نے کچھ لوگوں کو گواہ بنا کر ان کے سامنے تحریر پڑھی اور کہا میں نے اس مرد کے ساتھ اپنا نکاح کیا یا عورت نے گواہوں سے کہا کہ فلاں نے مجھے پیغام نکاح کی تحریر بھیجی ہے تم گواہ رہو کہ میں نے اس کے ساتھ اپنا نکاح کر لیا۔ اس سے نکاح ہو گیا۔(10)

مسئلہ: مرد نے عورت کو لکھ کر بھیجا کہ میں نے تمہارے ساتھ نکاح کیا۔ عورت نے جواب میں تحریر لکھ کر

6- قال رسول الله ﷺ ..... ومن لم يستطع فعليه بالصوم فانه له وجاء. (بخاری)

7- وينعقد بايجاب من احدهما و قبول من الآخر (درمختار ص 285 ج 2)

8- وضعا للمضى لان الماضى ادل على التحقيق كزوجت نفسى او بنتى او مؤكلتى منك و يقول الآخر تزوجت (او قبلت لنفسى..... او ابنى) وينعقد ايضا بما اى بلفظين وضع احدهما له اى للمضى و الآخر للاستقبال او للحال فالاول الامر كزوجنى او زوجينى نفسك ..... فانه ليس بايجاب بل هو توكيل ضمنى فاذا قال فى المجلس زوجت او قبلت او بالسمع و الطاعة قام مقام الطرفين. (در مختار ص 285,286 ج 2)

9- امرأة زوجت نفسها بالف من رجل عند الشهود فلم يقل الزوج شيئا لكن اعطا ها المهر فى المجلس انه يكون قبولا و انكره صاحب المحيط و قال الامام ما لم يقل بلسانه قبلت. (رد المحتار ص 287 ج 2)

10- ينعقد النكاح بالكتاب..... صورته ان يكتب اليها يخطبها فاذا بلغها الكتاب احضرت الشهود و قرأته عليهم وقالت زوجت نفسى منه اوتقول ان فلانا كتب الى يخطبنى فاشهدوا انى زوجت نفسى منه (رد المحتار ص 288 ج 2)

بھیجی کہ میں نے قبول کیا تو اس سے نکاح نہیں ہوا۔ یہی حکم اس وقت ہے جب مرد وعورت دونوں ایک مجلس میں موجود ہوں اور وہ اس طرح محض لکھ کر ایجاب وقبول کریں کیونکہ دونوں طرف سے محض کتابت کافی نہیں۔ اسی طرح مرد کی تحریر کے جواب میں عورت اگر زبان سے ہی کہدے کہ میں نے قبول کیا تب بھی نکاح نہیں ہوگا۔تحریری نکاح ہونے کا طریقہ وہ ہے جو اوپر والے مسئلے میں بیان ہوا۔(11)

مسئلہ: نکاح اور شادی کے علاوہ ایسے الفاظ سے ایجاب کیا جائے جن میں کسی شے کو فی الحال دوسرے کی ملکیت میں دینے کا معنی پایا جاتا ہے مثلا ہبہ، ہدیہ، عطیہ، صدقہ، قرض اور خرید وفروخت وغیرہ۔ تو اگر قرینہ موجود ہو مثلا مہر کا ذکر ہو اور یوں کہا ہو میں نے تمہیں اپنی لڑکی ایک ہزار روپے مہر کے عوض ہبہ کی یا فروخت کی۔ یا گواہوں کو اپنی مراد سمجھا دی کہ ہبہ سے میری مراد نکاح ہے تو نکاح ہو جائے گا۔ رہے وہ الفاظ جن میں فی الحال تملیک کا معنی نہیں ہوتا جیسے اجارہ پر دینا یا رہن رکھانا تو ایسے الفاظ سے نکاح نہیں ہوتا۔(12)

مسئلہ: گونگے کا اگر ایجاب یا قبول کے لئے کوئی خاص اشارہ ہو تو وہ اشارہ کرنا کافی ہے اور اس سے نکاح ہو جاتا ہے۔(13)

مسئلہ: اگر مرد بھی بالغ ہے اور عورت بھی بالغ ہے اور مرد عورت کا کفو ہے تو وہ دونوں اپنا نکاح خود کر سکتے ہیں۔ دو گواہوں کے سامنے ایک کہہ دے کہ میں نے اپنا نکاح تیرے ساتھ کیا دوسرا کہے میں نے قبول کیا بس نکاح ہو گیا۔(14)

تنبیہ: مخلوط تعلیمی اداروں میں پڑھنے کی وجہ سے یا مخلوط اداروں میں کام کرنے کی وجہ سے لڑکے لڑکی میں تعلق ہو جاتا ہے اور کچھ یہ سوچ کر کہ زنا کرنے سے بہتر ہے کہ نکاح کرلیں نکاح کر لیتے ہیں لیکن بعض اوقات نکاح کو نبھانے کا ارادہ نہیں ہوتا اور کسی نہ کسی بہانے سے مثلاً یہ کہ لڑکے کا خاندان اس لڑکی کو قبول نہیں کرے گا لڑکی کو طلاق دینے کا ارادہ رکھتا ہے اور پھر طلاق دے بھی دیتا ہے۔

11- فلو كتب تزوجتک فكتبت قبلت لم ينعقد والاظهر ان يقول فقالت قبلت الخ اذ الكتابة من الطرفين بلا قول لا تكفي ولو في الغيبة (رد المحتار ص 288 ج 5)

12- وانما يصح بلفظ تزويج و نكاح لانهما صريح و ما عداهما كناية هو كل لفظ وضع لتمليک عين كاملة ...... كهبة و تمليک و صدقة و عطية و قرض...... و كل ما تملک به الرقاب. (كالجعل والبيع و الشراء) بشرط نية او قرينة و فهم الشهود المقصود لا يصح بلفظ اجارة...... و اعارة و وصية و رهن و وديعة و نحوها مما لا يفيد الملک. (در مختار ص 292-291 ج 2)

13- كما ينعقد بالعبارة ينعقد بالاشارة من الاخرس ان كانت اشارته معلومة. (عالمگیری ص 270 ج 1)

14- نفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي والاصل ان كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه و مالا فلا...... و يفتى في غير الكفو بعدم جوازه اصلا...... اذا كان لها ولي...... واما اذا لم يكن لها ولي فهو صحيح نافذ مطلقا. (در مختار و ردالمحتار ص 322 ج 2)

یہ طریقہ بظاہر معصوم نظر آتا ہے لیکن اس کی جو بنیاد ہے وہ عارضی مدت کے لیے نکاح ہے۔ اس بنیاد کے اعتبار سے یہ متعہ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اور مکروہ ہے۔ پھر اس میں اس وجہ سے بھی کراہت ہوتی ہے کہ یہ نکاح چھپ چھپا کر کیا جاتا ہے اور صرف دو گواہوں کی شرط پوری کی جاتی ہے۔

نکاح کے لیے گواہوں کی شرط

نکاح ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ کم از کم دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے کیا جائے جو سب مسلمان ہوں اور بالغ ہوں اور وہ لوگ اپنے کانوں سے نکاح ہوتے اور ایجاب وقبول کے دونوں لفظ کہتے سنیں تب نکاح ہوگا۔ اگر تنہائی میں گواہوں کے بغیر ایک نے کہا میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کیا دوسرے نے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر فقط ایک آدمی کے سامنے نکاح کیا تب بھی نہیں ہوا۔(15)

اگر مرد کوئی نہ ہو صرف عورتیں ہی عورتیں ہوں تب بھی نکاح درست نہیں ہے چاہے دس بارہ کیوں نہ ہوں۔ دو عورتوں کے ساتھ ایک مرد ضرور ہونا چاہئے۔

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ بڑے مجمع میں نکاح کیا جائے جیسے نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد میں یا اور کہیں تا کہ نکاح کی خوب شہرت ہو جائے اور چھپ چھپا کے نکاح نہ کرے۔ لیکن اگر کوئی ایسی مجبوری ہوگئی کہ بہت سے آدمی جمع نہ ہوسکیں مثلاً کرفیو لگ گیا یا سخت طوفان آ گیا تو خیر کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ضرور موجود ہوں جو اپنے کانوں سے نکاح ہوتے سنیں۔

ٹیلی فون پر نکاح

عام سادے ٹیلی فون پر جس میں ایک وقت میں صرف ایک آدمی آواز سن سکتا ہے نکاح صحیح نہیں کیونکہ نکاح کیلئے دو گواہوں کی موجودگی ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ گواہ عقد کرنے والوں کے الفاظ کو بیک وقت سنیں۔ چونکہ گواہی کی یہ شرط ایسے ٹیلی فون پر پوری نہیں ہوتی اس لئے نکاح صحیح نہیں لیکن اگر ٹیلی فون لاؤڈ سپیکر والا ہو اور دونوں گواہ بیک وقت ایجاب وقبول کو سن رہے ہوں تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔

بہتر طریقہ یہ ہے کہ بیرون ملک میں موجود شخص یہاں کسی کو اپنا وکیل بنا دے خواہ خط کے ذریعے سے یا ٹیلی فون کے ذریعے سے (کیونکہ وکالت کیلئے گواہی شرط نہیں ہے) اور وکیل نکاح کے وقت یوں کہے کہ میں نے فلاں کی طرف سے قبول کیا۔

15- و شرط حضور شاهدين حرين و حرتين مكلفين سامعين قولهما معا على الاصح فاهمين مسلمين لنكاح مسلمة ولو فاسقين انه نكاح. (درمختار ص 295 ج 2)

لاؤڈ سپیکر والے ٹیلی فون پر نکاح کے جواز میں دو باتیں غور طلب ہیں

1- نکاح کے لئے چونکہ اتحاد مجلس شرط ہے تو دیکھنا ہے کہ مجلس سے کونسی مراد ہے۔ کیا عاقدین کی مجلس و مکان ایک ہو یا ان کے ایجاب وقبول کی مجلس یعنی زمانہ ایک ہو۔

2- بعض اوقات آوازیں آپس میں مشابہ ہوتی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ٹیلی فون پر زید کے بجائے بکر نے قبول کے الفاظ زید کی مشابہ آواز میں کہے ہوں۔ بلکہ آجکل تو یہ بھی ممکن ہے کہ آواز پہلے ہی سے ٹیپ شدہ ہو اور زید نے اپنی اصل آواز نکالنے کے بجائے ٹیلی فون پر ٹیپ چلا دی ہو۔ لہٰذا دیکھنا ہوگا کہ کیا انعقاد نکاح میں ان کی شبہات کا تحمل ہوسکتا ہے۔

مجلس سے کیا مراد ہے

ذکر شیخ الاسلام خواهر زاده فی مبسوطه الکتاب والخطاب سواء الا فی فصل واحد وهو انه لو کان حاضرا فخاطبها بالنکاح فلم تجب فی مجلس الخطاب ثم اجابت فی مجلس آخر فان النکاح لایصح و فی الکتاب اذا بلغها و قرأت الکتاب ولم تزوج نفسها منه فی المجلس الذی قرأت الکتاب فیه ثم زوجت نفسها فی مجلس آخر بین یدی الشهود وقد سمعوا کلامها و ما فی الکتاب یصح النکاح لان الغائب انما صار خاطبا لها بالکتاب والکتاب باق فی المجلس الثانی..... فاما اذا کان حاضرا فانما صار خاطبا لها بالکلام و ما وجد من الکلام لا یبقی الی المجلس الثانی. (ردالمحتار ص 11 ج 4)

شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی مبسوط میں ذکر کیا کہ تحریر اور خطاب یکساں ہوتے ہیں سوائے ایک مسئلہ میں جو یہ ہے کہ مرد اگر حاضر ہو اور وہ عورت سے نکاح کا خطاب کرے اور عورت اسی مجلس خطاب میں قبول نہ کرے بلکہ کسی اور مجلس میں قبول کرے تو نکاح صحیح نہ ہوگا اور تحریر جب عورت کو پہنچے اور وہ اس کو پڑھ لے اور اسی مجلس میں مرد سے اپنا نکاح نہ کرے بلکہ بعد میں کسی اور مجلس میں گواہوں کے سامنے اپنا نکاح کرے جب کہ گواہ عورت کا کلام بھی سنیں اور تحریر کو بھی سنیں تو نکاح صحیح ہوگا کیونکہ غائب مرد عورت سے تحریر کے ذریعہ خطاب کرتا ہے اور تحریر دوسری مجلس تک موجود ہے۔ اور اگر مرد خود حاضر ہو تو وہ اپنے کلام سے خطاب کرتا ہے جو دوسری مجلس تک باقی نہیں رہتا۔

اذا اوجب احدهما فقام الآخر او اشتغل بعمل آخر بطل الایجاب لان شرط الا رتباط اتحاد الزمان فجعل المجلس جامعا تیسیرا. (رد المحتار ص 289 ج 2)

جب ان میں سے ایک ایجاب کرے اور دوسرا جواب دینے سے پہلے کھڑا ہو جائے یا کسی اور کام میں مشغول ہو جائے تو ایجاب باطل ہو جاتا ہے کیونکہ ایجاب وقبول کے درمیان ربط اور جوڑ ہونے کی شرط یہ ہے

کہ دونوں ایک ہی وقت میں ہوں (جو کہ دشوار ہے) لہٰذا آسانی کے لئے مجلس کو جامع بنا دیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا دو حوالوں سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

1- عاقدین کا ایک ہی مکان میں ہونا شرط نہیں ہے، اور مجلس سے مراد مجلس خطاب ہے خواہ وہ خطاب بالمشافہ ہو یا تحریری ہو یا قاصد کے ذریعہ ہو۔

2- اصل چیز ایجاب وقبول کا ربط و جوڑ ہے جس کے لئے اصل شرط یہ ہے کہ دونوں بیک وقت پائے جائیں لیکن اس میں آسانی کی خاطر مجلس کے قائم رہنے تک توسیع کی گئی ہے۔

بدائع میں دونوں عاقدین کے ایک جگہ موجود ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں لکھا ہے:

i- جب دونوں ایک جگہ موجود ہوں۔

فھو اتحاد المجلس اذا کان العاقدان حاضرین و ھو ان یکون الایجاب و القبول فی مجلس واحد حتی لو اختلف المجلس لا ینعقد النکاح بان کانا حاضرین فاوجب احدھما فقام الآخر عن المجلس قبل القبول او اشتغل بعمل یوجب اختلاف المجلس لا ینعقد لان انعقادہ عبارۃ عن ارتباط احد الشطرین بالآخر.

ii- جب دونوں علیحدہ علیحدہ جگہ میں ہوں۔

فاما اذا کان احدھما غائبا لم ینعقد حتی لوقالت امرأۃ بحضرۃ شاھدین زوجت نفسی من فلان و ھو غائب فبلغه الخبر فقال قبلت اوقال رجل بحضرۃ شاھدین تزوجت فلانة و ھی غائبة فبلغھا الخبر فقالت زوجت نفسی منه لم یجز و ان کان القبول بحضرۃ ذینک الشاھدین.

یہ شق اس وقت میں ہے جب دوسرے کو ایجاب کی خبر پہنچے اور پھر وہ قبول کرے۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ ایجاب وقبول میں اختلاف زمان کی وجہ سے ربط قائم نہ ہوا۔ لہٰذا ایک تیسری شق کی اور گنجائش نکل آئی جو یہ ہے:

iii- جب دونوں علیحدہ علیحدہ جگہ پر ہوں لیکن ایجاب وقبول میں ربط قائم ہو جائے کہ ایک ایجاب کرے تو کسی آلہ کی مدد سے اس کی آواز دوسرے تک پہنچے اور دوسرا اسی وقت یا اپنی مجلس تبدیل کئے بغیر ایسے ہی کسی آلے کی مدد سے قبول کرنے کی آواز پہلے تک اور گواہوں تک پہنچا دے۔

حنفیہ کے نزدیک انعقاد نکاح کے لئے اعمیین (دو نابیناؤں) کا ہونا بھی کافی ہے۔ **فیصح بشھادۃ الفاسقین والا عمیین والمحدودین** (قاضی خان علی ھامش عالمگیری ص 331 ج 1)

I- ان کی موجودگی میں انعقاد نکاح کی صحت تین ضابطوں پر مبنی ہے۔ جن کو علامہ کاسانی رحمہ اللہ یوں ذکر فرماتے ہیں۔

i- من مشائخنا من اصل فی هذا (ای فی انعقاد النکاح) اصلا فقال کل من صلح ان یکون ولیا فی النکاح بولایة نفسه یصلح شاهدا فیه والا فلا.

ii- ومنهم من قال کل من یملک قبول عقد بنفسه ینعقد ذلک العقد بحضوره و من لا فلا.

iii- وعن ابی یوسف رحمه الله انه اصل فیه اصلا و قال کل من جاز الحکم بشهادته فی قول بعض الفقهاء ینعقد النکاح بحضوره ومن لا یجوز الحکم بشهادته عند احد لا یجوز بحضوره (بدائع ص 253 ج 2)

پھر اعمیٰ کے بارے میں علامہ کاسانی یہ تحریر فرماتے ہیں۔

وکذا بصر الشاهدین لیس بشرط فینعقد النکاح بحضور الاعمی لماذکرنا. (سابقا ان عمومات النکاح مطلقة عن الشرط) ولان العمی لا یقدح الا فی الاداء لتعذر التمییز بین المشهود علیه و بین المشهود له. الا تری انه لا یقدح فی ولایة الانکاح ولا فی قبول النکاح بنفسه ولا فی جواز القضاء بشهادته فی الجملة فکان من اهل ان ینعقد النکاح بحضوره. (بدائع ص 255 ج 2)

گواہوں کا دیکھنا شرط نہیں ہے لہٰذا نابینا کی موجودگی میں بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اندھا پن صرف گواہی کی ادائیگی میں مانع ہے کیونکہ نابینا کے لئے مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان تمیز کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ دیکھتے نہیں کہ اندھا پن نہ تو اندھے کے لیے کسی دوسرے کا نکاح کرنے میں مانع ہے اور نہ خود اندھے کے نکاح کو قبول کرنے میں مانع ہے اور نہ ہی اس کی گواہی پر حکم لگانے سے مانع ہے۔ لہٰذا نابینا اس کا اہل ہے کہ اس کی موجودگی میں کیا ہوا نکاح منعقد ہو جائے۔

نابینا گواہوں کی موجودگی میں نکاح منعقد ہو جاتا ہے حالانکہ شبہ موجود ہے کہ زید کی جگہ بکر نے قبول کرتے ہوئے زید کی سی آواز نکالی ہو۔ اس شبہ کا حنفیہ خود ذکر کرتے ہیں:

ان الاداء یفتقر الی التمییز بالاشارة بین المشهود له والمشهود علیه ولا یمیز الاعمی الا بالنغمة و فیه شبهة. (هدایه کتاب الشهادات)

گواہی کی ادائیگی میں ضرورت ہوتی ہے کہ گواہ مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان اشارہ سے تمیز کر سکے۔ اور نابینا صرف آواز سے تمیز کر سکتا ہے لیکن اس میں شبہ ہوتا ہے۔

لیکن اس کے باوجود جب حنفیہ انعقاد نکاح میں اس شبہ کا تحمل کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ ٹیلی فون میں بھی اس شبہ کا تحمل کیا جائے گا بلکہ ٹیپ شدہ آواز کے ہونے کے شبہ کا بھی تحمل کیا جائے گا کیونکہ شبہ کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں۔

عورت کی پہچان ضروری ہے (16)

اگر خود عورت مجلس نکاح میں ہو اور اس کا ولی اس کی طرف اشارہ کر کے یوں کہہ دے کہ میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کیا اور مرد کہے میں نے قبول کیا تب بھی نکاح ہو گیا نام لینے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر عورت خود موجود نہ ہو تو اس کا ولی اس کا نام بھی لے اور اس کے باپ کا بھی اتنی آواز سے کہ گواہ سن لیں۔ اور اگر باپ کو بھی لوگ نہ جانتے ہوں اور فقط باپ کا نام لینے سے معلوم نہ ہو کہ کس کا نکاح کیا جاتا ہے تو دادا کا نام بھی لینا ضروری ہے۔ غرض یہ کہ ایسی بات ذکر ہونی چاہئے کہ سننے والے سمجھ لیں کہ فلاں عورت کا نکاح ہو رہا ہے۔

نکاح کرنے میں کسی کو وکیل بنانا

مسئلہ: اگر کسی نے اپنا نکاح خود نہیں کیا بلکہ کسی سے کہہ دیا کہ تم میرا نکاح کسی سے کر دو یا یوں کہا کہ میرا نکاح فلاں سے کر دو یا خود سے کر لو اور اس نے گواہوں کے سامنے کر دیا تب بھی نکاح ہو گیا۔ اب اگر حکم دینے والا انکار کرے تب بھی کچھ نہیں ہو سکتا۔ (17)

مسئلہ: اگر مرد دور ہونے کی وجہ سے مجلس نکاح میں خود حاضر نہیں ہو سکتا تو وہ کسی کو اپنا وکیل مقرر کر سکتا ہے جو قبول کے وقت اس طرح کہے میں نے اپنے موکل کی طرف سے قبول کیا یا میں نے اپنے موکل کیلئے قبول کیا۔ (18)

نکاح کے دونوں جانبوں کا ایک شخص ذمہ دار بن جائے (19)

1- دونوں کا ولی ہو مثلاً ایک شخص اپنے ایک بیٹے کے بیٹے کا نکاح اپنے دوسرے بیٹے کی بیٹی کے ساتھ دو گواہوں کی موجودگی میں یوں کہہ کر کر سکتا ہے کہ میں نے اپنے فلاں پوتے کا نکاح اپنی فلاں پوتی سے کیا۔

2- دونوں کا وکیل ہو مثلاً ایک مرد اور ایک عورت دونوں نے زید کو ان کے نکاح کرنے کا وکیل بنا دیا اور زید نے گواہوں کی موجودگی میں یوں کہا کے میں نے اپنی فلاں موکلہ کا نکاح اپنے فلاں موکل سے کیا تو نکاح ہو گیا۔

3- ایک جانب سے خود اصل ہو اور دوسرے کا وکیل ہو مثلاً زید ایک عورت خدیجہ سے نکاح کرنا چاہتا

16- لان الغائبة يشترط ذكر اسمها و اسم ابيها و جدها و تقدم انه اذا عرفها الشهود يكفي ذكر اسمها فقط. (ردالمحتار ص 298 ج 2)

17- و ان اذنت المرأة للرجل ان يزوجها من نفسه فعقد بحضرة شاهدين جاز (هدايه)

18- ويجب ان يحتاط فيه فيقول قبلت لابني...... لو قال ابو الصغيرة زوجت بنتي من ابنك فقال ابو الابن قبلت ولم يقل لابني يجوز النكاح للابن لاضافة المزوج النكاح الى الابن بليقين و قول القابل قبلت جواب له والجواب يتقيد بالاول فصار كما لوقال قبلت لابني. (رد المحتار ص 299 ج 2)

19- ويتولى طرفي النكاح واحد بايجاب يقوم مقام القبول في خمس صور كان وليا او وكيلا من الجانبين او اصيلا من جانب و وكيلا او وليا من آخر او وليا من جانب و وكيلا من آخر. (درمختار ص 353,354 ج 2)

ہے۔خدیجہ نے اپنا نکاح کرانے کیلئے زید کو وکیل بنا دیا۔زید اگر گواہوں کی موجودگی میں یوں کہے کہ میں نے اپنی موکلہ کے ساتھ نکاح کیا تو نکاح ہو گیا۔

4-ایک جانب سے خود اصل ہو اور دوسرے کا ولی ہو مثلاً زید اپنی نابالغ چچا زاد بہن کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے اور زید اس کا قریب ترین ولی بھی ہو تو اس کے گواہوں کے سامنے یہ کہنے سے کہ میں نے اپنی چچا زاد بہن کے ساتھ نکاح کیا تو نکاح ہو گیا۔

5-ایک جانب کا ولی ہو اور دوسری جانب کا وکیل ہو مثلاً زید کی اپنی بیٹی ہو اور جس سے وہ اپنی بیٹی کا نکاح کرنا چاہتا ہے اس نے زید کو نکاح کا وکیل بنا دیا تو گواہوں کی موجودگی میں زید کے یوں کہنے سے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے فلاں موکل سے کیا نکاح ہو جاتا ہے۔

باب:2

کفو یعنی میل اور جوڑ ہونے کا بیان

شرع میں اس بات کا بڑا خیال کیا گیا ہے کہ غیر کفو اور بے جوڑ نکاح نہ کیا جائے یعنی لڑکی کا نکاح کسی ایسے مرد سے نہ کیا جائے جو اس کے برابر درجہ کا اور اس کے جوڑ کا نہ ہو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی بھی معاشرہ میں ایک قدرتی اور غیر اختیاری تقسیم قائم ہے۔ کوئی اچھے اخلاق کا ہے تو کوئی برے اخلاق کا حامل ہے۔ کوئی تہذیب اور شرافت و مروت کو کمال سمجھتا ہے تو کوئی اس کو خاطر میں نہیں لاتا۔ کوئی دینداری کو خوبی سمجھتا ہے تو کوئی اس کا کچھ خیال نہیں کرتا۔ کسی کا رہن سہن اور عادات و اطوار ایک طرح کے ہیں تو کسی نے دوسرے اختیار کئے ہوئے ہیں۔ کوئی بعض پیشوں کو کمتر خیال کر کے ان کو چھوڑتا ہے اور محنت شاقہ اختیار کر کے اعلیٰ قسم کے پیشوں کو اختیار کرتا ہے تو کوئی کمتر پیشوں پر ہی قناعت کر لیتا ہے۔ اب ایک خیال اور طرز والے چاہے دوسرے کو حقیر نہ سمجھیں لیکن ان کے لئے اپنے سے متضاد مزاج اور طرز رکھنے والے ہر شخص کو اپنے میں ضم کرنا بہت ہی دشوار ہوتا ہے اور چونکہ لڑکی کی حیثیت شوہر کے محکوم کی ہوتی ہے اس لئے اصل مسئلہ لڑکی اور اس کے خاندان کا ہوتا ہے کیونکہ نکاح کے بعد چھٹکارا حاصل کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے لڑکی اور اس کے اولیاء کا حق ہے کہ لڑکی کا نکاح کفو میں اور جوڑ میں ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

تَخَيَّرُوْا لِنُطَفِكُمْ وَانْكِحُوْا الْاَكْفَاءَ وَانْكِحُوْا اِلَيْهِمْ. (ابن ماجہ)

(اپنے نطفوں کیلئے اچھے رشتے تلاش کرو اور خود بھی جوڑ میں نکاح کرو اور دوسروں کا نکاح بھی جوڑ میں کرو)

اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرُ الصَّلَاةُ إِذَا آنَتْ وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ وَالْاَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفُوًا.

(ترمذی)

تین چیزوں میں تاخیر مت کرو۔ نماز میں جب اس کا وقت ہو جائے۔ جنازہ میں جب وہ آ جائے اور بے نکاحی عورت کے نکاح کرنے میں جب تم اس کا جوڑ پالو۔

لیکن جب لڑکی اور اس کے ولی دونوں راضی ہوں تو یہ حکم واجب نہیں ہے۔ اس لئے اگر بعض اوصاف

کی بناء پرلڑکی اوراس کے اولیاء کسی بے جوڑ میں نکاح پر راضی ہوں تو نکاح صحیح ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری خاندان کی طرف بھیجا تا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان سے اپنے لئے رشتہ مانگیں۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو حبشی غلام ہیں (یعنی غلام رہے ہیں) حضرت بلال نے ان سے کہا اگر نبی ﷺ نے مجھے تمہارے پاس آنے کا نہ کہا ہوتا تو میں تمہارے پاس کبھی نہ آتا۔ انہوں نے پوچھا کیا آپ کو نبی ﷺ نے رشتہ مانگنے کو کہا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں۔ وہ کہنے لگے کہ پھر تو آپ اس رشتہ کے مالک بن گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر واقعہ کی خبر دی۔ نبی ﷺ کے پاس سونے کی ایک ڈلی آئی تو آپ نے وہ حضرت بلال کو دی اور کہا کہ یہ اپنی بیوی کیلئے لے جاؤ...... (**مراسیل ابی دائود**)

مسئلہ: اگر کسی کی شرافت کو دیکھ کر یا اور اوصاف کو دیکھ کر سید خاندان کی لڑکی اوراس کے ولی غیر سید لڑکے سے نکاح پر راضی ہو جائیں تو جائز ہے۔

کفواور برابری کی اقسام

یہ پانچ قسمیں ہیں۔ نسب میں برابری، مسلمان ہونے میں، دینداری میں، مال میں اور پیشہ میں برابری۔(1)

نسب میں برابری

مسئلہ: قریش آپس میں ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ قریشی وہ شخص ہے جس کے اجداد میں نضر بن کنانہ داخل ہوں۔ یہ نبی ﷺ کے اجداد میں بارہویں نمبر پر تھے۔ آپ ﷺ کا نسب یہ ہے حضرت محمد ﷺ، عبداللہ عبدالمطلب، ہاشم، عبد مناف، قصی، کلاب، مرہ، کعب، غالب، فہر، مالک، نضر بن کنانہ۔ چاروں خلفاء راشدین چونکہ قریشی تھے اس لئے صدیقی، فاروقی، عثمانی اورعلوی سب ایک دوسرے کے کفو ہیں۔(2)

مسئلہ: سید یعنی جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد یعنی حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سلسلہ نسب میں ہیں اگرچہ نسب کے اعتبار سے ان کا رتبہ اوروں سے بڑھ کر ہے لیکن اگر سید کی لڑکی کسی عثمانی یا فاروقی کے گھر میں بیاہ دی گئی تو یہ نہ کہیں گے کہ اپنے جوڑ میں نکاح نہیں کیا بلکہ یہ بھی جوڑ ہی ہے۔

1- وتعتبر الكفاءة للزوم النكاح......نسبا...... وحرية واسلاما...... و ديانة ومالا...... و حرفة. (درمختار ص 348-345 ج 2)

2-فقريش بعضهم اكفاء بعض (درمختار ص 345 ج 2)القرشيان من جمعهما اب هو النضر بن كنانة فمن دونه. ومن لم ينتسب الا لاب فوقه فهو عربى غير قرشى. والنضر هو الجد الثانى عشرللنبى ﷺ فانه محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب بن هاشم بن عبد مناف بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤى بن غالب بن فهر بن مالك بن النضر بن كنانة بن خزيمة. (رد المحتار ص 345 ج 2)

مسئلہ: عجمی عالم قریشی اور سید لڑکی کا کفو ہے۔(3)

مسئلہ: قریش کو چھوڑ کر باقی عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں۔(4)

مسئلہ: نسب میں اعتبار باپ کا ہے ماں کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگر باپ سید ہے تو اولاد بھی سید ہے اور اگر باپ عثمانی ہے تو اولاد بھی عثمانی ہے ماں چاہے جیسی ہو۔ اگر کسی سید نے کسی غیر سید عورت سے نکاح کر لیا تو ہونے والے بچے سب سید ہوئے۔(5)

مسئلہ: عجم کے سب لوگ ایک قوم ہیں اور برابر ہیں خواہ وہ مغل ہوں یا پٹھان یا کوئی اور۔ یہ لوگ قریش اور سیدوں کے جوڑ کے نہیں۔(6)

مسلمان ہونے میں برابری(7)

مسلمان ہونے میں برابری کا اعتبار فقط عجمیوں میں ہے۔ عربوں اور قریش جیسے سیدوں، علویوں اور انصاریوں میں اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ تو جو شخص خود مسلمان ہوگیا اور اس کا باپ کافر تھا وہ شخص اس عورت کے برابر کا نہیں جو خود بھی مسلمان ہے اور اس کا باپ بھی مسلمان تھا۔ اور جو خود بھی مسلمان ہے اور اس کا باپ بھی مسلمان ہے لیکن اس کا دادا مسلمان نہیں وہ اس عورت کے برابر کا نہیں جس کا دادا بھی مسلمان ہے۔

دینداری میں برابری(8)

اس کا مطلب ہے کہ ایسا شخص جو دین کا پابند نہیں اور بدکار اور بدمعاش ہے وہ نیک بخت، پارسا، دیندار عورت کا کفو نہیں ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو بدعتی ہو وہ اہلسنت عورت کا جوڑ نہیں ہے۔

مسئلہ: فاسق شخص کی فاسق بیٹی اور نیک آدمی کی فاسق بیٹی کا جوڑ فاسق آدمی ہے جبکہ نیک شخص کی نیک

3- لکن فی النھر ان فسر الحسب ...... بالعالم فکفء للعلویة ...... لان شرف العلم فوق شرف النسب (درمختار ص 350 ج 2)

4- وبقیة العرب بعضھم اکفاء بعض (درمختار ص 346 ج 2)

5- یوخذ من ھذا ان من کانت امھا علویة مثلاً و ابوھا عجمی یکون العجمی کفوا لھا و ان کان لھا شرف ما لان النسب للآباء. (رد المحتار ص 346 ج 2)

6- والموالی و ھم غیر العرب لایکونون کفاء للعرب والموالی بعضھم اکفاء لبعض. (عالمگیری ص 290 ج 1)

7- اما فی العجم (ای من لم ینتسب الی احدی قبائل العرب) فتعتبر حریة و اسلاما فمسلم بنفسه ...... غیر کفؤ لمن ابوھا مسلم ...... ومن ابوه مسلم ...... غیر کفو لذات ابوین. (درمختار ص 346 ج 2).

8- فعلی ھذا فالفاسق لا یکون کفوا لصالحة بنت صالح بل یکون کفوا لفاسقة بنت فاسق و کذا لفاسقة بنت صالح کما نقله فی الیعقوبیة فلیس لابیھا حق الاعتراض لان ما یلحقه من العار ببنته اکثر من العار بصھره واما اذا کانت صالحة بنت فاسق فزوجت نفسھا من فاسق فلیس لابیھا حق الاعتراض لانه مثله و ھی قد رضیت به. (ردالمحتار ص 348 ج 2)

بیٹی اور فاسق شخص کی دیندار بیٹی کا جوڑ دیندار آدمی ہے۔

i- گر فاسق شخص کی دیندار بیٹی کسی فاسق آدمی سے اپنی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا اور لڑکی کے باپ کو اعتراض کا حق حاصل نہ ہو گا کیونکہ لڑکی خود اس نکاح پر راضی ہوئی اور اس کا باپ خود فاسق ہے۔

ii- اگر نیک شخص کی فاسق لڑکی کسی فاسق لڑکے سے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو نکاح ہو جائے گا اور ولی کو اعتراض کا حق نہ ہو گا۔

مال میں برابری (9)

اس کے یہ معنی ہیں کہ بالکل مفلس محتاج مال دار عورت کے برابر کا نہیں ہے اور اگر وہ بالکل مفلس نہیں بلکہ جتنا مہر پہلی رات کو دینے کا دستور ہے اتنا مہر دے سکتا ہے اور روز مرہ کا خرچہ کما لیتا ہے تو بس یہ کافی ہے یہ ضروری نہیں کہ جتنے مالدار لڑکی والے ہیں لڑکا بھی اتنا ہی مال دار ہو یا اس کے قریب قریب ہو۔

پیشے میں برابری (10)

رواج میں کچھ پیشے ہیں جو کمتر سمجھے جاتے ہیں مثلاً تجارت کے مقابلے میں نائی، نانبائی، موچی، وغیرہ کے پیشے ہلکے سمجھے جاتے ہیں۔ اسی طرح ملازمتوں میں بھی فرق ہے۔ چپڑاسی اور خاکروب وغیرہ کے مقابلے میں کلرک کی ملازمت بہتر سمجھی جاتی ہے۔ لہٰذا جو لڑکا نائی یا نانبائی ہو وہ تاجر کی بیٹی کے جوڑ کا نہیں اور جو لڑکا چپڑاسی ہو وہ کلرک کی بیٹی کے جوڑ کا نہیں۔

متفرق مسائل

مسئلہ: بالغہ عورت کا نکاح ولی کی اجازت سے کسی ایسے شخص سے ہوا جس کے کفو ہونے کا حال معلوم نہ تھا لیکن نکاح کے وقت کفو ہونے کی شرط کر لی تھی یا صراحت کے ساتھ تو شرط نہ کی مگر شوہر کی طرف سے کفو ہونا ظاہر کیا گیا اور اس پر اعتماد کر کے نکاح کر دیا ہو پھر ظاہر ہوا اور ثابت ہوا کہ کفو نہیں ہے۔ اس صورت کا حکم یہ ہے، کہ عورت کو بھی نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہو گا اور اس کے ولی کو بھی ہو گا۔ لیکن اگر عورت ابھی تک کنواری ہو تو اس کا اختیار سکوت سے باطل ہو جائے گا یعنی اگر اطلاع حال کے بعد فوراً کہہ دیا کہ مجھے اس سے نکاح رکھنا منظور نہیں تب تو اختیار باقی رہے گا اور مسلمان جج کے ذریعہ فسخ کرا سکے گی ورنہ اگر نامنظوری ظاہر کرنے میں ذرا بھی تاخیر کی تو فسخ کرانے کا اختیار باقی نہ رہے گا۔ اور اگر عورت ثیبہ ہو یعنی اس سے صحبت

9- و مالا بان یقدر علی المعجل و نفقة شهر لوغیر متحرف والا فان کان یکتسب کل یوم کفایتها لو تطیق الجماع. (درمختار ص 348 ج 2)

10- و حرفة فمثل حائک، غیر کف ء لمثل خیاط ولا خیاط لبزاز و تاجر ولا هما لعالم وقاض. (درمختار ص 349 ج 2)

ہو چکی ہو تو اس کے سکوت سے اختیار باطل نہیں ہو گا جب تک صراحت یا دلالت کے طور پر رضا مندی نہ پائی جائے ۔ دلالت کے طور پر رضا یہ ہے کہ عورت شوہر کو صحبت پر قدرت دیدے یا وہ مہر دے تو مہر لے لے ۔ ولی کا اختیار بھی محض سکوت سے باطل نہیں ہوتا بلکہ صراحت یا دلالت کے طور پر رضا کی ضرورت ہوتی ہے۔(11)

مسئلہ: نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اس کے والد یا دادا نے ایسے شخص سے کیا جس کو اس کے بیان کی بیان پر کفو سمجھا گیا یا کفو ہونے کی شرط کر لی گئی تھی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ غیر کفو ہے تو اس صورت میں تفصیل یہ ہے کہ بالغ ہونے سے پیشتر تو صرف باپ دادا کو اختیار ہے ۔ اگر اس نے فسخ کرا دیا تو فسخ ہو جائے گا اور اگر حقیقت ظاہر ہونے کے بعد بھی نکاح کو منظور رکھا تو لازم ہو جائے گا ۔ اور اگر باپ دادا نے سکوت کیا تو ان کے سکوت سے اختیار باطل نہیں ہو گا بلکہ باپ دادا کو بھی اختیار رہے گا اور بالغ ہونے پر ان کے ساتھ ساتھ لڑکے یا لڑکی کو بھی اختیار حاصل ہو جائے گا ۔(12)

11- حیلہ ناجزہ ص 177

12- حیلہ ناجزہ 178

باب:3

ولی کا بیان

ولی کون ہوتا ہے

لڑکی اور لڑکے کا نکاح کرنے کا جس کو اختیار ہوتا ہے اس کو ولی کہتے ہیں۔

مسئلہ: لڑکی اور لڑکے کا ولی سب سے پہلے اس کا باپ ہے۔ اگر باپ نہ ہو تو دادا، وہ نہ ہو تو پردادا، اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو سگا بھائی، سگا بھائی نہ ہو تو سوتیلا یعنی باپ شریک بھائی، پھر بھتیجا، پھر بھتیجے کا لڑکا، پھر بھتیجے کا پوتا۔ یہ بھی نہ ہوں تو سگا چچا پھر سوتیلا چچا یعنی باپ کا سوتیلا بھائی پھر سگے چچا کا لڑکا پھر اس کا پوتا، پھر سوتیلے چچا کا لڑکا اور پوتا۔ یہ کوئی نہ ہوں تو باپ کا چچا ولی ہے پھر اس کی اولاد۔ اگر باپ کا چچا اور اس کے لڑکے پوتے پڑپوتے کوئی نہ ہوں تو دادا کا چچا پھر اس کے لڑکے پوتے پھر پڑپوتے وغیرہ یہ کوئی نہ ہوں تب ماں ولی ہے۔ پھر دادی پھر نانی پھر پرنانی پھر حقیقی بہن پھر سوتیلی بہن جو باپ شریک ہو۔ پھر جو بھائی بہن ماں شریک ہوں پھر پھوپھی پھر ماموں پھر خالہ وغیرہ۔(1)

بالغ عورت کا اگر کوئی جوان بیٹا ہو تو ولی ہونے میں اس کا بیٹا اس کے باپ پر مقدم ہے۔

مسئلہ: نابالغ شخص کسی کا ولی نہیں ہوسکتا اور کافر کسی مسلمان کا ولی نہیں ہوسکتا اور مجنون پاگل بھی کسی کا ولی نہیں ہوسکتا۔(2)

بالغ عورت میں ولی کے مسائل

1- اقرب الاولیاء الی المرأة الابن ثم ابن الابن و ان سفل ثم الاب ثم الجد ابو الاب و ان علا...... ثم الاخ لاب و ام ثم الاخ لاب ثم ابن الاخ لاب وام ثم ابن الاخ لاب و ان سفلوا ثم العم لاب و ام ثم العم لاب ثم ابن العم لاب و ام ثم ابن العم لاب وان سفلوا ثم عم الاب لاب وام ثم عم الاب لاب ثم بنوهما علی هذا الترتیب ثم عم الجد لاب و ام ثم عم الجد لاب ثم بنوهما علی هذا الترتیب...... و عند عدم العصبة کل قریب یرث الصغیر و الصغیرة من ذوی الارحام یملک تزویجهما فی ظاهر الروایة عن ابی حنیفة رحمه الله...... والاقرب عند ابی حنیفة رحمه الله الام ثم البنت ثم بنت الابن ثم بنت البنت...... ثم الاخت لاب وام ثم الاخت لاب ثم الاخ والاخت لام...... ثم العمات ثم الاخوال ثم الخالات (عالمگیری ص 283 ج 1)

2- ولا ولایة لصغیر ولا مجنون ولا لکافر علی مسلم و مسلمة. (عالمگیری ص 284 ج 1)

مسئلہ: بالغ یعنی جوان عورت خود مختار ہے چاہے نکاح کرے یا نہ کرے اور جس کے ساتھ جی چاہے کرے جس کے ساتھ جی چاہے نہ کرے۔ ولی نہ تو نکاح کرنے سے روک سکتا ہے اور نہ عورت کے بلا چاہے زبردستی اس کا نکاح کرسکتا ہے اور نہ ہی عورت کی مرضی کے خلاف پر زبردستی اپنی من مانی جگہ پر نکاح کرسکتا ہے۔(3)

مسئلہ: لڑکی جوان اور بالغ ہو تو نکاح سے پہلے ولی کا اس کو یہ کہنا کہ فلاں جگہ سے تمہارا پیغام آیا ہے اور ہمارا ارادہ ہے کہ وہاں تمہارا نکاح کر دیں سنت ہے۔ ولی خود نہ پوچھے بلکہ عورتوں سے مثلاً لڑکی کی ماں کے ذریعہ پوچھوالے تو اس سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے۔(4)

مسئلہ: کسی ولی نے جوان لڑکی کا نکاح اس سے پوچھے بغیر اور اس کی اجازت کے بغیر کر دیا تو وہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر وہ لڑکی اجازت دے تو نکاح ہو گیا اور اگر وہ راضی نہ ہو اور اجازت نہ دے تو نہیں ہوا۔(5)

مسئلہ: جوان کنواری لڑکی سے ولی نے آکر کہا کہ میں تمہارا نکاح فلاں کے ساتھ کئے دیتا ہوں یا کر دیا ہے اس پر وہ چپ ہو رہی یا مسکرا دی یا چپکے چپکے رونے لگی تو بس یہی اجازت ہے اب وہ ولی نکاح کر دے تو صحیح ہو جائے گا یا کر چکا تھا تو صحیح ہو گیا۔ یہ بات نہیں ہے کہ جب زبان سے کہے تب ہی اجازت سمجھی جائے جو لوگ زبردستی کر کے زبان سے قبول کراتے ہیں برا کرتے ہیں۔ اگر اجازت لینے پر لڑکی نے زور زور سے رونا شروع کر دیا تو یہ اجازت نہ سمجھی جائے گی بلکہ لڑکی کی عدم رضا مندی سمجھی جائے گا۔(6)

مسئلہ: اگر وہ لڑکی کنواری نہیں ہے بلکہ ایک نکاح پہلے ہو چکا ہے یہ دوسرا نکاح ہے۔ اس سے اس کے ولی نے اجازت لی اور پوچھا تو فقط چپ رہنے سے اجازت نہ ہوگی بلکہ زبان سے کہنا چاہئے۔ اگر اس نے زبان سے نہیں کہا فقط چپ رہنے کی وجہ سے نکاح کر دیا تو نکاح موقوف رہا۔ بعد میں اگر وہ زبان سے منظور کر لے تو نکاح ہو گیا اور اگر منظور نہ کرے تو نہیں ہوا۔(7)

3-الولاية تنفيذ القول على الغير...... و هي نوعان ولاية ندب على المكلفة ولو بكرا...... اى يستحب للمرأة تفويض امرها الى وليها كي لا تنسب الى الوقاحة. (در مختار و رد المحتار ص 321 ج 2) ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ. (درمختار ص 324 ج 2)

4- فان استاذنها هو اى الولى و هوالسنة او وكيله او رسوله...... (در مختار ص 324 ج 2)

5- وان زوجها بغير استئمار فقد اخطأ السنة و توقف على رضاها (رد المحتار ص 324 ج 2)

6- ان استاذنها هو اى الولى...... او وكيله او رسوله او زوجها وليها و اخبرها رسوله...... فسكتت عن رده او ضحكت غير مستهزئة او تبسمت او بكت بلا صوت...... فهو اذن اى توكيل فى الاول...... و اجازة فى الثانى (درمختار ص 324 ج 2) البكاء ان كان مع الصياح والصوت فهو رد و الا فهو رضا وهو الاوجه وعليه الفتوى (ردالمحتار ص 325 ج 2)

7- فان استاذنها غير الاقرب كا جنبى او ولى بعيد فلا عبرة بسكوتها بل لابد من القول كالثيب البالغة. (در مختار

مسئلہ: باپ کے ہوتے ہوئے چچا، بھائی وغیرہ کسی اور ولی نے کنواری لڑکی سے اجازت مانگی تو اب فقط چپ رہنے سے اجازت نہ ہوگی بلکہ زبان سے اجازت دے تب اجازت ہوگی۔ہاں اگر باپ ہی نے ان کو اجازت لینے کے واسطے بھیجا تھا تو فقط چپ رہنے سے اجازت ہو جائے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو ولی سب سے مقدم ہو اور شرع سے اسی کو پوچھنے کا حق ہو تو جب وہ خود یا اس کا بھیجا ہوا آدمی اجازت لے اس وقت چپ رہنے سے اجازت ہوگی اور اگر حق تھا دادا کا اور پوچھا بھائی نے یا حق تو تھا بھائی کا اور پوچھا چچا نے ایسے وقت چپ رہنے سے اجازت نہ ہوگی۔(8)

مسئلہ: ولی نے کنواری بالغہ سے بے پوچھے اور بغیر اجازت لئے نکاح کر دیا۔ پھر نکاح کے بعد خود ولی نے یا اس کے بھیجے ہوئے کسی آدمی نے آکر خبر دی کہ تمہارا نکاح فلاں کے ساتھ کر دیا گیا تو اس صورت میں بھی چپ رہنے سے اجازت ہو جائے گی اور نکاح صحیح ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی بات ایسی پائی جائے جس سے اجازت سمجھی جاتی ہو تب نکاح صحیح ہوگا مثلاً زبان سے عورت نے کچھ نہیں کہا لیکن جب شوہر (یعنی جس کے ساتھ اس کا نکاح کیا گیا) اس کے پاس آیا تو صحبت سے انکار نہیں کیا بلکہ صحبت پر قدرت دیدی یا شوہر نے اس کو مہر دیا تو اس نے مہر لے لیا تب بھی نکاح درست ہو گیا۔(9)

مسئلہ: ولی نے لڑکی سے اجازت لیتے وقت شوہر کا نام نہیں لیا نہ اس کو پہلے سے معلوم ہے تو ایسے وقت چپ رہنے سے رضا مندی ثابت نہ ہوگی اور اجازت نہ سمجھیں گے بلکہ نام و نشان بتلانا ضروری ہے جس سے لڑکی اتنا سمجھ جائے کہ یہ فلاں شخص ہے۔ اسی طرح اگر مہر نہیں بتایا اور مہر مثل سے بہت کم پر نکاح پڑھ دیا اور عورت اتنے پر راضی نہ ہوئی تو نکاح نہیں ہوا۔(10)

مسئلہ: اگر کوئی بالغہ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر خود ہی کسی سے نکاح کر لے اس میں یہ تفصیل ہے۔

1-اگر شوہر لڑکی کا کفو ہے اور مہر بھی مثل سے کم نہیں تو نکاح جائز ہے۔(11)

تنبیہ : بالغ لڑکی کا اپنے ولی کے بغیر خود نکاح کر لینا اگر چہ کفو ہی میں ہو بڑی بے حیائی کی بات ہے۔اس سے بچنا چاہئے۔

صہ326 ج 2)

8- ایضاً

9- لان رضا ها یکون بالدلالة کما ذکره بقول اوما هو فی معناه من فعل یدل علی الرضا کطلب مهرها و نفقتها و تمکینها من الوطء و دخوله بها برضاها...... و قبول التهنئة و الضحک سرورا و نحو ذلک. (درمختار ص 327 ج 2)

10- ان علمت بالزوج انه من هو لتظهر الرغبة فيه اوعنه و لو فی ضمن العام کجیرانی او بنی عمی لویحصون والا لا (درمختار ص 326 ج 2)

11- نفذ نکاح حرة مكلفة بلا رضا ولی (درمختار ص 322 ج 2) اذا کان من کفو و بمهر المثل (کما هو المفهوم من الاقتباسات الآتیة)

2-شوہر لڑکی کا کفو ہے لیکن مہر لڑکی کے مہر مثل سے کم مقرر ہوا ہو۔ اس صورت میں نکاح ہو جاتا ہے لیکن ولی کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ عدالت سے مطالبہ کرے کہ لڑکی کا مہر مثل پورا کرایا جائے اور اگر شوہر پورا نہ کرے تو نکاح فسخ کر دیا جائے۔(12)

3-شوہر لڑکی کا کفو نہیں ہے۔ اس صورت میں نکاح نہیں ہوتا اور باطل ہوتا ہے حتی کہ اگر نکاح کے بعد ولی اس کو جائز بھی رکھے تب بھی صحیح نہیں ہوتا کیونکہ اس صورت میں نکاح سے قبل ولی کی اجازت کا ہونا شرط ہے۔ اب اجازت ہو جائے تو دوبارہ نکاح کرے۔(13)

تنبیہ: اگر لڑکی کو شوہر کے غیر کفو ہونے کا علم نہ ہو اور کفو ہونے کی شرط کر کے یا بلا شرط کئے نکاح کیا اور بعد میں معلوم ہو جائے کہ وہ شخص کفو نہیں تو لڑکی پر واجب ہے کہ معلوم ہوتے ہی اس سے الگ ہو جائے کیونکہ غیر کفو سے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا۔

4-اگر بالغہ کا سرے سے کوئی ولی نہ ہو اور وہ غیر کفو میں نکاح کر لے تو وہ نکاح جائز ہوگا۔(14)

مسئلہ: اگر لڑکا جوان ہو تو اس پر بھی زبردستی نہیں کر سکتے اور ولی اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتا۔ اگر بغیر پوچھے نکاح کر دے گا تو اجازت پر موقوف رہے گا۔ اگر لڑکے نے اجازت دے دی تو ہو گیا نہیں تو نہیں ہوا۔ البتہ فرق ہے کہ لڑکے کے فقط چپ رہنے سے اجازت نہیں ہوتی زبان سے کہنا ضروری ہے۔(15)

لڑکا یا لڑکی نابالغ ہو تو ولی کے مسائل

مسئلہ: اگر لڑکی یا لڑکا نابالغ ہو تو وہ خود مختار نہیں ہے۔ ولی کے بغیر اس کا نکاح نہیں ہوتا۔ اگر اس نے بغیر ولی کے اپنا نکاح کر لیا یا کسی اور نے کر دیا تو ولی کی اجازت پر موقوف ہے اگر ولی اجازت دے گا تو نکاح ہو گا ورنہ نہیں ہو گا۔ اور ولی کو اس کے نکاح کرنے نہ کرنے کا پورا اختیار ہے جس سے چاہے کر دے۔ نابالغ لڑکے اور لڑکیاں اس نکاح کو اس وقت رد نہیں کر سکتے چاہے وہ نابالغ لڑکی کنواری ہو یا پہلے کوئی اور نکاح ہو چکا ہو اور رخصتی بھی ہو چکی ہو دونوں کا ایک حکم ہے۔(16)

12- لو تزوجت بدون مهر المثل فقد علمت ان للولی الاعتراض ...... قالوا له الاعتراض حتی یتم مهر المثل او یفرق القاضی. (رد المحتار ص 322 ج 2)

13- وله ای للولی ...... الاعتراض فی غیر الکفو فیفسخه القاضی ...... و یفتی فی غیر الکفء بعدم جوازه اصلا و هو المختار للفتوی لفساد الزمان. (درمختار ص 322 ج 2)

اذا کان لها ولی لم یرض به قبل العقد فلا یفید الرضا بعده (ردالمحتار ص 322 ج 2)

14- اما اذا لم یکن لها ولی فهو صحیح نافذ مطلقا. (ردالمحتار ص 323 ج 2)

15- ولا تجبرا لبالغة البکر علی النکاح ...... ولا الحر البالغ. (درمختار و ردالمحتار ص 324 ج 2)

نابالغہ کا نکاح باپ دادا نے کیا ہو تو

1-اگر کفو میں اور مہر مثل کے ساتھ کیا ہو تو نکاح لازم ہوتا ہے اور نابالغہ کو بالغ ہونے پر اس کو تڑوانے کا حق نہیں ہوتا۔(17)

2-اگر غیر کفو میں کیا یا مہر مثل سے بہت کم مہر پر کیا۔ تو اس میں یہ تفصیل ہے۔

i- عقد نکاح کرتے ہوئے باپ اگر نشہ میں ہو تو یہ نکاح نہیں ہوا۔

ii- باپ کی بے تدبیری اور ناعاقبت اندیشی مشہور و معروف ہو۔ یعنی نکاح کرنے سے قبل اس سے کوئی بھی ایسا واقعہ ہوا ہو جس کی بنا پر عموماً خیال ہو جائے کہ یہ شخص معاملات میں لالچ وغیرہ کی وجہ سے مصلحت اور انجام بینی کو مدنظر نہیں رکھتا۔ اس صورت میں بھی نکاح نہیں ہوتا۔

iii- باپ فاسق بے غیرت اور بے باک ہو تو اس کا کیا ہوا نکاح بھی نہیں ہوتا۔

iv- باپ میں اوپر مذکورہ باتوں میں سے تو کوئی نہ ہو لیکن مثلاً کسی دشمنی کی وجہ سے اس پر نکاح کرنے کیلئے جانی یا مالی دھمکی کا واضح دباؤ موجود ہو۔ اس صورت میں بھی باپ کی طرف سے کیا ہوا نابالغہ کا نکاح نہیں ہوا۔(18)

v- اوپر مذکورہ باتوں میں سے کوئی بھی بات نہ ہو لیکن باپ نے پہلی مرتبہ لاپرواہی سے کام لیتے ہوئے نکاح کر دیا اور صاف واضح ہے کہ اس نے لڑکی کی مصلحت کو پیش نظر نہیں رکھا مثلاً

ا- اہلسنت نابالغہ کا نکاح کسی بدعتی سے کر دیا ہو۔

ب- باپ عام مسلمان ہو اور حلال کماتا ہو لیکن وہ اپنی نابالغہ کا نکاح ایسے شخص سے کر دے جو حرام میں ملوث ہو مثلاً بینک کی ملازمت کرتا ہو یا تصویر سازی کا پیشہ کرتا ہو۔

ج- باپ نے بلاوجہ اور بلا مصلحت نابالغہ کا مہر بہت کم مقرر کیا مثلاً اس کا مہر مثل پانچ ہزار ہو اور باپ نے نکاح صرف پانچ سو پر کر دیا ہو۔

16-وللولی انکاح الصغیر و الصغیرۃ جبرا ولو ثیبا...... ولزم النکاح. (در مختار ص 329 ج 2)

17- لزم النکاح ای بلا توقف علی اجازۃ احد و بلا ثبوت خیار فی تزویج الاب والجد. (ردالمحتار ص 330 ج 2)

18- لزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مهرها...... او زوجها بغیر کفؤ ان کان الولی المزوج بنفسه بغبن ابا او جدا...... لم یعرف منهما سوء الاختیار مجانة و فسقا. (درمختار ص 330 ج 2)

وان کان عرف لا یصح النکاح اتفاقا و کذا لو کان سکران فزوجها من فاسق او شریر او فقیر او ذی حرفة دنیئة لظهور سوء اختیاره فلا تعارضه شفقته المظنونة. در مختار ص 330 ج 2)

الحاصل ان المانع هو کون الاب مشهورا بسؤ الاختیار قبل العقد (ردالمحتار ص 330 ج 2)

لزم النکاح...... ان کان الولی المزوج بنفسه...... ابا او جدا...... لم یعرف منهما سؤ الاختیار مجانة و فسقا و ان عرف لا یصح النکاح اتفاقا (در مختار ص 330 ج 2)

ان صورتوں میں نکاح تو ہو جائے گا لیکن لڑکی کو خیار بلوغت حاصل ہوگا یعنی بالغ ہوتے ہی وہ اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔(19)

3- نکاح تو کفو میں کیا اور مہر بھی پورا ہے لیکن زوجین کی عمروں میں بہت زیادہ فرق ہے ایسا کہ جو عام طور سے روا نہیں رکھا جاتا۔ مثلاً پچیس تیس سال یا اس سے زیادہ فرق ہو تو ایسے نکاح میں بھی نابالغہ کو خیار بلوغت حاصل ہوگا۔ کیونکہ ہمارے معاشرہ میں اتنا فرق لڑکی کی مصلحت کے خلاف سمجھا جاتا ہے اور نبھاؤ نہ ہونے کی صورت میں اکثر شوہر سے چھٹکارا حاصل کرنا بھی دشوار ہوتا ہے۔

نابالغہ کا نکاح باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے کیا ہو تو

جس کے ساتھ نکاح کیا ہے وہ لڑکا کفو بھی ہے اور مہر بھی مثل مقرر کیا ہے۔ اس صورت میں اس وقت تو نکاح صحیح ہو جائے گا لیکن اس کو خیار بلوغت حاصل ہوگا یعنی بالغ ہوتے ہی وہ چاہے تو عدالت سے اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے اور اگر اس کے ولی نے لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کیا یا مہر مثل سے بہت کم پر کیا تو نکاح نہیں ہوا۔

باپ دادا کے سوا کسی ولی نے نابالغ لڑکے کا نکاح جس سے کیا اس کا مہر اس کے مہر مثل سے بہت زیادہ مقرر کر دیا تو نکاح نہیں ہوا۔(20)

تنبیہ: جب لڑکی کو خیار بلوغت حاصل ہو اور اس کو اپنے نکاح کی خبر ہو پھر بالغ ہوگئی اور ابھی تک اس کے شوہر نے اس سے صحبت نہیں کی تو جس وقت بالغ ہوئی ہے یعنی جس وقت اس کی پہلی ماہواری شروع ہوئی فوراً اسی وقت اپنی عدم رضامندی ظاہر کر دے کہ میں راضی نہیں ہوں یا یوں کہے کہ میں اس نکاح کو باقی رکھنا نہیں چاہتی چاہے اس جگہ کوئی اور ہو چاہے نہ ہو بلکہ بالکل تنہا بیٹھی ہو ہر حال میں کہنا چاہئے۔ لیکن فقط اس سے نکاح نہ ٹوٹے گا۔ بلکہ وہ عدالت میں جائے اور قاضی یا جج نکاح توڑ دے تب نکاح ٹوٹے گا۔ بالغ ہونے کے بعد اگر ایک لحظہ بھی چپ رہے گی تو اب نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہ رہے گا۔ اور اگر اس کا شوہر اس سے صحبت کر چکا تب بالغ ہوئی تو بالغ ہوتے ہی فوراً انکار کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ جب تک اس کی رضامندی کا حال معلوم نہ ہوگا تب تک قبول کرنے نہ کرنے کا اختیار باقی ہے چاہے جتنا زمانہ گزر جائے۔

لوعرف من الاب سوء الاختيار لسفهه او لطمعه لا يجوز عقده اجماعا. (ردالمحتار ص 330 ج 2،

19- ان المانع هو كون الاب مشهورا بسوء الاختيار قبل العقد فاذا لم يكن مشهورا بذلك ثم زوج بنته من فاسق صح.وان تحقق بذلك انه سئ الاختيار و اشتهربه عند الناس فلو زوج بنتا اخرى من فاسق لم يصح الثانى لانه كان مشهورا بسوء الاختيار قبله...... ثم اعلم ان ما مرعن النوازل من ان النكاح باطل معناه انه سيبطل كما فى الذخيرة لان المسئلة مفروضة فيما اذا لم ترض البنت بعد ما كبرت. (ردالمحتار ص 330 ج 2)

20- وان كان المزوج غيرهما اى غير الاب و ابيه...... لايصح النكاح من غير كفو او بغبن فاحش اصلا...... وان كان من كفو و بمهر المثل صح و لكن لهما اى لصغير و صغيرة و ملحق بهما خيار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنكاح بعده لقصور. (در مختار ص 331,332 ج 2)

ہاں جب وہ زبان سے صاف کہہ دے کہ میں منظور کرتی ہوں یا کوئی اور ایسی بات پائی گئی جس سے رضامندی ثابت ہوتی ہے جیسے اپنے شوہر کے ساتھ تنہائی میں میاں بیوی کی طرح رہی تو اب اختیار جاتا رہا اور نکاح لازم ہوگیا۔(21)

حق ولایت کے چند مسائل

مسئلہ: قاعدے سے جس ولی کو نابالغہ کے نکاح کرنے کا حق ہے وہ پردیس میں ہے اور اتنی دور ہے کہ اگر اس کا انتظار کریں اور اس سے مشورہ لیں تو یہ رشتہ ہاتھ سے جاتا رہے گا اور پیغام دینے والا اتنا انتظار نہ کرے گا اور پھر ایسی جگہ مشکل سے ملے گی تو ایسی صورت میں اس کے بعد والا ولی بھی نکاح کرسکتا ہے۔ اگر قریب کے ولی سے پوچھے بغیر بعد والے ولی نے نکاح کر دیا تو نکاح ہوگیا اور اگر اتنی دور نہ ہو یا دور تو ہو لیکن اس سے رابطہ ممکن ہو تو اس کی رائے لئے بغیر دوسرے ولی کو نکاح نہ کرنا چاہئے۔ اگر کرے گا تو اسی ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا جب وہ اجازت دے گا تب صحیح ہوگا۔(22)

مسئلہ: اسی طرح اگر حقدار ولی کے ہوتے ہوئے دوسرے ولی نے نابالغ کا نکاح کر دیا مثلاً حق تو تھا باپ کا لیکن نکاح کر دیا دادا نے اور باپ سے بالکل رائے نہیں لی تو وہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا یا حق تو تھا بھائی کا اور نکاح کر دیا چچا نے تو بھائی کی اجازت پر موقوف ہے۔(23)

21- حیلہ ناجزہ ص 93

22- و للولی الابعد التزویج بغیبة الاقرب...... مسافة القصر و اختار فی الملتقی ما لم ینتظر الکفو الخاطب جوابه واعتمده الباقانی و نقل ابن الکمال ان علیه الفتوی. (درمختار ص 341 ج 2) قال فی الذخیرة الاصح انه اذا کان فی موضع لو انتظر حضوره او استطلاع رایه فات الکفو. (رد المحتار ص 342 ج 2)

23- فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته. (در مختار ص 341 ج 2)

باب: 4

کن لوگوں سے نکاح کرنا حرام ہے

کسی سے نکاح کرنا حرام ہو اس کے یہ اسباب ہیں:

1- قرابت۔ 2- مصاہرت۔ 3- رضاعت۔ 4- کسی کے نکاح میں ہونا۔ 5- کسی کی عدت میں ہونا۔ 6- جس سے دو محرم نکاح میں جمع ہو جائیں۔ 7- مرد کے نکاح یا عدت میں چار عورتوں کا ہونا۔ 8- دین کا اختلاف (1)

ا- قرابت

مندرجہ ذیل قرابت داروں کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں۔

1- اپنے فروع کے ساتھ یعنی اپنی بیٹی کے ساتھ اور پوتی پڑپوتی سگڑ پوتی اور اسی طرح نواسی وغیرہ کے ساتھ نکاح درست نہیں۔

2- اپنے اصول کے ساتھ یعنی اپنی ماں نانی پرنانی اور دادی پڑدادی وغیرہ کے ساتھ نکاح درست نہیں۔

3- اپنے والدین کے فروع کے ساتھ یعنی اپنی بہنوں کے ساتھ اور اپنی بھتیجی بھانجی کے ساتھ اور ان کی بیٹیوں کے ساتھ نکاح درست نہیں۔

4- اپنے اجداد کی ایک پشت تک فروع یعنی پھوپھی۔ خالہ کے ساتھ نکاح درست نہیں۔ البتہ انکی بیٹیوں یعنی پھوپھی زاد اور خالہ زاد بہن کے ساتھ نکاح درست ہے۔(2)

مسئلہ: مردوں کی طرح عورتوں کے لئے بھی ان رشتہ داروں سے نکاح کرنا حرام ہے۔

مسئلہ: شرع میں بہن یا بھائی وہ ہے جو ایک ماں باپ سے ہوں یا ان دونوں کا باپ ایک ہو اور ماں

1- انتفاء محلية المرأة للنكاح شرعا به با سباب تسعة الاول المحرمات بالنسب...... الثانی المحرمات بالمصاهرة...... والثالث المحرمات بالرضاع...... والرابع حرمة الجمع بين المحارم و حرمة الجمع بين الاجنبيات كالجمع بين الخمس...... والسادس المحرمة لحق الغير كمنكوحه الغير و معتدته...... والسابع المحرمة لعدم دين سماوی. (البحر الرائق: ص 92 ج 3)

2- حرم على المتزوج ذكرا كان او انثى نكاح اصله و فرعه علا او نزل وبنت اخيه و اخته و بنتها ولو من زنا و عمته وخالته فهذه السبعة مذكورة فی آية حرمت عليكم امهاتكم. (درمختار ص 301 ج 2)

مختلف ہوں یا دونوں کی ماں ایک ہو اور باپ مختلف ہوں۔

مسئلہ: لے پالک کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں۔ لڑکا یا لڑکی بنانے سے وہ اپنی حقیقی اولاد نہیں بن جاتی۔ اس لئے لے پالک سے نکاح درست ہے۔

مسئلہ: منہ بولے بہن بھائی یعنی وہ جن کا باپ بھی اور ہو اور ماں بھی اور ہو وہ حقیقی بہن بھائی نہیں ان سے نکاح درست ہے۔

مسئلہ: سگا ماموں نہیں ہے بلکہ کسی رشتہ سے ماموں لگتا ہے تو عورت کا اس سے نکاح درست ہے۔ اسی طرح اگر کسی دور کے رشتہ سے چچا یا بھانجا یا بھتیجا ہو تو عورت کا اس سے بھی نکاح درست ہے۔

II- مصاہرت

مسئلہ: ساس اور ساس کی ماں دادی نانی وغیرہ سے نکاح درست نہیں چاہے اپنی بیوی کی رخصتی کرالایا ہو اور دونوں میاں بیوی ایک ساتھ رہے ہوں یا ابھی رخصتی نہ کرائی ہو ہر طرح حرام ہے۔(3)

مسئلہ: بیوی کے ساتھ تنہائی ہو چکی ہو تو دوسرے شوہر سے اس کی جو بیٹی (یعنی اپنی سوتیلی بیٹی) یا اس کی اولاد ہو اس سے کبھی نکاح نہیں کر سکتا خواہ اپنی بیوی مر گئی ہو یا اس کو طلاق دے دی ہو۔ ہاں اگر تنہائی ہونے سے پہلے وہ مر گئی ہو یا اس کو طلاق دے دی ہو تب سوتیلی بیٹی یا اس کی اولاد سے نکاح درست ہے۔(4)

مسئلہ: عورت کیلئے بھی سوتیلی اولاد سے نکاح درست نہیں۔ یعنی ایک مرد کی دو تین بیویاں ہوں تو سوکن کی اولاد سے کسی طرح نکاح درست نہیں چاہے اپنے میاں کے پاس رہ چکی ہو یا نہ رہ چکی ہو ہر طرح سے نکاح حرام ہے۔ بالفاظ دیگر کسی کیلئے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا درست نہیں۔(5)

مسئلہ: بیٹے اور پوتے وغیرہ کی بیوی سے نکاح جائز نہیں۔(6)

مسئلہ: لے پالک کی بیوی سے نکاح جائز ہے۔(7)

مسئلہ: کسی مرد نے کسی عورت سے زنا کیا تو اب اس شخص کا اس عورت کی ماں سے اور اس عورت کی اولاد سے نکاح کرنا درست نہیں۔ یہی حکم اس وقت بھی ہے جب مرد نے زنا تو نہیں کیا لیکن شہوت سے عورت کے جسم پر ہاتھ پھیرا ہو خواہ بلا حائل ہو یا ایسا باریک کپڑا بیچ میں حائل ہو جو جسم کی حرارت محسوس ہونے سے نہ روکتا ہو۔ اگر بوسہ لے اسکا بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر شہوت سے عورت کی اندرونی شرمگاہ پر نظر ڈالی تو اس کا

3,4,5- و حرم بالمصاهرة بنت زوجته الموطوئة و ام زوجته و جداتها مطلقا بمجرد العقد الصحيح و ان لم توطأ الزوجة لما تقرر ان وطء الامهات يحرم البنات و نكاح البنات يحرم الامهات و يدخل بنات الربيبة والربيب و في الكشاف واللمس و نحوه كالدخول عند ابي حنيفة و اقره المصنف. (درمختار ص 302 ج 2)

6- وحرم بالمصاهرة...... زوجة اصله و فرعه مطلقا. (درمختار ص 302 ج 2)

7- و ذكر الاصلاب لاسقاط حليلة الابن المتبنى (ردالمحتار ص 302 ج 2)

بھی یہی حکم ہے۔

اسی طرح اگر کسی عورت نے جوانی کی خواہش کے ساتھ بد نیتی سے کسی مرد کو ہاتھ لگایا تو اب اس عورت کی ماں اور اولاد کو اس مرد سے نکاح کرنا جائز نہیں۔(8)

مسئلہ: زانیہ کے اصول وفروع زانی کے اصول وفروع کیلئے حلال ہوتے ہیں مثلاً زانی کی ماں کا نکاح زانیہ کے باپ سے اور زانی کے لڑکے کا نکاح زانیہ کی لڑکی سے ہوسکتا ہے۔(9)

مسئلہ: ایک باپ بیٹے ہوں اور کوئی اور ماں بیٹی ہوں تو یہ جائز ہے کہ باپ عورت سے نکاح کر لے اور بیٹا اس کی بیٹی سے نکاح کر لے۔(10)

III-دومحرموں کو نکاح میں جمع کرنا

ضابطہ: جن دو عورتوں میں ایسا رشتہ ہو کہ اگر ان دونوں عورتوں میں سے کوئی مرد ہوتی تو آپس میں دونوں کا نکاح نہ ہوسکتا۔ ایسی دو عورتیں ایک ساتھ ایک مرد کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں۔ جب ایک مرجائے یا طلاق مل جائے اور عدت گزر جائے تب وہ مرد دوسری عورت سے نکاح کرسکتا ہے۔(11)

مسئلہ: جب تک ایک بہن اپنے نکاح میں ہے اس وقت تک اس کی دوسری بہن سے نکاح درست نہیں۔ ہاں اگر پہلی مرگئی یا اس کو طلاق دیدی اور عدت گزر گئی تو اب دوسری بہن سے نکاح درست ہے۔ طلاق کی عدت پوری ہونے سے پہلے بھی نکاح درست نہیں۔(12)

مسئلہ: ایک مرد کا نکاح ایک عورت سے ہوا تو اب جب تک وہ عورت اس کے نکاح میں رہے اس کی پھوپھی خالہ اور بھتیجی بھانجی سے اس مرد کا نکاح نہیں ہوسکتا۔(13)

8- و حرم ایضا بالصھریة اصل مزنیته اراد بالزنا الوطء الحرام و اصل ممسوسته بشھوة ولو لشعر علی الراس بحائل لا یمنع الحرارة واصل ماسته و ناظرة الی ذکره و المنظور الی فرجھا المدور الداخل ...... و فروعھن مطلقا. (در مختار ص 303 ج 2)

9- ویحل لاصول الزانی و فروعه اصول المزنی بھا و فروعھا. (ردالمحتار ص 303 ج 2)

10- اما بنت زوجة ابیه او ابنه فحلال. (درمختار ص 302 ج 2) لا باس ان یتزوج الرجل امرأة و یتزوج ابنه امھا او بنتھا و قد تزوج محمد بن الحنفیة امرأة و زوج ابنه بنتھا. (فتح القدیر ص 219 ج 3)

11- و حرم الجمع بین المحارم نکاحا ای عقدا صحیحا و عدة ولو من طلاق بائن...... بین امرأتین ایتھما فرضت ذکرا لم تحل للاخری ابدا. (درمختار ص 308 ج 2)

12- (واما الجمع بین المحارم) فانه یجمع بین اختین بنکاح ولا بوطء بملک یمین سؤاء کانتا اختین من النسب او من الرضاع...... ولا یجوز ان یتزوج اخت معتدته سواء کانت العدة عن طلاق رجعی اوبائن او ثلاث اوعن نکاح فاسد اوعن شبھة اه (ص 277-279 عالمگیری ج 1)

13- لا تنکح المرأة علی عمتھا ولا علی خالتھا ولا علی ابنة اخیھا ولا علی ابنة اختھا. (رد المحتار ص 309 ج 2)

مسئلہ: ایک عورت ہے اور اس کی سوتیلی لڑکی ہے۔ یہ دونوں ایک ساتھ اگر کسی مرد سے نکاح کر لیں تو درست ہے۔(14)

مسئلہ: اسی طرح دو بہنیں اگر سگی نہ ہوں۔ ماموں زاد یا چچا زاد یا پھوپی زاد یا خالہ زاد بہنیں ہوں تو وہ دونوں ایک ساتھ ہی ایک مرد سے نکاح کر سکتی ہیں ایسی بہن کے رہتے ہوئے بھی بہنوئی سے نکاح درست ہے۔ یہی حال پھوپھی اور خالہ وغیرہ کا ہے۔ اگر ان میں سگا رشتہ نہ ہو بلکہ کوئی دور کا رشتہ نکلتا ہو تو پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کا ایک ساتھ ایک ہی مرد سے نکاح درست ہے۔(15)

IV۔ رضاعت

مسئلہ: جتنے رشتے نسب کے اعتبار سے حرام ہیں وہ رشتے دودھ پینے کے اعتبار سے بھی حرام ہیں۔ لڑکی کا دودھ پلانے والی ماں کے شوہر سے نکاح درست نہیں کیونکہ وہ اس کا باپ ہوا، اور دودھ شریک بھائی سے بھی نکاح درست نہیں، جس لڑکے کو عورت نے دودھ پلایا ہے اس سے اور اس کی اولاد سے نکاح درست نہیں کیونکہ وہ اس کی اولاد ہوئی۔ دودھ کے حساب سے ماموں، بھانجا، چچا، بھتیجا، سب سے نکاح حرام ہے۔(16)

مسئلہ: دودھ شریک دو بہنیں ہوں تو وہ دونوں بہنیں ایک ساتھ ایک مرد کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں۔ غرض کہ جو حکم اوپر بیان ہو چکا ہے دودھ کے رشتوں میں بھی وہی حکم ہے۔(17)

حرمت رضاعت کے چند مسائل

1: رضاعی بہن بھائی کا آپس میں نکاح جائز نہیں۔

مسئلہ: ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے دونوں نے ایک ہی عورت کا دودھ پیا ہے تو ان میں نکاح نہیں ہو سکتا۔ خواہ ایک ہی زمانہ میں پیا ہو یا ایک نے پہلے دوسرے نے کئی برس کے بعد۔ دونوں کا ایک حکم ہے۔(i)

2: رضاعی باپ دادا سے اور ان کی دوسری بیوی کی اولاد سے نکاح جائز نہیں۔

مسئلہ: ایک لڑکی نے باقر کی بیوی کا دودھ پیا تو اس لڑکی کا نکاح نہ باقر سے ہو سکتا ہے اور نہ اس کے باپ دادا کے ساتھ نہ باقر کی اولاد کے ساتھ بلکہ باقر کی جو اولاد دوسری بیوی سے ہے اس سے بھی درست

14- جاز الجمع بین امرأة و بنت زوجها. (درمختار ص 309 ج 2)

15- لا یجمع بین امرأتین لو کانت احداهما رجلا لم یجزله ان یتزوج بالاخری. (هدایة)

16- وحرم الکل مما مر تحریمه نسبا (درمختار ص 302 ج 2) یعنی یحرم من الرضاع اصوله و فروعه و فروع ابویه و فروعهم و کذا فروع اجداده وجداته الصلبیون و فروع زوجته و اصولها و فروع زوجها و اصوله و حلائل اصوله و فروعه. (ردالمحتار ص 303 ج 2)

17- و حرم الجمع ...... بین امراتین ایتهما فرضت ای اية واحدة منهما فرضت ذکرا لم یحل للاخری کالجمع ...... بین الام و البنت نسبا أو رضاعا. (ردالمحتار ص 308 ج 2)

i- لا حل بین رضیعی امرأة لکونهما اخوین وان اختلف الزمن والاب (درمختار ص 443 ج 2)

نہیں۔(ii)

3: رضاعی باپ کی دوسری طلاق یافتہ بیوی یا رضاعی بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز نہیں۔

مسئلہ: عباس نے خدیجہ کا دودھ پیا اور خدیجہ کے شوہر قادر کی ایک دوسری بیوی زینب تھی جس کو طلاق مل چکی ہے تو اب زینب بھی عباس سے نکاح نہیں کر سکتی کیونکہ عباس زینب کے میاں کی اولاد ہے اور میاں کی اولاد سے نکاح درست نہیں۔ اسی طرح اگر عباس اپنی بیوی کو چھوڑ دے تو وہ عورت قادر کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی کیونکہ وہ اس کا سسر ہوا۔(iii)

4: رضاعی پھوپھی اور رضاعی خالہ سے نکاح جائز نہیں۔

مسئلہ: قادر کی بیوی کا دودھ عباس نے پیا تو قادر کی بہن سے عباس کا نکاح نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ دونوں پھوپھی بھتیجے ہوئے چاہے وہ قادر کی سگی بہن ہو یا دودھ شریک بہن ہو۔ دونوں کا ایک حکم ہے۔ البتہ عباس کی بہن سے قادر نکاح کر سکتا ہے۔(iv)

5: عباس کی ایک بہن ساجدہ ہے۔ ساجدہ نے ایک عورت کا دودھ پیا لیکن عباس نے نہیں پیا تو اس دودھ پلانے والی کا نکاح عباس سے ہوسکتا ہے۔(v)

6: عباس کے لڑکے نے زاہدہ کا دودھ پیا تو زاہدہ کا نکاح عباس سے ہوسکتا ہے۔

7: قادر اور ذاکر دو بھائی ہیں۔ اور ذاکر کی ایک دودھ شریک بہن ہے تو قادر کے ساتھ اس کا نکاح ہوسکتا ہے البتہ ذاکر کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔(vi)

8: ایک بچی کو آبادی کی ایک عورت نے دودھ پلایا لیکن اب یہ علم نہیں کہ کس نے پلایا تو اس آبادی کا کوئی بھی مرد اس لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے لیکن نہ کرنا افضل ہے۔(vii)

حرمت رضاعت کا ثبوت (18)

رضاعت دو میں سے ایک بات سے ثابت ہوتی ہے۔ یا تو اقرار سے اور یا گواہوں سے۔

---

ii- وھوان ترضع المرأة صبية فتحرم هذه الصبية على زوجها و على آبائه وابنائه. (هدايه)

iii- وامرأة ابيه او امرأة ابنه من الرضاع لا يجوز ان يتزوجها. (هدايه)

iv- ولا يتزوج الصبى المرضع اخت زوج المرضعة لانها عمته من الرضاع (هدايه)

v- ام اخته من الرضاع فانه يجوز ان يتزوجها. (هدايه)

vi- كحل اخت اخيه رضاعا (هدايه)

vii- صبية ارضعتها بعض اهل القرية لا يدرى من ارضعتها منهن فتزوجها رجل من اهل تلك القرية فهو فى سعة من المقام معها فى الحكم. (عالمگیری ص 345 ج 2)

18- ولا تقبل فى الرضاع شهادة النساء منفردات و انما تثبت بشهادة رجلين او رجل و امرأتين. (هدايه) اذا وقع فى القلب صدقها يستحب التنزه ولو بعد النكاح (فتح القدير ص 462 ج 3)

نکاح سے پہلے

کسی مرد کا کسی عورت سے رشتہ طے ہوا۔ پھر ایک عورت آئی اور اس نے کہا میں نے تو ان دونوں کو دودھ پلایا ہے اور سوائے اس عورت کے کوئی اور اس دودھ پینے کو بیان نہیں کرتا تو فقط اس عورت کے کہنے سے دودھ کا رشتہ ثابت نہیں ہوگا۔ ان دونوں کا نکاح درست ہے۔ بلکہ جب دو معتبر اور دیندار مرد یا ایک دیندار مرد اور دو دیندار عورتیں دودھ پینے کی گواہی دیں تب اس رشتہ کا ثبوت ہوگا اور نکاح حرام ہوگا۔ ایسی گواہی کے بغیر ثبوت نہ ہوگا۔

لیکن اگر فقط ایک مرد یا ایک عورت کے کہنے سے یا دو تین عورتوں کے کہنے سے دل گواہی دینے لگے کہ یہ بات سچی ہوگی اور ضرور ایسا ہی ہوا ہوگا تو ایسے وقت نکاح نہ کرنا چاہئے کہ خواہ مخواہ شک میں ہونے سے کیا فائدہ اور اگر اس کے باوجود کسی نے نکاح کر لیا تب بھی نکاح ہو گیا۔

نکاح کے بعد

ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ پھر ایک عورت نے آکر کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ اگر شوہر اس کے دعوے کی تصدیق کر دے خواہ اس کی بیوی تصدیق کرے یا نہ کرے تو نکاح فاسد ہو جائے گا اور اگر شوہر اس کے دعوے کی تصدیق نہ کرے تو نکاح فاسد نہ ہوگا اور میاں بیوی کا اکٹھے رہنا صحیح ہو گا البتہ اگر بتانے والی عورت دیندار ہو اور سچی معلوم ہوتی ہو تو نکاح ختم کرنا بہتر ہوگا۔

V- کسی کے نکاح میں ہونا

مسئلہ: عورت کا نکاح کسی مرد سے ہو چکا ہو تو اب طلاق لئے بغیر اور عدت پوری کئے بغیر کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا درست نہیں۔(19)

VI- کسی کی عدت میں ہونا

مسئلہ: کسی عورت کے شوہر نے طلاق دے دی یا مر گیا تو جب تک طلاق کی عدت یا مرنے کی عدت پوری نہ ہو چکے تب تک دوسرے مرد سے نکاح کرنا درست نہیں۔(20)

VII- مرد کے نکاح یا عدت میں چار عورتوں کا ہونا

مسئلہ: جس مرد کے نکاح میں چار عورتیں ہوں اب اس کا پانچویں عورت سے نکاح درست نہیں اور ان چار میں سے اگر ایک کو طلاق دے دی تو جب تک طلاق کی عدت پوری نہ ہو چکے کسی اور عورت سے نکاح نہیں

19- والساس المحرمة لحق الغير كمنكوحة الغير و معتدته (البحر الرائق ص: 92 ج 3)

20- نكاح المعتدة لايصح. (ردالمحتار ص 316 ج 2)

کرسکتا۔(21)

VIII-دین کا اختلاف

مسئلہ: کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے جائز نہیں خواہ اہل کتاب میں سے ہو یا نہ ہو۔(22)

مسلمان مرد کا عیسائی یا یہودی عورت سے نکاح

مسئلہ: کسی مسلمان مرد کا نکاح کسی ایسی کافر عورت سے جائز نہیں جو اہل کتاب میں سے نہ ہو۔(23)

مسئلہ: مسلمان مرد کا کسی اہل کتاب عورت یعنی یہودی یا عیسائی عورت سے نکاح ہو تو جاتا ہے لیکن بہت سی خرابیوں کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے۔ دو خرابیاں یہ ہیں:

1-مردوں میں عام طور سے دینداری مغلوب ہے یا سرے سے ہے ہی نہیں ۔ اس صورت میں پیدا ہونے والے بچوں پر ماں کا غلبہ ہو جاتا ہے اور بچے ماں کا دین اختیار کر لیتے ہیں ۔ مسلمان باپ کی وجہ سے بچے مسلمان ہوئے لیکن بعد میں انہوں نے ماں کا دین اختیار کر لیا تو مرتد ہوئے۔

2-خود مرد بھی عورت کے افکار و نظریات سے متاثر ہو جاتے ہیں ۔ اس لئے ان عورتوں سے نکاح کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

وصح نكاح كتابية وان كره تنزيها مومنة بنبى مرسل مقرة بكتاب منزل وان اعتقدوا المسيح الها. (درمختار ص 314 ج 2)

اس حوالہ میں کتابیہ کے ساتھ نکاح کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے جب کہ ہم نے مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ فقہاء نے حربی کتابیہ اور غیر حربی کتابیہ میں فرق کیا ہے۔ حربی کتابیہ سے نکاح کو مکروہ تحریمی لکھا ہے اور غیر حربی کتابیہ سے نکاح کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے۔

فقوله والاولى ان لا يفعل يفيد كراهة التنزيه فى غير الحربية و ما بعده يفيد كراهة التحريم. (ردالمحتار ص 314 ج 2)

اور حربی کتابیہ کے ساتھ نکاح کے مکروہ تحریمی ہونے کے یہ علل بیان کئے ہیں

و تكره الكتابية الحربية اجماعا لافتتاح باب الفتنة من امكان التعلق المستدعى للقيام معها فى دار الحرب و تعريض الولدعلى التخلق باخلاق اهل الكفر...... (رد المحتار ص 314 ج 2)

21- لا يحل للرجل ان يجمع بين اكثر من اربع نسوة (عالمگيری ص 277 ج 1)

22- لا يجوز تزوج المسلمة من مشرک و لا كتابى. (عالمگيری ص 282 ج 1)

23- لا يصح نكاح عابدة كوكب لاكتاب بها...... والمجوسية والوثنية. (درمختار ص 315 ج 2)

ان میں سے بعض امور تو اب غیر حربی کتابیہ میں بھی پائے جاتے ہیں یعنی کافروں کے سے اخلاق اختیار کرنا بلکہ اب تو اس کا تقریباً یقین ہوتا ہے کہ عورت بچوں کو اپنے دین پر کر لے گی اور اس سے بڑھ کر وہ مرد کو بھی اسلام سے بہکا دے گی کیونکہ خود مردوں میں دین سے جہالت اور لاپرواہی بے انتہا ہے۔ ایسے حالات میں مکروہ تحریمی کا حکم لگانا مناسب ہے۔ مکروہ تنزیہی تو اس وقت ہے جب مسلمان مرد خود اپنے دین میں مضبوط ہو اور اپنے ملک میں بھی مکمل اسلامی قانون نافذ ہوتا کہ بچوں کے دین واخلاق کا تحفظ ہو سکے۔

مسئلہ: بعض حضرات کے نزدیک اثنا عشری شیعہ اور منکرین حدیث اہل کتاب کے حکم میں ہیں اس لئے مذکورہ بالا دونوں وجہوں سے ان سے بھی نکاح مکروہ تحریمی ہے۔ ان کے علاوہ ایسی عورتوں سے نکاح کرنے میں اور بھی زیادہ خطرے ہیں کیونکہ یہ لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور لاعلمی کی وجہ سے عام لوگ بھی ان کو مسلمان سمجھ لیتے ہیں۔

تنبیہ: بعض مسلمان بیرون ملک کسب معاش یا تعلیم کے سلسلہ میں جاتے ہیں اور وہاں کسی مثلاً بدھ مذہب یا عیسائی عورت کو مسلمان کر کے اس سے شادی کر لیتے ہیں۔ پھر کچھ عرصے بعد اس کو طلاق دے کر یا ویسے ہی وہیں چھوڑ کر خود اپنے ملک مستقلی واپس آجاتے ہیں۔ پیچھے وہ عورت دوبارہ کفر اختیار کر لیتی ہے اور بچے ہوئے تو وہ بھی کافر بن جاتے ہیں۔ یہ بہت سخت گناہ کی بات ہے اور اس کا بڑا وبال ہے کیونکہ ان عورتوں اور بچوں کے مرتد ہونے کا سبب یہ مرد بنے۔

متفرق مسائل

مسئلہ: بے نکاحی عورت کو بدکاری سے حمل ہو اور اس حالت میں کوئی اس سے نکاح کر لے تو اس کا نکاح درست ہے لیکن بچہ پیدا ہونے سے پہلے خاوند کو صحبت کرنا درست نہیں۔ البتہ جس نے زنا کیا تھا اگر اسی سے نکاح ہوا ہو تو صحبت بھی درست ہے اور اس صورت میں اگر بچہ نکاح سے چھ مہینے بعد پیدا ہوا تو نکاح کرنے والے زانی کا سمجھا جائے گا اور ثابت النسب ہوگا۔ اور اگر بچہ نکاح سے چھ ماہ سے پہلے پیدا ہوا تو اس کا نسب ثابت نہ ہوگا۔ (24)

24- وصح نكاح حبلى من زنا ...... وان حرم وطؤها و دواعيه حتى تضع....؟ لو نكحها الزانى حل له وطؤها اتفاقا والولد له (درمختار ص 316 ج 2) اى ان جاء ت بعد النكاح لستة اشهر مختارات النوازل فلو لاقل من ستة اشهر من وقت النكاح لا يثبت النسب ولا يرث منه الا ان يقول هذا الولد منى. (رد المحتار ص 317 ج 2)

باب:5

حرمت مصاہرت (یعنی سسرالی حرمت)

حرمتِ مصاہرت سے کیا مراد ہے؟

جب کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرتا ہے تو اس کے نتیجہ میں قرآن و حدیث کی رُو سے مندرجہ ذیل رشتوں سے نکاح کرنا حرام ہو جاتا ہے:

i- اپنی ساس سے اور ساس کی دادی اور نانی وغیرہ سے۔

ii- بیوی کے ساتھ تنہائی بھی ہو چکی ہو تو سوتیلی بیٹی سے۔

iii- عورت کے لئے سوتیلے بیٹے سے۔

iv- مرد کے لیے اپنے بیٹے اور پوتے کی بیوی سے اور عورت کے لئے اپنی بیٹی اور پوتی کے شوہر سے۔

نکاح کی اس حرمت کو حرمتِ مصاہرت یا آسان لفظوں میں سسرالی حرمت کہتے ہیں۔

حرمتِ مصاہرت کے چند اور مواقع:

کسی مرد نے کسی اجنبی عورت سے زنا کیا تو اَب اُس مرد کا اُس عورت کی ماں سے اور اُس عورت کی بیٹی سے نکاح کرنا درست نہیں رہتا اور یہی حکم اُس وقت ہے جب مرد نے زنا تو نہیں کیا لیکن شہوت سے عورت کے جسم پر ہاتھ پھیرا ہو خواہ بلا حائل ہو یا ایسا باریک کپڑا بیچ میں حائل ہو جو جسم کی حرارت محسوس ہونے سے مانع نہ ہو۔ اگر عورت کا بوسہ لے یا عورت کی اندرونی شرمگاہ پر شہوت سے نظر ڈالے تو اُس کا بھی یہی حکم ہے۔

اِسی طرح اگر کسی عورت نے شہوت سے کسی مرد کو ہاتھ لگایا یا اُس کا بوسہ لیا تو اب اُس عورت کی ماں اور بیٹی سے اِس مرد کا نکاح کرنا حرام ہو جاتا ہے۔

چند اور احکام جو بدلے ہوئے حالات میں فقہ حنفی ہی کی رو سے معلوم ہوتے ہیں:

1- مرد اگر اپنی ساس سے دواعی جماع کر بیٹھے تو اپنی کسی سالی سے کبھی نکاح نہیں کر سکتا۔ اور اگر اس سے زنا کر بیٹھے تو اس حکم کے ساتھ ساتھ سزا کے طور پر اس کی بیوی بھی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔

2- مرد اگر اپنی بہو سے جماع یا دواعی جماع کر لے تو وہ بہو کی ماں سے کبھی نکاح نہیں کر سکتا۔ البتہ بہو

بیٹے کا نکاح باقی رہے گا۔

3- مرد اگر اپنی بیوی کی بیٹی سے خواہ وہ اس مرد کی اپنی ہو یا سوتیلی ہو زنا کر بیٹھے تو سزا کے طور پر اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔

4- بیٹا اپنی ماں سے کوئی غلط حرکت کر بیٹھے تو اس کے ماں باپ کا نکاح فاسد نہیں ہوگا۔

5- عورت اگر سوتیلے بیٹے سے ملوث ہو جائے تو اس عورت کا اپنا نکاح فاسد نہیں ہوگا۔

6- مرد اگر اپنی ساس یا بیٹی سے صرف دواعی جماع کا ارتکاب کر بیٹھے تو اس سے اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوتی۔

اجنبی عورت سے جماع یا دواعی جماع یعنی شہوت سے ہاتھ پھیرنا یا بوسہ لینا یا شہوت سے اندرونی شرمگاہ پر نظر ڈالنا ان سے حرمتِ مصاہرت کا ثبوت حدیث و آثار میں ہے:

i- عَنْ اَبِیْ هَانِئِی الْخَوْلَانِی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ نَظَرَ اِلٰی فَرْجِ امْرَأَةٍ لَمْ یَحِلَّ لَهٗ اُمُّهَا وَلَا بِنْتُهَا. (اعلاء السنن ص 32 ج 11)

ابو ہانی خولانی کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی عورت کی (اندرونی) شرمگاہ کی طرف دیکھا تو اُس کے لئے اُس عورت کی ماں اور بیٹی حلال نہ رہی۔

ii- عَنْ مُجَاهِدٍ اِذَا قَبَّلَهَا اَوْ لَامَسَهَا اَوْنَظَرَ اِلٰی فَرْجِهَا مِنْ شَهْوَةٍ حَرُمَتْ عَلَیْهِ اُمُّهَا وَ بِنْتُهَا. (اعلاء السنن ص 34 ج 11)

بڑے تابعی مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جب مرد کسی اجنبی عورت کا بوسہ لے یا اُس کو شہوت سے چھوئے یا شہوت سے اُس کی شرمگاہ کو دیکھے تو اُس عورت کی ماں اور بیٹی اُس مرد پر حرام ہو جاتی ہیں۔

iii- عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَالْحَسَنِ قَالَا اِذَا زَنَی الرَّجُلُ بِامْرَأَةٍ فَلَیْسَ لَهٗ اَنْ یَّتَزَوَّجَ ابْنَتَهَا وَلَا اُمَّهَا. (اعلاء السنن ص 33 ج 11)

سعید بن مسیبؒ اور حسن بصریؒ کہتے ہیں جب آدمی کسی عورت سے زنا کر لے تو وہ اُس عورت کی بیٹی اور ماں سے نکاح نہیں کر سکتا۔

iv- عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ فِیْمَنْ زَنٰی بِامْرَأَةٍ لَا یَصْلُحُ لَهٗ اَنْ یَّتَزَوَّجَ ابْنَتَهَا اَبَدًا. (اعلاء السنن ص 33 ج 11)

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور عروہ بن زبیر رحمہما اللہ کہتے ہیں جو شخص کسی عورت سے زنا کرے تو وہ اُس عورت کی بیٹی سے کبھی نکاح نہیں کر سکتا۔

نکاح کی حرمت کے اِس مسئلہ کو حنفی فقہاء نے عقلی زاویہ سے اِس طرح سے بیان کیا کہ اِس حرمت کا

اصل سبب جماع ہے اور وہ بھی اِس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ وہ زنا ہے بلکہ اِس اعتبار سے کہ وہ بچے کا سبب بنتا ہے جس سے مرد اور عورت کے درمیان جزئیت قائم ہوتی ہے۔

اس جزئیت کو اس طرح سے سمجھئے کہ جب کوئی عورت کسی غیر کے بچے کو دودھ پینے کی عمر میں دودھ پلاتی ہے تو اُس کا جزو یعنی دودھ بچے کے پیٹ میں جاتا ہے اور اس طرح سے وہ بچے کا جزو بن کر اُس کی نشوونما کا باعث بنتا ہے۔ جب عورت کا جزو بچے کے بدن کا جزو بنتا ہے تو شریعت اس جزو بدن بننے والی اور بدن کی تشکیل کرنے والی جزئیت کا اعتبار کرتے ہوئے بچے کو دُودھ پلانے والی کا جزو قرار دیتی ہے اور بچے پر خود اُس عورت کے اُصول وفروع کو حرام قرار دیتی ہے جیسا کہ وہ خود اُس عورت پر حرام تھے۔

اسی طرح جب کوئی مرد کسی بھی عورت سے جماع کرے خواہ وہ اُس کی منکوحہ ہو یا اجنبی ہو اور اس سے حمل ٹھہر جائے تو جنین عورت کا جزو ہوتا ہے اور دیگر اجزاء کی طرح جنین کو بھی عورت کے ذریعہ سے غذا ملتی ہے۔ لیکن جنین کی تشکیل میں اصل دارومدار مرد کے نطفہ کے کِرم (Sperm) پر ہوتا ہے کہ دراصل اِسی کی نشوونما سے جنین وجود میں آتا ہے۔ چونکہ نطفہ جنین کا جزو ہے اور جنین عورت کا جزو ہے اور قاعدہ ہے کہ اصل کے جزو کا جزو خود اصل کا جزو قرار پاتا ہے لہٰذا مرد کا نطفہ عورت کا جزو بدن شمار ہوگا اور اُوپر ذکر کیے گئے رضاعت کے قاعدے کے مطابق جیسے بچہ عورت کا جزو قرار پایا تھا اِسی طرح عورت مرد کا جزو قرار پائے گی اور عورت پر وہ مرد اور اُس کے اُصول وفروع حرام ٹھہریں گے جیسا کہ مرد پر اُس کے اپنے اُصول وفروع حرام ہوتے ہیں۔ لیکن اگر میاں بیوی پہلے بچے کی وجہ سے آپس میں حرام ٹھہریں تو خاندانی نظام اور توالد و تناسل کا سلسلہ مختل ہو کر رہ جائے۔ اس لیے میاں بیوی کے تعلق کو خلافِ قیاس حرمت سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔

غرض فقہاء کی عقلی توجیہ کے مطابق حرمت مصاہرت میں جو اصل معنی معتبر ہے وہ جزئیت ہے لیکن جزئیت کو ہر حال میں معلوم کرنا دُشوار ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حمل ٹھہر گیا ہو لیکن ابتدائی دنوں ہی میں عورت کو کچھ بھی معلوم ہوئے بغیر علقہ ساقط ہوگیا ہو، جیسے سفر میں قصر کرنے میں جو اصل معنی معتبر ہے وہ مشقت ہے لیکن چونکہ مشقت کو ضبط میں لانا بہت مشکل ہے اس لیے سفر کو جو کہ مشقت کا مظنہ یعنی مشقت کا موقع ہے مشقت کے قائم مقام کر کے سفر کو ہی قصر کا سبب قرار دے دیا گیا۔ اِسی طرح چونکہ جزئیت کے وقوع کو ہر حال میں ضبط کرنا مشکل ہے اس لیے جماع کو جو کہ جزئیت کے قائم ہونے کا موقع ہے جزئیت کے قائم مقام کر دیا گیا اور اس کو حرمتِ مصاہرت کا سبب قرار دے دیا گیا۔

پھر حدیث میں چونکہ اجنبی عورت میں دواعی جماع پر بھی حرمت نکاح کا حکم آیا ہے اس لیے فقہاء نے عقلی توجیہ کو اور آگے اس طرح بڑھایا کہ دواعی جماع چونکہ جماع تک پہنچاتے ہیں اور مقام احتیاط کا ہے اس لیے دواعی جماع کو جماع کے قائم مقام بنا کر اِن پر بھی وہی حکم لاگو کیا گیا جو جماع کا تھا۔

فقہاء کی ذیل کی عبارتیں اِس مضمون پر صریح ہیں:

تبیین الحقائق میں ہے:

لنا قوله تعالى ولا تنكحوا مانكح ابائكم. والنكاح هو الوطئى حقيقة ولهذا حرم على الابن ما وطى ابوه بملك اليمين وقال عليه السلام من نظر الى فرج امرأة لم تحل له امها ولا ابنتها وقال عليه السلام من مس امرأة بشهوة حرمت عليه امها و ابنتها وقال عليه السلام من نظر الى فرج امرأة لم تحل له امّها ولا ابنتها وقال عليه السلام من مس امرأة بشهوة حرمت عليه امها و ابنتها وهو مذهب عمر و عمران بن الحصين و جابر بن عبد الله وابى بن كعب و عائشة وابن مسعود و ابن عباس وجمهور التابعين...... وتثبت به حرمة المصاهرة والوطء انما صار محرما من حيث انه سبب للجزئية بواسطة ولد يضاف الى كل واحد منهما كملا...... والقياس ان تحرم الموطوئة لانها جزء ه بواسطة الولد لكن ابيحت للضرورة لانها لو حرمت عليه لادى الى فناء الاموال او ترك الزواج...... والمس بشهوة كالجماع لما روينا ولانه يفضى الى الجماع فاقيم مقامه. (زیلعی ص 106 ج 2)

ہماری دلیل یہ آیت ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ (اورتم مت نکاح کرو جن سے نکاح کیا تمہارے باپوں نے)

نکاح کا حقیقی معنی جماع ہے۔ اسی لیے باپ نے جس باندی سے جماع کیا ہو بیٹے پر وہ حرام ہو جاتی ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے جس نے کسی عورت کی (اندرونی) شرمگاہ کی طرف (شہوت سے) دیکھا اس عورت کی ماں اور اس کی بیٹی سے نکاح کرنا اس مرد پر حرام ہو جاتا ہے۔ یہ حضرات عمر، عمران بن حصین، جابر بن عبداللہ، ابی بن کعب، عائشہ، ابن مسعود، ابن عباس اور جمہور تابعین رضی اللہ عنہم کا قول ہے...... اور اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے۔ اور جماع محض اس حیثیت سے محرم بنتا ہے کہ وہ بچے کے واسطہ سے جو ماں باپ میں سے ہر ایک کی طرف کامل طور سے منسوب ہوتا ہے جزئیت کا سبب بنتا ہے...... قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ بیوی شوہر پر حرام ہو جائے کیونکہ وہ بچے کے واسطہ سے شوہر کا جزو بن گئی ہے لیکن ضرورت و مجبوری کی وجہ سے اس کو شوہر کے لئے حلال رکھا گیا ہے کیونکہ اگر وہ حرام ہو جائے تو اس سے نکاح کرنے پر خرچ کیا ہوا مال ضائع ہو جائے گا اور لوگ نکاح کرنا چھوڑ دیں گے...... اور شہوت سے چھونے کا حکم وہی ہے جو جماع کا، ہے ایک تو ذکر کردہ روایت کی رو سے اور دوسرے اس وجہ سے کہ یہ جماع تک پہنچاتا ہے لہٰذا یہ جماع کے قائم مقام ہے۔

ہدایہ میں ہے:

و من زنی بامرأة حرمت علیه امها وبنتها...... ولنا ان الوطء سبب الجزئية بواسطة الوالد حتى يضاف الى كل واحد منهما كملا فتصير اصولها وفروعها كاصوله وفروعه وكذلك على العكس و الاستمتاع بالجزء حرام الا فی موضع الضرورة وهی الموطوئة. والوطء محرم من حيث انه سبب للولد...... ومن مسه امرأة بشهوة حرمت علیه امها وبنتها...... لنا ان المس والنظر سبب داع الى الوطء فيقام مقامه فی موضع الاحتياط.

جس مرد نے کسی عورت سے زنا کیا تو اس عورت کی ماں اور بیٹی اس مرد پر حرام ہو جاتی ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جماع بچے کے واسطے سے جزئیت کا سبب بنتا ہے۔ اس وجہ سے بچہ ماں باپ میں سے ہر ایک کی طرف کامل طور سے منسوب ہوتا ہے اور عورت کے اصول وفروع مرد پر اس کے اپنے اصول وفروع کی طرح ہو جاتے ہیں اور ایسے ہی عورت کے حق میں ہوتا ہے۔ اور اپنے جزو سے استمتاع حرام ہے مگر جہاں مجبوری ہو جیسے اپنی بیوی میں۔ اور جماع محرم ہے اس حیثیت سے کہ وہ بچے کا سبب ہوتا ہے...... اور جس مرد کو کسی عورت نے شہوت سے چھوا ہو تو اس عورت کی ماں بیٹی بھی اس مرد پر حرام ہو جاتی ہیں...... ہماری دلیل یہ ہے کہ شہوت سے چھونا اور دیکھنا جماع کا سبب داعی ہوتا ہے اس لیے مقام احتیاط میں اس کو جماع کے قائم مقام رکھا جاتا ہے۔

عنایہ میں ہے:

لنا ان الوطء سبب الجزئية و تقريره الولد جزء من هو من مائه والاستمتاع بالجزء حرام. اما ان الولد جزء من هو منه فلان سبب الجزئية موجود وهو الوطء فانه سبب للجزئية من الوالدين والولد لا محالة وكذا بين الوالدين بسبب الولد حتى يضاف الى كل واحد منهما كملا يقال ابن فلان وابن فلانة...... ومن مسته امرأة بشهوة بيان ان الاسباب الداعية الى الوطء فی اثبات الحرمة كالوطء فی اثباتها.

فتح القدیر میں ہے:

والجواب ان العلة هو الوطء السبب للولد وثبوت الحرمة بالمس ليس الا لكونه سببا لهذا الوطء...... وقولنا قول عمر وابن مسعود وابن عباس فی الاصح وعمران بن الحصين وجابر وابی وعائشة وجمهور التابعين كالبصری والشعبی والنخعی والاوزاعی وطاؤس وعطاء ومجاهد وسعيد بن المسيب وسليمان بن يسار والثوری واسحاق بن راهويه...... وقد بينا فيه الغاء وصف زائد على كونه وطأ وظهر ان حديث الجزئية واضافة الولد الى كل منهما كملا لا يحتاج اليه فی تمام الدليل الا ان الشيخ ذكره بيانا لحكمة العلة يعنی ان

الحکمة فی ثبوت الحرمة بھذا الوطء کونه سببا للجزئیة بواسطةِ الولد المضاف الی کل منھما کملا وھو ان انفصل فلا بد من اختلاط ماء ولا یخفی ان الاختلاط لا یحتاج تحققه الی الولد والا لم تثبت الحرمة بوطء غیر معلق والواقع خلافه فتضمنت جزؤہ...... ومن مسته امرأة بشھوۃ...... ثم رأیت عن ابی یوسف انه ذکر فی الامالی ما یفید ذالک قال امرأة قبلت ابن زوجھا وقالت کانت عن شھوۃ ان کذبھا الزوج لا یفرق بینھما ولو صدقھا وقعت الفرقة.

نورالانوار میں ہے:

وعندنا کما تثبت بالنکاح تثبت بالزنا ودواعیه من القبلة واللمس والنظر الی الفرج الداخل بشھوۃ و ذالک لان دواعی الزنا مفضیة الی الزنا والزنا مفض الی الولد والولد ھو الاصل فی استحقاق الحرمات ای یحرم علی الولد اولا اب الواطی وابنه اذا کانت انثی وام الموطوئة وبنتھا اذا کان ذکرا ثم تتعدی من الولد الی طرفیه فتحرم قبیلة المراۃ علی الزوج وقبیلة الزوج علی المرأۃ لان الولد انشأ جزئیة واتحادا بینھما. (ص 66)

اور ہمارے نزدیک حرمت مصاہرت جیسے نکاح سے ثابت ہوتی ہے اسی طرح زنا سے اور دواعی زنا مثلاً بوسہ لینے اور اندرونی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھنے سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ زنا کے دواعی زنا تک پہنچاتے ہیں اور زنا بچے تک پہنچاتا ہے۔ اور حرمتوں کے استحقاق میں اصل مدار بچے پر ہوتا ہے یعنی اگر بچی ہو تو اس پر اولا جماع کرنے والے کا باپ اور بیٹا حرام ہوتے ہیں اور اگر لڑکا ہو تو جماع کرنے والی عورت کی ماں اور بیٹی اس پر حرام ہوتی ہیں۔ پھر بچے سے حرمت اس کے ماں باپ کی طرف متعدی ہوتی ہے اور بیوی کے رشتہ دار شوہر پر اور شوہر کے رشتہ دار بیوی پر حرام ہو جاتے ہیں کیونکہ بچے نے ان کے درمیان جزئیت اور اتحاد کو پیدا کیا ہے۔

جو بات ہم نے اُوپر ذکر کی ہے اب ہم اس پر ہونے والے اعتراضوں کا جواب دیتے ہیں۔

پہلا اعتراض:

تم نے یہ کہا ہے کہ حرمتِ مصاہرت میں اصل معنی جو معتبر ہے وہ جزئیت ہے اِس طرح سے تم نے جزئیت کو اصل علت بنا دیا ہے حالانکہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں جزئیت کے حکمت ہونے کی تصریح کی ہے اور حکم کا مدار علت پر ہوتا ہے نہ کہ حکمت پر۔

ابن ہمام رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الا ان الشیخ ذکرہ بیانا لحکمة العلة یعنی ان الحکمة فی ثبوت الحرمة بھذا الوطء کونه سببا للجزئیةِ بواسطة الولد.

(صاحب ہدایہ نے اس کو علت کی حکمت کے بیان کرنے میں ذکر کیا ہے جو یہ ہے کہ اس وطی سے جو حرمت ثابت ہوتی ہے وہ اس وجہ سے کہ وہ وطی بچے کے واسطہ سے جزئیت کا سبب ہے)۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ ایک ہے حکم کی حکمت اور ایک ہے علت کی حکمت۔ حکم کی حکمت کا ترتب تو حکم پر ہوتا ہے اور حکم کا مدار واقعی اِس پر نہیں، علت پر ہوتا ہے۔ لیکن جو علت کی حکمت ہوتی ہے وہ مختلف چیز ہے۔ علت کا تحقق اُسی وقت ہوتا ہے جب وہ حکمت پائی جا رہی ہو یا اُس کا احتمال ہو۔ اگر کہیں اس حکمت کا احتمال ہی نہ ہو تو علت کا تحقق بھی نہ ہوگا۔

ابن ہمام رحمہ اللہ کی عبارت کو دوبارہ ملاحظہ کیا جائے:

ان الشيخ ذكره بيانا لحكمةِ العلة يعني ان الحكمة في ثبوت الحرمة بهذا الوطء كونه سببا للجزئية بواسطة الولد.

صاحبِ ہدایہ نے اِس کو علت کی حکمت کے بیان کرنے میں ذکر کیا ہے جو یہ ہے کہ اس وطی سے جو حرمت ثابت ہوتی ہے وہ اس وجہ سے کہ وہ وطی بچے کے واسطہ سے جزئیت کا سبب ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ وطی سے جو حرمت ثابت ہوتی ہے تو اس حکمت سے کہ وہ جزئیت کا سبب ہے اور یہاں حکمت سے مراد وہ اثر نہیں جو حکم پر مترتب ہوتا ہے بلکہ مراد وہ معنی ہے جو وطی کے علت ہونے میں مؤثر ہے۔ لہٰذا مطلب یہ بنے گا کہ وطی سے حرمت ثابت ہونے میں مؤثر یہ ہے کہ وہ جزئیت کا سبب ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جہاں وطی کے جزئیت کا سبب بننے کا احتمال ہو وہاں وطی کو حرمت مصاہرت کی علت مانا جائے گا اور جہاں یہ احتمال نہیں ہے وہاں اس کو حرمت کی علت نہیں مانا جائے گا۔

مثلاً آدمی اپنی بیٹی سے وطی کر بیٹھے تو چونکہ اس کی بیٹی تو پہلے ہی سے اس کا جزو حقیقی ہے اس لیے وطی سے اُس میں جزئیت پیدا ہونے کا احتمال نہیں لہٰذا بیٹی سے وطی کی وجہ سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر بیٹا اپنی ماں سے زنا کر بیٹھے تو بیٹا تو اپنی ماں کا مِنْ کُلِّ الْوَجْہِ جزو ہے اور یہ ممکن نہیں کہ اس کی ماں اس کا جزو بن سکے۔ لہٰذا اِس میں بھی حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔ ہاں اجنبی عورت میں جزئیت کا احتمال ہے اِس میں حرمت مصاہرت ثابت ہوگی۔

دوسرا اعتراض

تم نے اُوپر کہا ہے کہ جیسے سفر کو مشقت کا مظنہ (موقع) سمجھ کر سفر کو قصر کے لئے علت بنا لیا گیا۔ اسی طرح جزئیت کے مظنہ کی وجہ سے وطی کو حرمت کا سبب بنایا گیا ہے اور سفر میں تو تم ایسی کوئی تفصیل نہیں کرتے تو وطی میں کیوں کرتے ہو؟

جواب: ہم کہتے ہیں کہ سفر شرعی کے ہر فرد میں مشقت کا احتمال موجود ہے جب کہ جیسا کہ ہم نے

مثالوں سے واضح کیا ہے ہر ہر وطی میں جزئیت کا احتمال موجود نہیں ہے اِس وجہ سے ہم وطی میں تفصیل کرتے ہیں کہ ایک وہ وطی ہے جس میں اُس کی وجہ سے جزئیت کے پائے جانے کا ل احتمال ہے اور دوسری وہ ہے جس میں یہ احتمال موجود نہیں کیونکہ جزئیت پہلے سے موجود ہے۔

تیسرا اعتراض

تم نے حدیث کے الفاظ مَنْ زَنٰی بِامْرَأَةٍ میں بِامْرَأَةٍ کا ترجمہ اجنبی عورت سے کیا ہے حالانکہ حدیث میں اجنبی کی قید نہیں ہے بلکہ وہ مطلق ہے اور ہر عورت کو شامل ہے خواہ وہ اپنی منکوحہ ہو یا بیٹے کی منکوحہ ہو یا اپنی بیٹی ہو یا اجنبی ہو۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ حدیث میں اِمْـرَأَةٌ کو مطلق مان کر ہر قسم کی عورت مراد لینا درست نہیں ہے کیونکہ مرد کسی عورت سے نکاح کرے تو نکاح ہوتے ہی اُس عورت کی ماں یعنی مرد کی ساس مرد پر حرام ہو جاتی ہے بعد میں مرد اپنی بیوی سے جماع کرے یا دواعی جماع کرے تو اس سے ساس میں کوئی مزید حرمت نہیں آتی جب کہ حدیث میں اُس حرمت کا ذکر ہے جو جماع یا دواعی جماع سے آئے۔ اسی طرح اگر معاذ اللہ بیٹا اپنی ماں سے بدفعلی کرے تو اس سے اُس کی اپنی نانی اور اپنی بہن میں مزید حرمت نہیں آئے گی بلکہ حرمت تو پہلے سے موجود ہے۔

پھر فقہاء نے جزئیت والی جو حکمت ذکر کی ہے اُس سے بھی اِس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ بیٹی اور ماں کا ذکر ہم اُوپر کر چکے ہیں کہ اِن میں وطی کی وجہ سے جزئیت پائے جانے کا احتمال ہی نہیں ہے۔

اسی طرح بہو میں بیٹے کی جزئیت پہلے ہی قائم ہے جو خود اپنا جزو ہے، تو بہو بھی اپنا جزو بنی۔ جب اس میں جزئیت پہلے سے موجود ہے تو وہ اپنے تحقق میں سسر سے وطی کی محتاج نہیں رہی اور وطی سے جزئیت پیدا ہونے کا احتمال نہیں رہا لہٰذا سسر بہو سے وطی کرے تو حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

بیوی میں اپنی جزئیت وطی یا دواعی وطی سے ثابت ہو چکی۔ شوہر جب اپنی ساس سے وطی کرے گا تو ساس میں جزئیت آئے گی اور ساس کی اور بیٹیاں یعنی اس کی سالیاں ساس کا جزو ہونے کی وجہ سے حرام ہو جائیں گی لیکن اپنی بیوی جزئیت اور حرمتِ مصاہرت کی وجہ سے حرام نہیں ہوگی کیونکہ اُس میں اِس شخص کی جزئیت براہ راست موجود ہے جو مضر نہیں تو بالواسطہ جزئیت کیسے مضر ہوگی۔ بالفاظ دیگر جب بیوی میں جزئیت پہلے سے موجود ہے تو ساس سے وطی کرنے سے بیوی میں جزئیت پیدا ہونے کا احتمال نہیں ہے۔

اس پر اگر کوئی کہے کہ ہم ایسی مثال پیش کرتے ہیں جہاں دو دفعہ جزئیت آتی ہے یعنی یہ کہ ایک شخص کی دو بیویاں ہیں ایک بڑی بالغ اور ایک چھوٹی دو سال سے کم عمر کی۔ اب بڑی بیوی نے اپنی شیر خوار سوکن کو اپنا دودھ پلا دیا تو رضاعت سے قائم ہونے والی جزئیت سے شیر خوار بیوی شوہر پر حرام ہو جاتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شیر خوار بچی قابل شہوت ہی نہیں ہے لہٰذا جماع اور دواعی جماع سے حاصل ہونے والی جزئیت کا اس میں سرے سے احتمال ہی نہیں ہے۔ البتہ محض رضاعت کی وجہ سے جزئیت پائی گئی اور اس سے وہ شیر خوار بیوی شوہر پر حرام ہوگئی اور بڑی اس وجہ سے حرام ہوگی کہ وہ شیر خوار بیوی کی ماں بن گئی اور یہ ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ ساس میں حرمت بیوی سے وطی یا دواعی وطی پر موقوف نہیں ہے۔

چوتھا اعتراض

تم نے شروع میں علامہ زیلعیؒ کی تبیین الحقائق سے یہ نقل کیا ہے۔

لناقوله تعالیٰ وَلَا تَنۡكِحُوۡا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ والنكاح هو الوطئی حقيقة.

جب آیت میں نکاح سے مراد جماع ہے تو مطلب یہ ہوا کہ تمہارے باپ جس عورت سے جماع کریں تم اس سے جماع نہ کرو۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی بہو سے جماع کر بیٹھے تو اس کے بیٹے کے لئے اپنی بیوی سے جماع کرنا حرام ٹھہرا اور اس میں حرمت مصاہرت ثابت ہوئی۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ راجح یہ ہے کہ آیت میں مذکور نکاح سے عقد نکاح مراد ہو جماع مراد نہ ہو۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

1- یہ محرمات نکاح کا بیان ہے اور شان نزول بھی باپ کی منکوحہ سے نکاح کے واقعات تھے جو دور جاہلیت میں مروج تھے۔

(وَلَا تَنۡكِحُوۡا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمۡ) شروع فی بیان من یحرم نکاحها من النساء و من لا یحرم بعد بیان کیفیة معاشرة الازواج...... و انما خص هذا النکاح بالنهی ولم ینظم فی سلک نکاح المحرمات الآتیة مبالغة فی الزجر عنه حیث کان دیدنا لهم فی الجاهلیة. اخرج ابن سعد عن محمد بن کعب قال کان الرجل اذا توفی عن امرأته کان ابنه احق بها ان ینکحها ان شاء ان لم تکن امه او ینکحها من شاء. فلما مات ابو قیس بن الاسلت قام ابنه حصن فورث نکاح امراته ولم ینفق علیها و لم یورثها من المال شیئا فاتت النبی ﷺ فذکرت ذلک له فقال ارجعی لعل الله تعالیٰ ینزل فیک شیئا فنزلت (ولا تنکحوا) الآیة و نزلت ایضا (لا یحل لکم) الخ و ذکر الواحدی وغیره انها نزلت فی حصن المذکور و فی الاسود بن خلف تزوج امرأة ابیه و فی صفوان بن امیة بن خلف تزوج امرآة ابیه فاختة بنت الاسود بن المطلب و فی منظور بن ریان تزوج امرأة ابیه ملیکة بنت خارجة. (روح المعانی ص 245 الجزء الرابع)

2- باپ کی منکوحہ یعنی سوتیلی ماں سے نکاح اور جماع کی حرمت اس وقت بھی ہے جب باپ نے اپنی

منکوحہ سے جماع نہ کیا ہو بلکہ خلوت بھی نہ کی ہو۔ اگر آیت میں نکاح سے جماع مراد ہو تو اس دلیل سے باپ کی وہ منکوحہ نکل جائے گی جس کے ساتھ صحبت اور خلوت نہ ہوئی ہو۔ حالانکہ و یستقل فی اثبات هذه الحرمة نفس النكاح اعنی العقد ان كان صحيحا ولا يشترط الدخول و الى ذلک ذهب ابن عباس. (روح المعانی ص 24 الجزء الرابع)

3- علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ کہتے ہیں۔

فالحاصل ان الاولى ان النكاح فی الآية للعقد كما هو المجمع عليه ويستدل لثبوت حرمة المصاهرة بالوطء الحرام بدليل آخر. (البحر الرائق ص 94 ج 3)

(حاصل یہ ہے کہ آیت میں نکاح سے عقد نکاح مراد ہونا اولی ہے جیسا کہ اور حضرات کا اس پر اتفاق ہے اور زنا سے حرمت مصاہرت کے ثبوت پر کسی اور دلیل سے استدلال کیا جائے)۔

آیت سے متعلق بحث کو مکمل کرنے کے لئے اب ہم اس بات کو دیکھتے ہیں کہ باپ اگر اپنی بہو سے زنا کر بیٹھے تو کیا بیٹے پر اپنی بیوی سے جماع کرنے کی حرمت دلالۃ النص سے ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ بیان القرآن میں فرماتے ہیں:

''نکاح شرعاً حکم وطی میں ہے جب باپ کی موطوءہ حکمیہ سے نکاح حرام ہے تو جو اس کی موطوءہ حقیقیہ ہوگی گو بلا نکاح ہو اس سے بدرجہ اولی نکاح حرام ہے اور یہی مذہب ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا کہ جس عورت سے باپ نے زنا کیا ہو اس سے بیٹا نکاح نہیں کرسکتا۔''

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جس عورت سے باپ نے صرف نکاح کیا ہو صحبت نہ کی ہو بیٹے کے لئے اس سے نکاح کی حرمت عبارۃ النص سے ثابت ہے جب کہ جس سے باپ نے صحبت کی ہو خواہ نکاح کر کے یا بغیر نکاح کیے بیٹے کے لئے اس سے نکاح کرنے کی حرمت دلالۃ النص سے ثابت ہے۔ یہاں حکم نکاح کرنے کی حرمت ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اس کو دلالۃ النص کی مثال بنانے میں کچھ تکلف ہے کیونکہ محض لغت کا جاننے والا کیسے سمجھے گا کہ نکاح حکم وطی میں ہے حالانکہ دلالۃ النص سے استدلال وہ شخص بھی کرسکتا ہے جو شرعی اصطلاح سے واقف نہ ہو جب کہ مولانا رحمہ اللہ خود لکھتے ہیں کہ نکاح شرعاً (یعنی شریعت کی رو سے یا شریعت کی اصطلاح میں) حکم وطی میں ہے۔ علاوہ ازیں نکاح ایک جائز تعلق ہے جب کہ زنا ناجائز تعلق ہوتا ہے۔ جائز تعلق کو احترام حاصل ہوتا ہے جب کہ ناجائز تعلق کو احترام حاصل نہیں ہوتا۔

بعض حضرات نے مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی اس عبارت سے متاثر ہو کر دلالۃ النص سے یوں استدلال کیا کہ باپ کی منکوحہ سے بیٹے کا نکاح کرنا حرام ہے تو باپ کی موطوءہ حقیقیہ مثلاً بہو جس سے باپ نے زنا

کیا ہو بیٹے کے لئے اس سے جماع کرنا بطریق اولیٰ حرام ہوگا کیونکہ حرمت کے اثر میں جماع کرنا بنسبت عقد نکاح کے اقوی ہے۔ یہ استدلال باطل ہے۔ استدلال میں حکم میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ دیکھئے فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

مثال دلالة الكلام انا اوجبنا الكفارة على من افطر بالاكل والشرب بدلالة النص ... و بيانه ان سوال السائل و هوقوله واقعت امرأتى فى شهر رمضان وقع عن الجناية والمواقعة ليست بجناية بل هو اسم لفعل واقع على محل مملوك الا ان معنى هذا الاسم لغة من هذا السائل هو الفطر الذى هو جناية و انما اجاب رسول الله ﷺ عن حكم الجناية فكان بناء على معنى الجناية من ذلك الاسم والمواقعة آلة الجناية فاثبتنا الحكم بذلك المعنى بعينه فى الاكل لانه فوقه فى الجناية لان الصبر عنه اشد و الدعوة اليه اكثر فكان اقوى فى الجناية (اصول البزدوى على هامش كشف الاسرار ص 221 ج 2)

و من ذلك ان النص فى عذر الناسى ورد فى الاكل والشرب ويثبت حكمه فى الوطئ دلالة. (ايضا ص 224 ج 2)

علاوہ ازیں خود یہ حضرات بھی لکھتے ہیں کہ "جب آیت لاتنكحوا مانكح ابائكم میں ضعیف کے لیے ایک حکم ثابت ہے تو قوی کے لئے بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا۔ اور یہی دلالۃ النص ہے۔" خود ان کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جب ضعیف یعنی باپ کی منکوحہ میں نکاح کی حرمت کا حکم ثابت ہے تو قوی یعنی باپ کی موطوءہ کے لئے وہی نکاح کی حرمت کا حکم بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا یہ نہیں کہ اصل حکم یعنی نکاح کی حرمت کے بجائے قوی اور مغائر حکم یعنی وطی کی حرمت ثابت ہوگی۔

ii- کیا آیت میں نفی کی وجہ سے نکاح میں عموم مشترک ہے یا جمع بین الحقیقۃ والمجاز ہے

علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے اگرچہ یہ بات کہی ہے لیکن صاحب بحر نے اس بات کو ضعیف بتایا ہے۔

وقول الزيلعى ان الآية تتناول منكوحة الاب وطأ و عقدا صحيحا و ان كان فيه جمع بين الحقيقة والمجاز لانه نفى و فى النفى يجوز الجمع بينهما كما يجوز فى المشترك ان يعم جميع معانيه فى النفى اه ضعيف فى الاصول والصحيح انه لا يجوز الجمع بينهما لا فى النفى ولا فى الاثبات ولا عموم للمشترك مطلقا. قال الاكمل التقرير والحق ان النفى لما اقتضاه لاثبات فان اقتضى الاثبات الجمع بين المعنيين فالنفى كذلك. (البحر الرائق ص 94 ج 3)

اس پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے نفی میں عموم مشترک کو مختار کہا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

وقیل فی النفی فقط و علیه فرع فی وصایا الهدایة. و فی المبسوط حلف لا اکلم مولاک وله اعلون و اسفلون ایهم کلم حنث لان المشترک فی النفی یعم و هو المختار. (التحریر لابن الهمام)

لیکن ابن ہمام رحمہ اللہ کی بات سے اتفاق مشکل ہے کیونکہ جب کوئی کہے **لیس بھا قرء** (وہ حیض میں مبتلا نہیں ہے) تو یہ ممکن نہیں کہ وہ طہر میں بھی نہ ہو۔

اسی طرح جب کوئی کہے کہ **ما رایت ملکا قط** (میں نے کبھی فرشتہ نہیں دیکھا) تو اس کو یہ لازم نہیں کہ ملک کا مجازی معنی یعنی نیک سیرت انسان بھی حقیقی معنی کے ساتھ جمع ہو۔

اسی لیے بحر العلوم رحمہ اللہ لکھتے ہیں

ولا یخفی انه لیس حینئذ من عموم المشترک فی شیٔ بل ارادة معنی مجازی واقع تحت النفی فیعم و لعل هذا هو مراد صاحب الهدایة. (فواتح الرحموت ص 202 ج 1) مع المستصفی.

ماقبل کی بحث کا خلاصہ:

1- حرمتِ مصاہرت صرف اُس وطی (جماع) سے آتی ہے جس سے جزئیت پیدا ہونے کا احتمال ہو۔ ایسا صرف اجنبی عورت میں ہے۔ ساس، بہو، بیٹی اور ماں سے وطی کرنے سے حرمتِ مصاہرت نہیں آتی کیونکہ ان میں وطی کی وجہ سے جزئیت پائے جانے کا احتمال نہیں ہے۔

2- چونکہ حدیث میں اجنبی عورت سے دواعی وطی سے بھی اُس کی ماں بیٹی کی حرمت کا ذکر ہے اس لیے فقہاء نے عقلی توجیہ کو وسعت دے کر دواعی وطی کو وطی کے قائم مقام کیا وہ بھی ہم تسلیم کرتے ہیں۔

غرض اجنبی عورت کے ساتھ وطی پائی جائے یا دواعی وطی پائے جائیں اس کی ماں بیٹی سے وہ مرد نکاح نہیں کرسکتا۔ اتنی بات طے شدہ ہے۔

محرموں کے ساتھ وطی یا دواعی پائے جانے میں کیا حکم ہوگا؟

ہم یہ بات پہلے ہی صراحت کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس شق میں ہمیں فقہائے حنفیہ سے اختلاف ہوا ہے اگرچہ یہ چھوٹا منہ بڑی بات ہے لیکن اول تو ہم نے فقہائے حنفیہ کے اصول اور ان ہی کی تعلیل کی پیروی کی ہے پھر اُنہوں نے احتیاط کے پہلو کی طرف زیادہ توجہ کی ہے جو ان کے دور کے حالات کے زیادہ موافق تھا جب کہ ہمارے دور کے بدلے ہوئے حالات میں وہ احتیاط اب زحمت کا باعث بننے لگی ہے اس لیے ہمارے اختلاف کو حالات کے تغیر پر محمول کیا جائے اور حاشا وکلا ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں کہ ہم ان کی تنقیص وتحقیر

کریں بلکہ ہمارا خیال ہے کہ ان حضرات کو اگر ہمارے جیسے حالات سے واسطہ پڑتا تو شاید وہ بھی اسی طرح مسئلہ کو بیان کرتے۔

فقہائے حنفیہ کے پیش نظر چونکہ احتیاط تھی لہٰذا انہوں نے سابقہ حدیثوں میں جن میں یہ ذکر ہے کہ مَنْ زَنٰی بِامْرَأَةٍ یعنی جو کوئی کسی عورت سے وطی یا دواعی وطی کرے اُس عورت کی ماں بیٹی اُس مرد پر حرام ہو جاتی ہیں۔ اِمْرَأَةٍ سے اجنبی عورت نہیں بلکہ کسی بھی عورت کو مراد لیا ہے خواہ وہ اجنبی ہو یا مرد کی محرم ہو۔ اور وہ کہتے ہیں کہ آدمی جب اپنی ساس سے جماع کرتا ہے تو ساس میں اس کی جزئیت آجاتی ہے اور ساس کی تمام لڑکیاں چونکہ اُس کا جزو ہیں لہٰذا وہ سب اس مرد کا بھی جزو بن جاتی ہیں اور نتیجہ میں مرد کی سالیاں اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہیں اور اپنی بیوی کے ساتھ اس کا نکاح فاسد ہو جاتا ہے۔

اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ مرد جب اپنی بہو سے وطی یا دواعی وطی کرتا ہے تو وہ اس کا جزو بن جاتی ہے اور اس طریقہ سے اُس کی بہو اُس کے بیٹے کی بہن بن جاتی ہے اور اپنے شوہر پر حرام ہو جاتی ہے۔

اور جو روایات و آثار ہم آگے ذکر کریں گے جن کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص اپنی ساس سے زنا کر بیٹھے اُس پر اُس کی ساس کے ساتھ اُس کی بیوی بھی حرام ہو جاتی ہے اِن کو وہ محض تائید کے طور پر لیتے ہیں۔

پھر وہ احتیاط کے ضابطہ کے تحت محرم میں بھی دواعی وطی کو وطی ہی کا حکم دیتے ہیں۔ یہ بات مندرجہ ذیل جزئیات سے عیاں ہے:

i- قال ابو یوسف: امرأة قبلت ابن زوجها وقالت کان من شھوة ان کذبھا الزوج لا یفرق بینھما ولو صدقھا وقعت الفرقة.

عورت نے اپنے سوتیلے بیٹے کا بوسہ لیا اور کہا کہ ایسا شہوت سے کیا ہے اگر شوہر عورت کو جھوٹا بتائے تو ان کے درمیان تفریق نہ کی جائے گی اور اگر سچا بتائے تو تفریق واقع ہوگی۔

ii- رات کو اپنی بیوی کو جگانے کے لئے اُٹھا مگر غلطی سے لڑکی پر ہاتھ پڑ گیا یا ساس پر ہاتھ پڑ گیا اور بیوی سمجھ کر شہوت سے اُس پر ہاتھ پھیرا تو اَب وہ مرد و عورت ایک دوسرے پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئے۔ اب کوئی صورت جائز ہونے کی نہیں ہے اور مرد پر لازم ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے۔ (بہشتی زیور)

iii- کسی لڑکے نے اپنی سوتیلی ماں پر بدنیتی سے ہاتھ ڈال دیا تو اب وہ عورت اپنے شوہر پر بالکل حرام ہوگئی۔ اَب کسی صورت سے حلال نہیں ہوسکتی اور اگر سوتیلی ماں نے سوتیلے لڑکے کے ساتھ ایسا کیا تب بھی یہی حکم ہے۔ (بہشتی زیور)

iv- بیوی اپنے شوہر کے اصول و فروع مثلاً سسر کے ساتھ کوئی فعل موجب حرمتِ مصاہرت کر بیٹھے یا سسر نے اِس قسم کے فعل کا ارتکاب کیا ہو تو ان صورتوں میں یہ بیوی اپنے اس خاوند پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے

حرام ہو جاتی ہے۔خواہ یہ افعال کسی نے دانستہ کیے ہوں خواہ بھول چوک میں ہو گئے ہوں ہر حال میں ایک حکم ہے۔(حیلہ ناجزہ)

ہم کہتے ہیں جیسا کہ ہم اُوپر واضح کر چکے ہیں کہ محرم میں وطی سے جزئیت کے پیدا ہونے کا احتمال ہی نہیں ہے۔لہٰذا ان میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہی نہ ہو گی نہ وطی سے اور نہ دواعی وطی سے۔

لیکن آثار میں ہمیں یہ ملتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ساس یا اپنی بیوی کی بیٹی سے خواہ وہ اپنی ہو یا سوتیلی ہو زنا کر بیٹھے تو اُس کی بیوی بھی اُس پر حرام ہو جاتی ہے۔

i- عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَیْنِ ﷺ قَالَ فِیْمَنْ فَجَرَ بِاُمِّ امْرَأَتِهٖ حَرُمَتَا عَلَیْهِ. (اعلاء السنن ص30 ج11)

حضرت عمران بن حصین ﷺ کہتے ہیں جو شخص اپنی ساس سے بدکاری و زنا کرے اُس پر اُس کی ساس اور اُس کی بیوی دونوں حرام ہو جاتی ہیں۔

ii- ذَکَرَ الثَّوْرِیُّ فِیْ جَامِعِهٖ مِنْ طَرِیْقِهٖ وَلَفْظُهٗ اَنَّ رَجُلًا قَالَ اِنَّهٗ اَصَابَ اُمَّ امْرَأَتِهٖ فَقَالَ لَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍ حَرُمَتْ عَلَیْکَ امْرَأَتُکَ وَ ذٰلِکَ بَعْدَ اَنْ وَلَدَتْ مِنْهُ سَبْعَةَ اَوْلَادٍ کُلُّهُمْ بَلَغَ مَبْلَغَ الرِّجَالِ. (اعلاء السنن ص 33 ج 11)

فتح الباری میں جامع سفیان ثوری سے مذکور ہے کہ ایک شخص نے آکر بتایا کہ وہ اپنی ساس سے زنا کر بیٹھا ہے۔اس سے حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ نے کہا کہ تمہاری بیوی تم پر حرام ہو گئی ہے۔یہ قصہ اُس وقت ہوا جب کہ اُس شخص کے اُس بیوی سے سات لڑکے تھے جو سب بلوغت کو پہنچ چکے تھے۔

اگرچہ حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ اِذَا زَنٰی بِهَا لَا تَحْرُمُ (بخاری) کوئی شخص اپنی ساس سے زنا کر بیٹھے تو اُس کی بیوی اُس پر حرام نہیں ہوتی۔لیکن اس قاعدے کے تحت کہ محرم کو مبیح پر ترجیح ہوتی ہے اِن کے حرمت والے قول کو اختیار کیا جائے گا۔

iii- عَنْ اِبْرَاهِیْمَ وَ عَامِرِ الشَّعْبِیِّ فِیْ رَجُلٍ وَقَعَ عَلٰی اُمِّ امْرَأَتِهٖ قَالَا حَرُمَتَا عَلَیْهِ کِلْتَاهُمَا. (اعلاء السنن ص 31 ج 11)

ابراہیم نخعی اور عامر شعبی رحمہما اللہ کہتے تھے جو شخص اپنی ساس سے زنا کر بیٹھے اس پر اس کی بیوی اور ساس دونوں حرام ہو جاتی ہیں۔

iv- عن ابن جریج سمعت عطاء یقول اذا زنی رجل بام امرأته او بنتها حرمتا علیه جمیعا (اعلاء السنن ص 33 ج11)

ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے عطاء رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنی ساس یا بیوی کی

بیٹی سے زنا کرے تو ساس اور بیٹی کے ساتھ بیوی بھی حرام ہو جاتی ہے۔

مذکورہ صورت میں بیوی کے حرام ہونے کی کیا وجہ ہے؟

اب دیکھنا یہ ہے کہ مذکور صورت میں بیوی کس وجہ سے حرام ہوئی ہے۔ چونکہ حرمتِ مصاہرت کی تو اس میں کچھ گنجائش نہیں لہٰذا ہمارے پاس صرف ایک ہی وجہ رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ شریعت نے اِس کو تعزیر کے طور پر حرام کیا ہے۔ منکوحہ کی ماں اور بیٹی دونوں شوہر پر حرام تھیں۔ جب اس نے اس حرمت کا لحاظ نہیں رکھا تو شریعت نے اُس کے لئے یہ سزا تجویز کی کہ اس کی اپنی منکوحہ کو اِس پر حرام کر دیا۔

چونکہ یہ حکم خلاف قیاس ہے لہٰذا اِس پر دوسرے محرموں کے ساتھ وطی یا دواعی وطی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا اس لیے اگر کوئی شخص معاذ اللہ اپنی سگی ماں یا اپنی بہو کے ساتھ وطی یا دواعی وطی میں سے کچھ کر بیٹھے تو اگر چہ یہ سخت گناہ کے کام ہیں لیکن ان سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔

اعتراض: ساس اور سوتیلی بیٹی میں حرمت کا خیال [illegible] ا ہوئی تو دلالت النص سے ثابت ہوا کہ بہو سگی بیٹی اور ماں میں حرمت کا لحاظ نہ رکھنے پر بھی [illegible]

اس کا جواب یہ ہے کہ ساس اور سوتیلی بیٹی [illegible] زنا یعنی شوہر کو سزا ملتی ہے کہ اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے جب کہ بہو اور ماں سے [illegible] رنے پر سزا دوسرے کو ملتی ہے مرتکب کو نہیں۔

تنبیہ: چونکہ محرموں میں وطی سے [illegible] کے پیدا ہونے کا احتمال ہی نہیں ہے اس لیے دواعی وطی سے حرمتِ مصاہرت بطریق اولیٰ ثابت نہ ہوگی۔ علاوہ ازیں وہ سزا جو شریعت نے کامل جنایت پر رکھی ہے اس کو ناقص جنایت پر جاری کرنا عقل و نقل کے بھی خلاف ہے۔

حاصل کلام:

1- مرد اگر کسی اجنبی عورت سے جماع یا دواعی جماع کر بیٹھے تو اُس عورت کی ماں یا بیٹی سے کبھی نکاح نہیں کر سکتا۔

2- مرد اگر اپنی ساس سے دواعی جماع کر بیٹھے تو اپنی کسی سالی سے کبھی نکاح نہیں کر سکتا۔ اور اگر اُس سے زنا کر بیٹھے تو اِس حکم کے ساتھ ساتھ سزا کے طور پر اس کی بیوی بھی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔

3- مرد اگر اپنی بہو سے جماع یا دواعی جماع کر لے تو وہ بہو کی ماں سے کبھی نکاح نہیں کر سکتا البتہ بہو بیٹے کا نکاح باقی رہے گا۔

4- مرد اگر اپنی بیوی کی بیٹی سے خواہ وہ اُس (مرد) کی اپنی ہو یا سوتیلی ہو بدفعلی کر بیٹھے تو سزا کے طور پر اُس کی بیوی اُس پر حرام ہو جائے گی۔

5۔ بیٹا اپنی ماں سے کوئی غلط حرکت کر بیٹھے تو اُس کے ماں باپ کا نکاح فاسد نہیں ہوگا۔
6۔ عورت اگر سوتیلے بیٹے سے طوث ہو جائے تو اُس عورت کا اپنا نکاح فاسد نہیں ہوگا۔
7۔ مرد اگر اپنی ساس یا بیٹی سے صرف دواعی جماع کا مرتکب ہوا ہو تو اس سے اُس کی بیوی اُس پر حرام نہیں ہوگی۔

نکاح فاسد ہونے کی صورت میں میاں بیوی میں علیحدگی کا طریقہ

حرمت مصاہرت سے بیوی حرام ہو جاتی ہے لیکن محض اس سے نکاح ختم نہیں ہوتا بلکہ فاسد ہو جاتا ہے اس کو ختم کرنے کیلئے یا تو قاضی و جج دونوں کے درمیان تفریق کر دے یا شوہر اپنی زبان سے کہے کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا میں نے اس کو طلاق دی۔

اگر کوئی واقعہ ایسا ہو جائے تو عورت کو بھی لازم ہے کہ اپنے خاوند کے پاس ہرگز نہ رہے اور مرد کے ذمے بھی واجب ہے کہ فوراً اس عورت کو (یعنی اپنی بیوی کو) الگ کر دے اور زبان سے بھی کہہ دے کہ میں نے تجھ کو چھوڑا یا میں نے تجھ کو طلاق دی اور اس کہنے کے بعد عدت گزرنے پر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے۔

لیکن اگر خاوند بد دینی اختیار کرے اور عورت کو الگ نہ کرے تو جس طرح ممکن ہو عورت کو اس کے پاس سے چلا جانا نہایت ضروری ہے کیونکہ اس کے ساتھ میاں بیوی کا تعلق رکھنا حرام ہو چکا۔ مگر جب تک شوہر زبان سے نہ کہہ دے کہ میں نے الگ کر دیا ہے یا چھوڑ دیا ہے یا طلاق دیدی ہے یا قاضی تفریق نہ کر دے اس وقت تک دوسری جگہ اس عورت کا نکاح درست نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا عورت یا تو کسی مسلمان جج کی عدالت سے تفریق کا حکم حاصل کرے اور اگر عدالت ایسا حکم جاری نہ کرتی ہو تو تین ذمہ دار آدمیوں کی پنچایت سے کہ جس میں کم از کم ایک باصلاحیت اور پختہ عالم ہو تفریق کا حکم حاصل کر لے۔

باب:6

کافروں کے نکاح کا بیان

کافر لوگ اپنے اپنے مذہب کے اعتبار سے جس طریقہ سے بھی نکاح کرتے ہیں اسلامی شریعت اس کو معتبر مانتی ہے۔ لہٰذا

1- وہ نکاح جو مسلمانوں میں صحیح ہوتا ہے وہ کافروں میں بھی صحیح ہوتا ہے۔(1)

2- مسلمانوں میں کسی شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے جو نکاح حرام ہوتا ہے مثلاً گواہ نہ ہونے کی وجہ سے یا عورت کے عدت میں ہونے کی وجہ سے۔ کافر اگر اس شرط کے قائل نہ ہوں تو ان میں وہ نکاح بھی صحیح مانا جائے گا(2)

3- مسلمانوں میں عورت میں حرمت کی وجہ سے بعض نکاح حرام ہوتے ہیں مثلاً عورت شوہر کی محرم ہو یا عورت کو اس کا شوہر تین طلاقیں دے چکا ہو اور حلالہ نہ ہوا ہو۔ کافر اگر ایسا نکاح کر لیں تو اس کے بارے میں بعض حضرات کہتے ہیں کہ ان کا نکاح بھی فاسد ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ صحیح ہوگا لیکن اگر وہ دونوں میاں بیوی بعد میں مسلمان ہو جائیں تو بہر حال ان کا نکاح باقی نہ رہے گا۔(3)

کافر زوجین جب دونوں یا ان میں سے ایک مسلمان ہو جائے

مسئلہ: اگر دونوں ایک ساتھ مسلمان ہو جائیں تو نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور بعینہٖ قائم رہتا ہے۔(4)

مسئلہ: اگر ان میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو اس کے دو جزو ہیں:

1- پہلا جزو یہ ہے کہ مرد مسلمان ہو جائے اور عورت کفر پر رہے۔ اگر عورت کتابیہ ہے تو نکاح پر کچھ

1- کل نکاح صحیح بین المسلمین فھو صحیح بین اھل الکفر. (درمختار ص 418 ج 2)

2- کل نکاح حرم بین المسلمین لفقد شرطه کعدم شھود (وعدة من کافر) یجوز فی حقھم اذا اعتقدوه (درمختار ص 418 ج 2)

3- کل نکاح حرم لحرمة المحل کمحارم یقع جائزا وقال مشائخ العراق لا بل فاسدا. (درمختار ص 419 ج 2)
افاد ان الخلاف فی الجواز و الفساد مع اتفاقھم علی عدم التعرض قبل الاسلام و المرافعة. (رد المحتار ص 419 ج 2)

4- اسلم المتزوجان بلا سماع شھود او فی عدة کافر معتقدین ذلک اقرا علیه لانا امرنا بترکھم و ما یعتقدون. (درمختار ص 420 ج 2)

اثر نہ پڑے گا۔(5)

اگر عورت غیر کتابیہ مثلاً ہندو یا مجوسی ہو تو اس میں تفصیل ہے۔

i- یہ واقعہ دارالاسلام کا ہے تو قاضی اس کی بیوی پر اسلام پیش کرے۔ وہ بھی اسلام قبول کر لے تو نکاح بحالہ قائم رہے گا اور اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کرے یا سکوت کرے تو نکاح فوراً فسخ کر دیا جائے۔(6)

ii- اور اگر یہ واقعہ کسی کافر ملک یعنی دارالحرب کا ہے تو وہاں عورت پر تین حیض گزر جانا یا حیض نہ آتے ہوں تو تین ماہ گزر جانا یا حاملہ ہو تو وضع حمل ہونا ہی اسلام سے انکار کر دینے کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر عورت اسلام قبول نہ کرے اور تین حیض اسی حالت میں گزر جائیں یا حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ گزر جائیں یا حاملہ ہو تو وضع حمل ہو جائے تو نکاح ختم ہو جائے گا۔(7)

iii- اگر ایک دارالاسلام میں ہے اور دوسرا دارالحرب میں ہو تو تین حیض گزرنے پر نکاح خود بخود ختم ہو جائے گا۔(8)

II ۔ دوسرا جزو یہ ہے کہ عورت مسلمان ہو جائے اور خاوند کفر پر باقی رہے خواہ یہ کافر کتابی ہو یا غیر کتابی۔ اس کا حکم یہ ہے کہ۔

i- اگر واقعہ دارالاسلام کا ہے تو قاضی اس کے خاوند پر اسلام پیش کرے۔ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو نکاح بحالہ قائم رہے گا اور اگر اسلام قبول نہ کرے یا سکوت کرے تو قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے جو ایک طلاق شمار ہو گی۔(9)

ii- اور اگر یہ واقعہ دارالحرب کا ہے تو عورت کے تین حیض گزر جانا ہی انکار اسلام کے مترادف ہو گا اور

5- ولو اسلم زوج الکتابیة بقی نکاحهما. (عالمگیری ص 338 ج 1)

6- لو اسلم احد الزوجین عرض الاسلام علی الآخر فان اسلم والا فرق بینهما فان اسلم الزوج و ابت المرأة لم تکن الفرقة طلاقا...... ثم اذا وقعت الفرقة بینهما بالاباء فان کان بعد الدخول فلها المهر کله و ان کان قبل الدخول ...... وان کان بابائها فلا مهر لها. (عالمگیری ص 338 ج 1)

7- اذا اسلم احد الزوجین فی دار الحرب ولم یکونا من اهل الکتاب...... فانه یتوقف النکاح بینهما علی مضی ثلاث حیض سواء دخل بها اولم یدخل بها ...... ولو کانت لا تحیض لصغر او کبر لا تبین الا بمضی ثلاثة اشهر. (عالمگیری ص 338 ج 1)

8- (قوله و لو اسلم احدهما ثمة لم تبن حتی تحیض ثلاثا)...... واطلق فی اسلام احدهما فی دار الحرب فشمل ما اذا کان الآخر فی دارالاسلام او فی دار الحرب. ... لانهما اما ان یکونا فی دارالاسلام او فی دارالحرب او احدهما فی دارالاسلام فقط (البحرالرائق ص 213 ج 3)

9- لو اسلم احد الزوجین عرض الاسلام علی الآخر فان اسلم والا فرق بینهما...... فان اسلمت المرأة و ابی الزوج و فرق تکون الفرقة طلاقا ...... فان کان بعد الدخول فلها المهر کله وان کان قبل الدخول فان کان بابائه فلها نصف المهر (عالمگیری ص 338 ج 1)

تین حیض گزر جانے کے بعد عورت کا نکاح ختم ہو جائیگا۔

iii- اگر ایک دار الاسلام میں ہو اور دوسرا دار الحرب میں ہو تو تین حیض گزرنے پر نکاح خود بخود ختم ہو جائے گا۔(10)

زوجین میں سے ایک کے اسلام قبول کرنے کی صورت میں عدت کا حکم

اگر زوجہ وشوہر دونوں دار الاسلام میں ہوں اور اسلام کی پیشکش کے بعد تفریق کی گئی ہو تو بالاتفاق عدت واجب ہے اور اگر دار الحرب میں عورت مسلمان ہوئی ہو تو انکار اسلام کے قائم مقام تین حیض گزرنے کے بعد جن سے نکاح ختم ہوتا ہے عدت کے تین حیض مزید گزارنے ہوں گے۔(11)

10- اذا اسلم احد الزوجين فى دار الحرب ولم يكونا من اهل الكتاب او كانا و المرأة هى التى اسلمت فانه يتوقف انقطاع النكاح بينهما على مضى ثلاث حيض سواء دخل بها اولم يدخل بها. (عالمگیری ص 338 ج 1)

11- وهذه الحيض لا تكون عدة ولهذا يستوى فيها المدخول بها و غير المدخول بها...... ثم اذا وقعت الفرقة قبل الدخول بذلك فلا عدة عليها و ان كان بعد الدخول والمرأة حربية فكذلك وان كانت هى المسلمة فكذلك الجواب. عندابى حنيفه رحمه الله تعالىٰ (عالمگیری ص 338 ج 1)

(واذا وقعت الفرقة والمرأة حربية) بان كان الذى اسلم هو الزوج (فلا عدة عليها و ان كانت هى المسلمة فكذالك عند ابى حنيفة خلافا لهما) قال (وسياتيك) يعنى فى المسئلة المهاجرة فالحاصل انه لا عدة بعد البينونة عند ابى حنيفة فى الصورتين و عندهما اذا كانت هى المسلمة فعليها العدة وهكذا ذكر شمس الائمة و كانه اخذه من قول محمد فى السير فيما اذا اسلمت المرأة فى دار الحرب بعد ان ذكر الفرقة بشرطها و عليها ثلاث حيض اخرى بعد الثلاث الاول وهى فرقة بطلاق ويقع طلاقه عليها ما دامت فى العدة فى الثلاث الحيض الاواخر ثم قال محمد و ينبغى فى قياس قول ابى حنيفة ان لا يكون عليها عدة و اما الطحاوى فقد اطلق وجوب العدة عليها حيث قال و من اسلمت امرأته فى دار الحرب الى [illegible] قال فاذا حاضتها بانت و وجبت عليها العدة بعد ذالك اه (ص [illegible] فتح القدير ج 3)

باب: 7

نکاح باطل اور نکاح فاسد

وہ نکاح جس کے جواز کی شرائط پوری نہ ہوں لیکن جواز کا شبہ موجود ہو تو وہ نکاح فاسد کہلاتا ہے اور جس نکاح کے جواز کی شرائط بھی پوری نہ ہوں اور جواز کا شبہ بھی موجود نہ ہو وہ نکاح باطل کہلاتا ہے۔(1)

نکاح فاسد کی مثالیں (2)

1- گواہوں کے بغیر کیا جانے والا نکاح۔

2-دو بہنوں سے یا پھوپھی بھتیجی یا خالہ بھانجی سے اکٹھے نکاح کرنا۔

3-ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری بہن سے نکاح کرنا یا خالہ یا پھوپھی کے نکاح میں ہوتے ہوئے بھانجی یا بھتیجی سے نکاح کرنا۔

4-ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح کرنا یا پھوپھی کی عدت میں اس کی بھتیجی سے نکاح کرنا یا خالہ کی عدت میں اس کی بھانجی سے نکاح کرنا۔

5-جو عورت ایک شخص کی عدت میں ہو دوسرے شخص کا اس سے نکاح کرنا جبکہ وہ اس کے عدت میں ہونے سے لاعلم ہو۔

6-چوتھی بیوی کی عدت میں پانچویں عورت سے نکاح کرنا۔

7-جس عورت کو خود ایک مجلس میں تین طلاقیں دے چکا ہو غیر مقلدین کے فتوے پر اس سے بغیر حلالہ کے نکاح کرنا۔

8-جو عورت کسی کے نکاح میں ہو لیکن وہ دوسرے مرد کو لاعلم رکھ کر اس سے نکاح کر لے۔

1- یہ تعریف ان دو تعریفوں سے ماخوذ ہے جو یوں مذکور ہیں نکاح فاسد و هو الذی فقد شرطا من شرائط الصحة کشهود. (درمختار ص 380 ج 2) کل نکاح اختلف العلماء فی جوازه کالنکاح بلا شهود (رد المحتار ص 380 ج 2) چونکہ علماء کا جواز میں اختلاف اس پر دلیل ہے کہ اس کے جواز کا کچھ شبہ موجود ہوگا اس لئے ہم نے نکاح فاسد کی تعریف میں شرط صحت کے فقدان اور شبہ جواز کو جمع کر کے ایک جامع مانع تعریف بنائی ہے۔

2- نکاح فاسد و هو الذی فقد شرطا من شرائط الصحة کشهود. (درمختار ص 380 ج 2) و مثله تزوج الاختین معاو نکاح الاخت فی عدة الاخت و نکاح المعتدة والخامسة فی عدة الرابعة.(ردالمحتار ص 380 ج 2)

نکاح فاسد کا حکم

نکاح فاسد سے مندرجہ ذیل احکام ثابت ہوتے ہیں۔

1- صحبت ہوئی ہو تو مہر واجب ہوتا ہے۔(3)

2-اولاد ہو تو اس کا نسب شوہر سے ثابت ہوتا ہے۔(4)

3- تفریق پر عدت واجب ہوتی ہے۔(5)

4- تفریق سے پیشتر جو جماع اور صحبت ہو اس پر زنا کی حد نہیں لگتی۔(6)

5-مرد و عورت کے درمیان تفریق لازم ہے یہاں تک کہ اگر وہ خود علیحدگی اختیار نہ کریں تو حاکم یا عدالت پر واجب ہے کہ وہ ان کے درمیان تفریق کو نافذ کرے۔(7)

6- جانتے بوجھتے ایسا نکاح کرنے پر تعزیر کی جائے گی۔

نکاح باطل کی مثالیں

1- کوئی مسلمان عورت کسی کافر سے نکاح کر لے۔(8)

2-اپنی محرم سے نکاح کرنا۔ یہ قول ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جب کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہے باطل نہیں۔(9)

3-یہ جانتے ہوئے کہ عورت دوسرے کی منکوحہ ہے یا دوسرے کی عدت میں ہے اس سے نکاح کرنا۔(10)

نکاح باطل کا حکم

اس نکاح کا اعتبار نہیں لہٰذا اس سے

1-اولاد ہو تو اس کا نسب ثابت نہیں ہوتا۔(11)

3- ویجب مهر المثل فی نکاح فاسد...... بالوطء فی القبل لا بغیره کالخلوة لحرمة وطئها. (درمختار ص 380 ج 2)

4- الحاصل انه قبل التفریق یثبت النسب. (ردالمحتار ص 382 ج 2)

5- وتجب العدة بعد الوطء لا الخلوة للطلاق لا للموت من وقت التفریق او متارکة الزوج. (درمختار ص 381 ج 2)

6- لانه وقع فاسدا اه فظاهره انهما لا یحدان وان النسب یثبت فیه. (رد المحتار ص 380 ج 2)

7- ویثبت لکل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر عن صاحبه دخل بها اولا فی الاصح خروجا عن المعصیة فلا ینافی وجوبه بل یجب علی القاضی التفریق بینهما. (رد المحتار ص 381 ج 2)

8- نکح کافر مسلمة فولدت منه لا یثبت النسب منه ولا تجب العدة لانه نکاح باطل. (ردالمحتار ص 380 ج 2)

9- فی البزازیة حکایة قولین فی ان نکاح المحارم باطل او فاسد. (ردالمحتار ص 380 ج 2)

10- اما نکاح منکوحة الغیر و معتدته فالدخول فیه لا یوجب العدة ان علم انها للغیر لانه لم یقل بجوازه فلم ینعقد اصلا. (ردالمحتار ص 380 ج 2)

11- نکح کافر مسلمة فولدت منه لا یثبت النسب منه ولا تجب العدة لانه نکاح باطل (ردالمحتار ص 380 ج2)

2- تفریق پر عدت واجب نہیں ہوتی۔(12)

3- جانتے بوجھتے یہ نکاح کرنے اور صحبت کرنے پر زنا کی حد لگے گی۔(13)

نکاح موقت یا متعہ (14)

اگر یوں کہا جائے کہ میں نے تجھ سے اتنے دن یا اتنی مدت کیلئے نکاح کیا تو یہ نکاح موقت کہلاتا ہے اور اگر بجائے نکاح کے متعہ یا اس سے مشتق کوئی لفظ بولا مثلاً تمتع یا استمتاع کا لفظ استعمال کیا تو یہ متعہ کہلاتا ہے۔ لیکن حقیقت دونوں کی ایک ہے۔ جاہلی عربوں میں اس کا رواج تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے ایک مرتبہ جنگ خیبر کے موقع پر اس سے منع کیا۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر تین دن کیلئے اس کی اجازت دی گئی اور اس کے بعد قیامت تک کیلئے حرام کر دیا گیا۔ اب پوری امت کا متعہ کی حرمت پر اتفاق و اجماع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّی قَدْ کُنْتُ اَذِنْتُ لَکُمْ فِی الْاِسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَاءِ وَ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ ذٰلِکَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ (مسلم) یعنی اے لوگو۔ میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی رخصت دی تھی اور اب اللہ تعالی نے اس کو قیامت تک کیلئے حرام کر دیا ہے۔

نکاح فاسد میں تفریق

نکاح فاسد کی دو صورتیں ہیں

1- اصلی: جس کی مثالیں اوپر ذکر ہوئیں وہ شروع ہی سے فاسد ہوتا ہے۔

2- طاری: نکاح تو پہلے صحیح ہوا لیکن پھر کسی وجہ سے اس پر فساد طاری ہو گیا مثلاً شوہر اپنی ساس سے زنا کر بیٹھے تو اس کا اپنا نکاح فاسد ہو جاتا ہے اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔

دونوں صورتوں میں شوہر پر لازم ہے کہ وہ عورت کو چھوڑ دے اور ساتھ میں یوں بھی کہے کہ میں نے اس کو چھوڑا یا میں نے اس کو طلاق دی۔ اگر میاں بیوی جدا نہ ہوں تو عدالت ان میں جبری تفریق کرا سکتی ہے۔ اگر عورت خود ہی چھوڑنا چاہے یعنی صرف وہ کہے کہ میں نے شوہر کو چھوڑا تو کیا محض اس سے بھی دونوں میں جدائی ہو جائے گی یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی صورت میں یعنی وہ نکاح فاسد جو اصلی ہو اس میں

12-لا عدة فی نکاح باطل (ردالمحتار ص 380 ج 2)

13- ولهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لانه زنا. (ردالمحتار ص 380 ج 2)

14- وبطل نکاح متعة وموقت وإن جهلت المدة او طالت. (درمختار ص 318 ج 2) قال شیخ الاسلام فی الفرق بینهما ان یذکر الوقت بلفظ النکاح و التزویج و فی المتعة اتمتع او استمتع ..... و معناه المشهور ان یوجد عقدا علی امرأة لایراد به مقاصد عقد النکاح من القرار للولد وتربیته بل الی مدة معینة ینتهی العقد بانتهائها او غیر معینة بمعنی بقاء العقد ما دام معها الی ان ینصرف عنها فلا عقد فیه فیدخل فیه ما بمادة المتعة والنکاح المؤقت ایضا فیکون من افراد المتعة و ان عقد بلفظ التزویج و احضر الشهود. (رد المحتار ص 318 ج 2)

صرف عورت کا چھوڑنا بھی مؤثر ہوگا لیکن دوسری صورت میں جس میں نکاح پہلے تو صحیح ہوا بعد میں فساد طاری ہو اس میں صرف عورت کا چھوڑنا کافی نہیں بلکہ یا تو مرد چھوڑنے کا کہے یا عورت عدالت سے نکاح فسخ کروائے۔(15)

(15) اما ما ذکر فی عدة رد المحتار و مثله فی البحر من ان المتارکة کما تکون من الزوج کذلک تکون من الزوجة فهو مختص بما اذا کانت الحرمة اصلیة لاطاریة کما اذا نکحت المرأة بمن ثبت به حرمة المصاهرة او الرضاع قبل النکاح فیجب علی کل من الزوجین فسخه و کل واحد منهما مستقل فی هذه المتارکة و لا کذلک فی الحرمة الطاریة بعد النکاح فان المتارکة فیه لا یتحقق الا من الزوج او بتفریق القاضی وهو صورة الجمع بین القولین و به یرتفع الخلاف بین کلام البحر و النهر المذکور فی الشامیة (حیله ناجزه ص 86)

[illegible] 8

مہر کا بیان

مہر وہ مال ہے جو نکاح میں اس علامت کے طور پر مقرر کیا گیا ہے کہ مرد کی نظر میں وہ عورت جس نے اپنے آپ کو اس مرد کے سپرد کر دیا ہے قابل قدر اور صاحب وقعت ہے۔(1)

مہر لازم

نکاح میں چاہے مہر کا ذکر کرے چاہے نہ کرے ہر حال میں نکاح ہو جاتا ہے لیکن مہر دینا پڑے گا بلکہ اگر کوئی یہ شرط کرے کہ ہم مہر نہ دیں گے بغیر مہر کے نکاح کرتے ہیں تب بھی مہر دینا پڑے گا۔(2)

مہر کی کم سے کم مقدار

یہ دو تولہ ساڑھے سات ماشہ (30.55 گرام) چاندی یا اس کی قیمت ہے۔ سو اگر کسی نے ایک تولہ چاندی یا ڈیڑھ تولہ چاندی یا اس کے برابر کی قیمت مقرر کر کے نکاح کیا تب بھی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ (30.55 گرام) چاندی یا اس کی قیمت دینا پڑے گی۔ شریعت میں اس سے کم مہر نہیں ہو سکتا۔(3)

مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار

اس کی کوئی حد نہیں چاہے جتنا مقرر کرے لیکن مہر کا زیادہ بڑھانا اچھا نہیں ہے۔(4)

تنبیہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کا (سوائے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے) مہر 500 درہم یعنی ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ (یعنی 1.527 کلو) چاندی تھی۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے خود نکاح پڑھاتے ہوئے چار ہزار درہم (12.222 کلو چاندی) مقرر کیا اور پھر خود ہی ادا کیا۔

1- المهر واجب شرعا ابانة لشرف المحل (هدايه)

2- المهر واجب شرعا...... فلا يحتاج الى ذكره لصحة النكاح و كذا اذا تزوجها بشرط ان لامهر لها لما بينا. (هدايه)

3- اقل المهر عشرة دراهم مضروبة او غير مضروبة...... و غير الدراهم يقوم مقامها باعتبار القيمة وقت العقد. (عالمگیری ص 302 ج 1)

4- و يجب الاكثر منها ان سمى الاكثر...... اى بالغا ما بلغ (در مختار و رد المحتار ص 358 ج 2)

رخصتی سے پہلے طلاق ہو جائے

اس صورت میں طے شدہ مہر کا نصف عورت کو دلایا جائے گا۔(5)

مسئلہ: ایک ہزار روپے یا دس ہزار روپے اپنی حیثیت کے موافق مہر مقرر کیا پھر شوہر نے اپنی خوشی سے کچھ مہر اور بڑھا دیا اور کہا ہم ہزار کی جگہ ڈیڑھ ہزار دیں گے تو جتنے روپے زیادہ دینے کو کہے وہ بھی واجب ہو گئے۔ نہ دے گا تو گناہگار ہوگا اور اگر خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق مل گئی تو جس قدر اصل مہر تھا اسی کا آدھا دیا جائے گا جتنا بعد میں بڑھایا تھا اس کو شمار نہ کریں گے۔ اس طرح عورت نے اپنی خوشی و رضا مندی سے اگر کچھ معاف کر دیا تو جتنا معاف کیا اتنا معاف ہو گیا اب اس کے پانے کی مستحق نہیں اور اگر خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق ہو جائے تو باقی مہر کا نصف ملے گا۔(6)

مسئلہ: اگر شوہر مہر پہلے دے چکا تھا پھر رخصتی سے پیشتر طلاق دی تو عورت کو نصف مہر واپس کرنا ہوگا۔(7)

پورا مہر کب موکد ہوتا ہے(8)

پورا مہر محض عقد نکاح سے ہی واجب ہو جاتا ہے لیکن اس میں احتمال ہوتا ہے کہ اگر کہیں رخصتی سے قبل طلاق ہو جائے تو مہر نصف ملے گا اس لئے پورا مہر مندرجہ ذیل اسباب سے موکد ہوتا ہے۔

1-میاں بیوی کا صحبت کرنا۔

2-شوہر کا بیوی کے ساتھ خلوت صحیحہ میں رہنا۔

خلوت صحیحہ وہ خلوت و تنہائی ہوتی ہے جس میں جماع کرنے سے کوئی حسی، طبعی یا شرعی رکاوٹ نہ ہو۔ حسی رکاوٹ کی مثال یہ ہے کہ شوہر یا بیوی کو ایسا مرض لاحق ہو کہ اس کے ہوتے ہوئے جماع پر قدرت نہ ہو یا جماع سے ضرر ہوتا ہو اور طبعی رکاوٹ کی مثال یہ ہے کہ کوئی جوان یا سمجھدار بچہ پاس موجود ہو اور شرعی رکاوٹ

5- و یجب نصفه قبل وطء او خلوة ...... ای نصف المهر المذکور و هو العشرة ان سماها او دونها او الاکثر منها ان سماه. (درمختار و ردالمحتار ص 360 ج 2)

6- الزیادة فی المهر صحیحة حال قیام النکاح...... فاذا زادها فی المهر بعد العقد لزمته الزیادة...... والزیادة انما تتاکد باحد معان ثلاثة اما بالدخول و اما بالخلوة الصحیحة و اما بموت احد الزوجین فان وقعت الفرقة من غیر هذه المعانی الثلاثة بطلت الزیادة و تنصف الاصل و لا تتنصف الزیادة. (عالمگیری ص 312 ج 1)

7- وعاد النصف الی ملک الزوج بمجرد الطلاق اذا لم یکن مسلما لها و ان کان مسلما لها لم یبطل ملکها منه بل توقف عوده الی ملکه علی القضاء او الرضا. (در مختار ص 360 ج 2)

8- ویتأکد...... ای الواجب من العشرة او الاکثر و افاد ان المهر وجب بنفس العقد لکن مع احتمال سقوطه بردتها او تقبیلها ابنه او تنصفه بطلاقها قبل الدخول و انما یتاکد لزوم تمامه...... عند وطء او خلوة صحت من الزوج او موت احدهما او تزوج ثانیا فی العدة (درمختار و ردالمحتار ص 358 ج 2)

کی مثال یہ ہے کہ ان میں سے کوئی حالت احرام میں ہو۔(9)

3-رخصتی سے پیشتر شوہر یا بیوی کی وفات ہونا۔

4-رخصتی کے بعد بیوی کو ایک طلاق بائن دی پھر عدت کے دوران دوبارہ نکاح کرلیا تو دوسرا مہر فوراً ہی موکد ہو گیا۔

مسئلہ: کسی نے ہزار یا دس بیس ہزار اپنی حیثیت کے موافق کچھ مہر مقرر کیا اور بیوی کو رخصت کرالایا اور اس سے صحبت کی یا صحبت تو نہیں کی لیکن تنہائی میں میاں بیوی کسی ایسی جگہ رہے جہاں صحبت کرنے سے روکنے والی اور منع کرنے والی کوئی بات نہ تھی تو پورا مہر جتنا مقرر کیا ہے ادا کرنا واجب ہے۔ اور اگر ایسی کوئی بات نہیں ہوئی اور مرد نے طلاق دے دی تو آدھا مہر دینا واجب ہے اور اگر ابھی ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی کہ میاں بیوی میں سے کسی ایک کا انتقال ہو گیا تب بھی پورا مہر دینا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر دونوں میں سے کوئی بیمار تھا یا رمضان کا روزہ رکھے ہوئے تھا یا حج کا احرام باندھے ہوا تھا یا عورت کو حیض تھا یا وہاں کوئی جھانکتا تاکتا تھا ایسی حالت میں دونوں کی یکجائی اور تنہائی ہوئی تو ایسی تنہائی کا اعتبار نہیں۔ اس سے پورا مہر واجب نہیں ہوا۔ اگر طلاق مل جائے تو آدھا مہر پانے کی مستحق ہو گی۔ البتہ اگر رمضان کا روزہ نہ تھا بلکہ قضا یا نفل کا روزہ دونوں میں سے کوئی رکھے ہوئے تھا ایسی حالت میں تنہائی میں رہی تو پورا مہر پانے کی مستحق ہے شوہر پر پورا مہر واجب ہو گیا۔(10)

مسئلہ: شوہر نامرد ہے لیکن دونوں میاں بیوی میں ویسی تنہائی ہو چکی تب بھی پورا مہر پائے گی۔(11)

مسئلہ: میاں بیوی تنہائی میں رہے لیکن بیوی اتنی چھوٹی ہے کہ صحبت کے قابل نہیں یا شوہر بہت چھوٹا ہے کہ صحبت نہیں کرسکتا تو اس تنہائی سے پورا مہر واجب نہیں ہوا۔(12)

مہر معجّل اور مہر موٗجل

جس مہر کے بارے میں طے ہو کہ نکاح ہوتے ہی یا پہلی ملاقات میں دینا ہے وہ مہر معجّل کہلاتا ہے اور

9- والخلوة...... كالوطء بلا مانع حسى كمرض لاحد هما يمنع الوطء وطبعى كوجود ثالث عاقل...... و شرعى كاحرام لفرض او نفل و من الحسى رتق و قرن...... 31 (در مختار ص 367 ج 2)

10- اذا خلا بامرأته و احدهما محرم بفرض او نفل او فى صوم فرض...... لا تصح الخلوة. و فى صوم القضاء والنذر والكفارة روايتان والا صح انه لا يمنع الخلوة و صوم التطوع لا يمنع فى ظاهر الرواية و صلاة (الفرض) والنفل لا تمنع و الحيض والنفاس يمنعان. (عالمگیری ص 304 ج 1) ان امكان النظر مانع بلا توقف على الدخول. (ردالمحتار ص 369 ج 2)

11- الخلوة...... كالوطء...... ولو كان الزوج مجبوبا او عنينا او خصيا (درمختار ص 369 ج 2)

12- و فى خلوة الصغير الذى لا يقدر على الجماع قولان و جزم قاضيخان بعدم الصحة فكان هو المعتمد. (رد المحتار ص 367 ج 2)

جس کے بارے میں طے ہو کہ وہ اتنے عرصہ بعد دینا ہوگا یا لڑکی کے مانگنے پر دینا ہوگا وہ مہر موجل کہلاتا ہے۔
مسئلہ: جس مہر کے معجل یا مؤجل ہونے کا کچھ ذکر نہ کیا جائے اس میں عرف ورواج کے مطابق عمل کیا جائے گا۔(13)
مسئلہ: جہاں کہیں پہلی ہی رات کو سب مہر دے دینے کا دستور ہو وہاں اول ہی رات سارا مہر لینے کا عورت کو اختیار ہے اگر اول دن نہ مانگا تو جب مانگے تب مرد کو دینا واجب ہے دیر نہیں کر سکتا۔
مسئلہ: جہاں یہ دستور ہے کہ مہر کا لین دین طلاق کے بعد یا مر جانے کے بعد ہوتا ہے کہ جب طلاق مل جاتی ہے تب عورت مہر کا دعوی کرتی ہے یا مرد مر گیا اور کچھ مال چھوڑ گیا تو اس مال میں سے لے لیتی ہے اور اگر عورت مر گئی تو اس کے وارث مہر کے دعوے دار ہوتے ہیں اور جب تک میاں بیوی ساتھ رہتے ہیں تب تک نہ کوئی دیتا ہے نہ وہ مانگتی ہے تو ایسی جگہ اس دستور کی وجہ سے طلاق ملنے سے پہلے مہر کا دعوی نہیں کر سکتی۔ البتہ پہلی رات کو جتنے مہر کے پیشگی دینے کا دستور ہے اتنا مہر پہلے دینا واجب ہے۔ہاں اگر کسی قوم میں یہ دستور نہ ہو تو اس کا یہ حکم نہ ہوگا۔(14)
مسئلہ: جتنا مہر پیشگی دینے کا دستور ہے اگر اتنا پیشگی نہ دیا یا نکاح میں کل یا بعض مہر پیشگی دینا طے ہوا لیکن شوہر نے پیشگی نہ دیا تو عورت کو اختیار ہے کہ جب تک اتنا نہ پائے تب تک مرد کو ہم بستر نہ ہونے دے اور اگر ایک دفعہ صحبت کر چکا ہے تب بھی اختیار ہے کہ اب دوسری دفعہ یا تیسری دفعہ قابو نہ پانے دے اور اگر وہ اپنے ساتھ پردیس لے جانا چاہے تو اتنا مہر لئے بغیر پردیس نہ جائے۔
اس طرح اگر عورت اس حالت میں اپنے کسی محرم عزیز کے ساتھ پردیس چلی جائے یا مرد کے گھر سے اپنے میکے چلی جائے تو مرد اس کو روک نہیں سکتا۔اور جب اتنا مہر دے دیا تو اب شوہر کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی۔اس کی مرضی کے بغیر کہیں آنا جانا جائز نہیں اور شوہر کا جہاں جی چاہے اسے لے جائے۔جانے سے انکار درست نہیں۔(15)

اگر نکاح کے وقت مہر کا بالکل ذکر نہ ہو یا مجہول یا حرام شے کا بطور مہر ذکر ہو

مسئلہ: اگر نکاح کے وقت مہر کا بالکل ذکر نہیں کیا گیا کہ کتنا ہے یا اس شرط پر نکاح کیا کہ بغیر مہر کے نکاح کرتا ہوں کچھ مہر نہ دوں گا یا کسی حرام چیز مثلاً شراب کو مہر بنایا یا مجہول قسم کی چیز ذکر کی مثلاً کہا جانور دوں گا یا

13- يعتبر المتعارف فان الثابت عرفا كالثابت شرعا. (فتح القدير ص 370 ج 3)
14- وان لم يشترط تعجيل شئ بل سكتوا عن تعجيله و تاجيله فان كان عرف فى تعجيل بعضه وتاخير باقيه الى الموت او الميسرة او الطلاق فليس لها ان تحتبس الا الى تسليم ذلك القدر. (فتح القدير ص 370 ج 3)
15- وللمرأة ان تمنع نفسها من الدخول بها حتى تاخذ المهر و تمنعه ان يخرجها اى يسافربها...... و ليس للزوج ان يمنعها من السفر والخروج من منزله و زيارة اهلها حتى يوفيها المهر كله اى المعجل منه (هدايه)

کپڑا دینا کپڑے کی نوع کو ذکر نہیں کیا پھر دونوں میں سے کوئی مر گیا یا ان میں خلوت صحیحہ پائی گئی تب بھی مہر دلایا جائے گا اور اس صورت میں مہر مثل دینا ہوگا اور اگر اس صورت میں خلوت صحیحہ سے پہلے مرد نے طلاق دے دی تو مہر پانے کی مستحق نہیں ہے بلکہ فقط ایک جوڑا کپڑا پائے گی اور یہ جوڑا دینا مرد پر واجب ہے نہ دے گا تو گناہ گار ہوگا۔(16)

مسئلہ: ہمارے علاقوں میں جوڑے میں فقط چار کپڑے مرد پر واجب ہیں ایک کرتہ ایک سر بند یعنی دوپٹہ ایک پائجامہ یا ساڑی، جس چیز کا دستور ہو ایک بڑی چادر جس میں سر سے پیر تک لپٹ سکے۔ اس کے سوا اور کوئی کپڑا واجب نہیں۔

مسئلہ: کپڑے دینے میں مرد و عورت دونوں کی حیثیت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر دونوں مالدار ہوں تو اعلیٰ کوالٹی کے کپڑے دے اگر دونوں غریب ہوں تو گھٹیا کوالٹی کے اور اگر دونوں درمیانے درجے کے ہوں یا ایک مالدار ہو اور ایک غریب ہو تو درمیان کپڑے دے لیکن ہر حال میں یہ خیال رہے کہ اس جوڑے کی قیمت مہر مثل کے آدھے سے نہ بڑھے اور ایک تولہ پونے چار ماشہ (یعنی 15.28 گرام) چاندی کی قیمت سے کم کا بھی نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ بہت قیمتی کپڑے جن کی قیمت مہر مثل کے آدھے سے بڑھ جائے مرد پر واجب نہیں۔ ویسے اپنی خوشی سے اگر وہ بہت قیمتی اور اس سے زیادہ بڑھیا کپڑے دے دے تو اور بات ہے۔(17)

مسئلہ: نکاح کے وقت تو کچھ مہر مقرر نہیں کیا گیا لیکن نکاح کے بعد میاں بیوی دونوں نے اپنی خوشی سے کچھ مقرر کر لیا تو اب مہر مثل نہ دلایا جائے گا بلکہ دونوں نے اپنی خوشی سے جتنا مقرر کر لیا ہے وہی دلایا جائے گا۔ البتہ اگر تنہائی و یکجائی ہونے سے پہلے ہی طلاق مل گئی تو اس صورت میں مہر پانے کی مستحق نہیں ہے بلکہ صرف وہی ایک جوڑا کپڑا ملے گا۔(18)

مہر مثل کا بیان

مہر مثل کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت کے باپ کے گھرانے میں کوئی دوسری عورت دیکھو جو اس کے مثل ہو یعنی اگر یہ کم عمر ہے تو وہ بھی نکاح کے وقت کم عمر ہو اگر یہ خوبصورت ہے تو وہ بھی خوبصورت ہو۔ اس کا

16- و كذا يجب مهر المثل فيما اذا لم يسم مهرا...... والا فذلك الشئ هو الواجب اوسمى خمرا او خنزيرا او هذا الخل و هو خمر...... لتعذر التسليم او دابة او ثوبا او دارا ولم يبين جنسها لفحش الجهل وتجب متعة لمفوضة و هى من زوجت بلا مهر طلقت قبل الوطء و هى درع و خمار و ملحفة لا تزيد على نصفه اى نصف مهر المثل (درمختار ص 364-363 ج 2)

17- لا تزيد المتعة على نصفه اى نصف مهر المثل...... ولا تنقص عن خمسة دراهم...... وتعتبر المتعة بحالهما...... فان كانا غنيين فلها الاعلى من الثياب او فقيرين فالادنى او مختلفين فالوسط. (درمختار و ردالمحتار ص 365 ج 2)

18- و ما فرض بتراضيهما او بفرض قاض مهر المثل بعد العقد الخالى عن المهر او زيد على ما سمى فانها تلزمه بشرط قبولها فى المجلس (درمختار ص 365 ج 2)

نکاح کنوارے پن میں ہوا تو اس کا نکاح بھی کنوارے پن میں ہوا ہو۔ نکاح کے وقت جتنے درجے کی مال دار یہ ہے اتنی ہی وہ بھی تھی جس شہر و دیس کی یہ رہنے والی ہے اس دیس کی وہ بھی ہے۔ اگر یہ دین دار ہوشیار، سلیقہ دار پڑھی لکھی ہے تو وہ بھی ایسی ہی ہو۔ غرض کہ جس وقت اس کا نکاح ہوا ہے اس وقت ان باتوں میں وہ بھی اس کے مثل تھی جس کا اب نکاح ہوا تو جو مہر اس کا مقرر ہوا تھا وہی اس کا مہر مثل ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وصف کی مقدار میں دونوں یکساں ہوں بلکہ مراد یہ ہے کہ اصل وصف میں دونوں شریک ہوں۔ اسی طرح شوہر کی حالت کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اگر بڑی عمر کا ہے تو جوان کے مقابلے میں عام طور سے اس سے زیادہ مہر لیا جاتا ہے۔(19)

مسئلہ: باپ کے گھرانے کی عورتوں سے مراد ہیں جیسے اس کی بہنیں، پھوپھی، چچا زاد وغیرہ یعنی اس کی دھیالی لڑکیاں۔ مہر مثل دیکھنے میں ماں کا مہر نہ دیکھیں گے۔ ہاں اگر ماں بھی باپ ہی کے گھرانے میں سے ہو جیسے باپ نے اپنے چچا کی لڑکی سے نکاح کرلیا تھا تو اس کا مہر بھی مثل کہا جائے گا۔(20)

مسئلہ: مہر مثل کی جو تعریف اوپر لکھی گئی ہے اس کی تحقیق کی ضرورت وہاں ہوتی ہے جہاں زوجین کی صفات کے اختلاف سے مہر بدلتا ہے اور جہاں خاندانی مہر ہر حال میں ایک ہو کہ خاندان کی ہر لڑکی کا مہر اس سے کم نہ ہوگا اور اکثر حالات میں زیادہ بھی نہیں ہوتا تو وہاں مہر خاندان ہی مہر مثل ہوگا۔ ہندوستان، پاکستان کے اکثر مقامات میں ہر قوم کا مہر معین ہوتا ہے اس سے کم وبیش نہیں ہوتا۔ لہٰذا اسی کو مہر خاندانی کہا جائے گا اور اگر کسی قوم میں مہر کی مختلف مقداریں ہوں تو ہر لڑکی کی پھوپھیوں اور چچا زاد بہنوں کا مہر اس کے حق میں مہر مثل ہوگا۔(21)

تنبیہ: اوپر جس مہر مثل کا ذکر ہے وہ اس وقت آتا ہے جب نکاح تو صحیح ہو لیکن یا تو مہر مذکور نہ ہو یا مہر میں مجہول شے کا ذکر ہو یا حرام شے کا ذکر ہو۔

اس کے بجائے اگر نکاح فاسد ہوا ہو پھر خواہ اس میں مہر کا ذکر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو پھر صحبت بھی ہوئی ہو یا کسی شبہ سے کسی اجنبی عورت سے جماع ہوگیا ہو تو اس میں بھی مہر مثل واجب ہوتا ہے لیکن یہاں مہر مثل سے

19- والحرة مهر مثلها الشرعي مهر مثلها اللغوى اى مهرا مرأة تماثلها من قوم ابيها لا امها...... و فى الخلاصة و يعتبر باخواتها و عماتها فان لم يكن فبنت الشقيقة و بنت العم انتهى و مفاده اعتبار الترتيب فليحفظ و تعتبر الماثلة فى الاوصاف وقت العقد سنا و جمالا و مالا وبلدا و عصرا و عقلا و دينا و بكارة و ثيوبة و عفة و علما و ادبا و كمال خلق و عدم ولد. (ردالمحتار ص 385-384 ج 2)

20- اى مهر امرأة تماثلها من قوم ابيها لا امها ان لم تكن من قومه كبنت عمه. (در مختار ص 384 ج 2)

21- جرى العرف فى كثير من قرى دمشق بتقدير المهر بمقدار معين لجميع نساء اهل القرية بلا تفاوت فينبغي ان يكون ذلك عند السكوت عنه بمنزلة المذكور المسمى وقت العقد لان المعروف كالمشروط. (ردالمحتار ص 386 ج 2)

مراد وہ مہر ہے جو اوصفات سے قطع نظر کرکے محض عورت کی خوبصورتی کی بنا پر مقرر کیا جائے۔(22)

نکاح فاسد سے یا شبہ سے کسی عورت سے صحبت کرنے پر مہر مثل کا حکم

مسئلہ: کسی نے بے قاعدہ یعنی فاسد نکاح کرلیا تھا اس لئے میاں بیوی میں جدائی کرادی گئی جیسے کسی نے چھپا کے اپنا نکاح کرلیا دو گواہوں کے سامنے نہیں کیا یا دو گواہ تو تھے لیکن بہرے تھے۔ انہوں نے وہ لفظ نہیں سنے جن سے نکاح بندھتا ہے۔ یا کسی کے شوہر نے طلاق دیدی تھی یا مرگیا تھا اور ابھی عدت پوری نہیں ہوئی تھی کہ اس نے دوسرے مرد کو لاعلم رکھ کر اس سے نکاح کرلیا یا کوئی اور ایسی ہی بے قاعدہ بات ہوئی اس لئے دونوں میں جدائی کرادی گئی لیکن ابھی مرد نے صحبت نہیں کی ہے تو کچھ مہر نہیں ملے گا بلکہ اگر خلوت صحیحہ میں ایک جگہ رہے تب بھی مہر نہ ملے گا۔ البتہ اگر صحبت کر چکا ہو تو مہر مثل دلایا جائے گا۔ لیکن اگر نکاح کے وقت کچھ مہر طے ہوا تھا اور مہر مثل اس سے زیادہ ہے تو وہی طے شدہ مہر ملے گا مہر مثل نہ ملے گا۔(23)

مسئلہ: کسی نے اپنی بیوی سمجھ کر غلطی سے کسی غیر عورت سے صحبت کرلی تو اس کو بھی مہر مثل دینا پڑے گا اور اس صحبت کو زنا نہیں کہیں گے نہ کچھ گناہ ہوگا بلکہ اگر حمل ٹھہر گیا تو اس بچے کا نسب بھی ٹھیک ہے اور غلطی سے صحبت کرنے والے سے ہوگا اس کے نسب میں کچھ دھبہ نہیں ہے اور اس کو حرامی کہنا درست نہیں۔ اور جب معلوم ہوگیا کہ میری بیوی نہ تھی تو اب اس عورت سے الگ رہے۔ اب صحبت کرنا درست نہیں اور اس عورت کو بھی عدت بیٹھنا واجب ہے اب بغیر عدت پوری کئے اس کا اپنے شوہر کے ساتھ بیٹھنا اور بوس و کنار کرنا اور شوہر کا صحبت کرنا درست نہیں۔(24)

مہر کے چند دیگر مسائل

مسئلہ: مہر میں روپیہ، پیسہ، سونا چاندی کچھ مقرر نہیں کیا بلکہ کوئی جائیداد یا کوئی باغ یا کچھ زمین مقرر کی تو یہ بھی درست ہے اور جو مقرر کیا ہے وہی دینا پڑے گا۔(25)

22- ثم اعلم ان اعتبار مهر المثل المذكور حكم كل نكاح صحيح لا تسمية فيه اصلا اوسمى فيه ما هو مجهولا او ما لا يحل شرعا و حكم كل نكاح فاسد بعد الوطء سمى فيه مهر اولا و اما المواضع التي يجب فيها المهر يصيب الوطء بشبهة فليس المراد بالمهر فيها مهر المثل المذكور هنا لما في الخلاصة ان المراد به العقر و فسره الاسبيجابى بانه ينظر بكم تستاجر للزنا لوكان حلالا يجب ذلك القدر. (ردالمحتار ص 384 ج 2)

23- ويجب مهر المثل في نكاح فاسد و هو الذى فقد شرطا من شرائط الصحة كشهود بالوطء في القبل لا بغيره كالخلوة لحرمة وطئها ولم يزد مهر المثل على المسمى لرضا ها بالحط ولو كان دون المسمى لزم مهر المثل لفساد التسمية بفساد العقد ولولم يسم اوجهل لزم بالغا ما بلغ. (درمختار ص 380 ج 2)

24- اذا دخل الرجل بالمرأة على وجه شبهة ...... فعليه المهر و عليها العدة (عالمگیری ص 527 ج1)

25- ان المسمى اذاكان من غير النقود بان كان عرضا اوحيوانا اما ان يكون معينا باشارة او اضافة فيجب بعينه. (ردالمحتار ص 378 ج 2)

مسئلہ: اگر حج کرانے کو مہر مقرر کیا تو خاوند کے ذمہ حج کا خرچہ ہوگا۔(26)

مسئلہ: عورت اگر اپنا مہر خوشدلی سے معاف کردے تو جائز ہے اور مہر معاف ہو جاتا ہے۔(27)

مسئلہ: اگر شوہر نے کچھ دباؤ ڈال کر، دھمکا کر اور تنگ کر کے مہر معاف کرالیا تو اس معاف کرنے سے معاف نہیں ہوا۔ اب بھی اس کے ذمہ ادا کرنا واجب ہے۔(28)

مسئلہ: کسی مرد یا کسی عورت نے کسی کنواری کو خواہ وہ بالغہ ہو یا نابالغہ ہو دھکا دیا جس کی وجہ سے اس کا پردہ بکارت (Hymen) پھٹ گیا تو مجرم کے ذمے مجروح لڑکی کا مہر مثل واجب ہوگا۔ یہی حکم اس وقت ہے جب کسی پتھر یا کسی آلہ کے ذریعہ ایسا کیا گیا ہو۔(29)

26- لوتزوجها...... على حجة لوجوب قيمة حجة وسط. (رد المحتار ص 363 ج 2)

27- وصح حطها لكله او بعضه عنه (درمختار ص 366 ج 2)

28- ولا بد من رضاها ففي هبة الخلاصة خوفها بضرب حتى وهبت مهرها لم يصح لوقادرا على الضرب. (ردالمحتار ص 367 ج 2)

29- لو دفع بكرا اجنبية صغيرة او كبيرة فذهبت عذرتها لزمه المهرو ذكر مثله فيما لو ازالها بحجر او نحوه. (ردالمحتار ص 359 ج 2)

باب :9

بیویوں میں برابری کرنے کا بیان

مسئلہ: جس کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو مرد پر واجب ہے کہ سب کو برابر رکھے جتنا ایک عورت کو دیا ہے دوسری بھی اتنے کی دعوے دار ہوسکتی ہے اگر ایک کے پاس ایک رات رہا تو دوسری کے پاس بھی ایک رات رہے۔ اس کے پاس دو یا تین راتیں رہا تو اس کے پاس بھی دو یا تین راتیں رہے۔ جتنا مال، زیور، کپڑے اس کو دیئے اتنے ہی کی دوسری عورت بھی دعوے دار ہے۔ البتہ اگر ایک مالدار گھرانے کی ہو اور دوسری غریب گھرانے کی ہو تو پھر ہر ایک کے حسب حال خرچہ دے سکتا ہے۔(1)

مسئلہ: جس کا نیا نکاح ہوا اور جو پرانی ہو چکی دونوں کا حق برابر ہے کچھ فرق نہیں۔(2)

مسئلہ: برابری فقط رات کے رہنے میں ہے دن کے رہنے میں برابری ہونا ضروری نہیں۔ اگر دن میں ایک کے پاس زیادہ رہا اور دوسری کے پاس کم رہا تو کچھ حرج نہیں اور رات میں برابری واجب ہے۔ اگر ایک کے پاس مغرب کے بعد ہی آ گیا اور دوسری کے پاس عشاء کے بعد آیا تو گناہ ہوا۔ البتہ جو شخص رات کو نوکری میں لگا رہتا ہو اور دن کو گھر میں رہتا ہو جیسے چوکیدار، پہرے دار، اس کے لئے دن کو برابری کا حکم ہے۔(3)

مسئلہ: صحبت کرنے میں برابری کرنا واجب نہیں ہے۔ یعنی اگر ایک کی باری میں صحبت کی ہے تو دوسری کی باری میں بھی صحبت کرے یہ ضروری نہیں۔ البتہ مستحب ہے۔(4)

مسئلہ: ایک بیوی کی باری میں رات کے وقت یعنی مغرب کے بعد دوسری کے ہاں نہ جائے۔ ہاں اگر وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کیلئے جا سکتا ہے۔ اور اگر وہ زیادہ بیمار ہو جائے اور اس کی خبر گیری کرنے والا کوئی اور

1- يجب ...... ان يعدل اى ان لا يجور فيه اى فى القسم بالتسوية فى البيتوتة و فى الملبوس و الماكول و الصحبة (درمختار ص 431 ج 2) و قد علمت ان العدل فى كلامه بمعنى عدم الجور لا بمعنى التسوية فانها لا تلزم فى النفقة مطلقا...... واما على القول المفتى به من اعتبار حالهما فلا فان احداهما قد تكون غنية و الاخرى فقيرة فلا يلزم التسوية بينهما مطلقا فى النفقة. (رد المحتار ص 431 ج 2)

2- و البكر و الثيب و الجديدة و القديمة...... سواء لاطلاق الآية (درمختار ص 434 ج 2)

3- قوله فى البيتوتة ولم يذكر الاقامة فى النهار لانها تجب فى الجملة بلا تقدير. (ردالمحتار ص 431 ج 2)

4- لافى المجامعة كالمحبة بل يستحب. (درمختار ص 432 ج 2)

نہ ہوتو شوہراس کی صحت یا موت تک اس کے پاس رہ سکتا ہے۔(5)

مسئلہ: جب شوہر ایسا بیمار ہو جائے کہ ایک بیوی کے کمرے یا گھر سے دوسری بیوی کے کمرے یا گھر تک نہیں جاسکتا تو اس میں دوصورتیں ہیں۔

1-اگر شوہر خاص اپنے کمرے میں ہوتو ہر بیوی کو اس کی باری میں اپنے کمرے میں بلا لے۔

2-صحت تک اگر ایک بیوی کے کمرے میں رہے تو جتنے دن یہاں رہا صحت کے بعد اتنے ہی دن دوسری کے ہاں رہے۔(6)

مسئلہ: ایک بیوی اپنی باری سوکن کو دے سکتی ہے۔لیکن بعد میں اگر کسی وقت وہ دوبارہ اپنی باری جاری کرنے کا مطالبہ کرے تو جائز ہے اور اس کو باری ملے گی۔(7)

مسئلہ: اگر کوئی اپنی بیویوں میں برابری نہ کرتا رہا اور اب سمجھ آئی تو آئندہ سے برابری کرے اور سابقہ غلطی پر توبہ کرے۔

مسئلہ: ایک کی باری میں دوسری سے صحبت نہ کرے اگر چہ دن میں ہی ہو۔(8)

مسئلہ: ایک عورت سے زیادہ محبت ہے اور دوسری سے کم تو اس میں کچھ گناہ نہیں کیونکہ دل اپنے اختیار میں نہیں ہوتا۔(9)

مسئلہ: سفر میں جاتے وقت برابری واجب نہیں جس کو جی چاہے ساتھ لے جائے اور بہتر یہ ہے کہ قرعہ ڈال لے جس کا نام نکلے اس کو لے جائے تا کہ کوئی اپنے دل میں ناخوش نہ ہو۔سفر میں ساتھ لے جانے کا برابری میں حساب نہ ہوگا۔(10)

5- انما تلزمه التسوية فی الليل حتى لو جاء للاولى بعد المغرب وللثانية بعد العشاء فقد ترک القسم...... وكذا لا يدخل عليها الا لعيادتها ولو اشتد ففي الجوهرة لا باس ان يقيم عندها حتى تشفى اوتموت. (درمختار ص 435 ج 2)

6- ولو مرض هو فی بيته دعا كلا فی نوبتها (درمختار ص 435 ج 2) هذا اذا كان له بيت ليس فيه واحدة منهن والا فان لم يقدر على التحول الى بيت الاخرى يقيم بعد الصحة عند الاخرى بقدر ما اقام عند الاولى مريضا. (ردالمحتار ص 435 ج 2)

7- ولو تركت قسمها...... ای نوبتها لضرتها صح ولها الرجوع فی ذلک فی المستقبل لانه ما وجب فما سقط. (درمختار ص 435 ج 2)

8- لا يجا معها فی غير نوبتها...... ای و لو نهارا. (درمختار و ردالمحتار ص 435)

9- لا فی المجامعة كالمحبة...... اما المحبة فهی ميل القلب و هولا يملک. (درمختار و ردالمحتار ص 432 ج 2)

10- ولا قسم فی السفر دفعا للحرج فله السفر بمن شاء منهن والقرعة احب تطييبا لقلوبهن. (درمختار ص 435 ج 2)

باب:10

بیوی کا مجامعت میں حق

مسئلہ: نکاح کے بعد ایک مرتبہ مجامعت بیوی کا ایسا حق ہے جس کے لئے وہ قانونی چارہ جوئی بھی کرسکتی ہے۔اگر نامردی (Impotency) کی بنا پر شوہر ایسا نہ کر سکے تو بیوی نکاح فسخ بھی کرا سکتی ہے۔(1)

مسئلہ: ایک مرتبہ سے زائد میں یہ صورت ہے کہ ہر چار مہینے میں ایک مرتبہ یہ بھی بیوی کا حق ہے جو شوہر کے ذمہ واجب ہے اور عورت کی رضا مندی اور خوشی کے بغیر مجامعت ترک کئے پورے چار مہینے گزار دینا جائز نہیں ہے۔ پھر اس وجوب میں اختلاف ہے۔ عام قول یہ ہے کہ یہ وجوب از روئے دیانت ہے یعنی مرد کو یہ حق ادا نہ کرنے پر گناہ ہوتا ہے۔ اگر چہ بیوی اس کے لئے قانونی چارہ جوئی نہیں کرسکتی لیکن بعض دوسرے فقہاء کا کہنا ہے کہ اس کیلئے بھی عورت عدالت کے ذریعے سے شوہر کو اس کی ادائیگی پر مجبور کرسکتی ہے۔ البتہ بیماری یا عارضی نامردی پیش آ جائے تو یہ اس حق کی ادائیگی میں عذر بن سکتا ہے۔

مسئلہ: بیوی کی رضا مندی سے شوہر چار مہینے سے زائد مجامعت کو چھوڑ سکتا ہے لیکن پھر جب بیوی کا مطالبہ ہو تو شوہر کو اس کا مطالبہ پورا کرنا ہوگا۔

3- و فی البدائع لها ان تطالبه بالوطء لان حله لها حقها کما ان حلها له حقه و اذا طالبته یجب علیه و یجبر علیه فی الحکم مرة و الزیادة تجب دیانة لا فی الحکم عند بعض اصحابنا و عند بعضهم تجب علیه فی الحکم (ردالمحتار ص 432 ج 2) ویجب دیانة احیانا ولا یبلغ مدة الایلاء الا برضاها (درمختار ص 432 ج 2) قال فی الفتح و اعلم ان ترک جماعها مطلقا لا یحل له صرح اصحابنا بان جماعها احیانا واجب دیانة لکن لا یدخل تحت القضاء والالزام الا الوطأة الاولی ولم یقدروا فیه مدة ویجب ان لا یبلغ به مدة الایلاء الا برضاها وطیب نفسها به (رد المحتار ص 432 ج 2)

اس پر دو اعتراض کئے جاسکتے ہیں:

1- فقہائے احناف نے یہ حکم تو لگایا ہے کہ ان جماعها احیانا واجب دیانة لیکن چار ماہ کی مدت سب

1- لا یدخل تحت القضاء والالزام الا الوطأة الاولی. (ردالمحتار ص 432 ج 2)

سے پہلے ابن ہمام رحمہ اللہ نے خود تجویز کی ہے اور یہ ان کا تفرد ہے جو کسی نقل پر مبنی نہیں ہے۔

اس بات کی دلیل کہ یہ ابن ہمام رحمہ اللہ کی اپنی تجویز ہے یہ ہے کہ انہوں نے پہلے متعدد بیویوں کی باری کے دن مقرر کرنے کے بارے میں ایک بحث ذکر کی ہے۔

والرای فی البداء ة فی القسم الیہ و کذا فی مقدار الدور هداية و تبيين و قيده فی الفتح بحثا بمدة الا يلاء...... در مختار ص 436 ج 2)

(قوله و قيده فی الفتح) ای قيد كلام الهداية المذكور حيث قال اعلم ان هذا الاطلاق لا يمكن اعتباره علی صراحته لانه لو اراد ان يدور سنة سنة ما يظن اطلاق ذلک بل ينبغی ان يطلق له مقدار مدة الايلاء و هو اربعة اشهر واذا كان وجوبه للتانس ورفع الوحشة وجب ان تعتبر المدة القريبة و اظن ان اكثر من جمعة مضارة الا ان يرضيا اه. (رد المحتار ص 436 ج 2)

ابن ہمام رحمہ اللہ کا چار ماہ کی مدت والا قول ان کی اسی بحث پر مبنی ہے جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں۔

(قوله ولا يبلغ مدة الا يلاء) تقدم عن الفتح التعبير بقوله ويجب ان لا يبلغ الخ و ظاهره انه منقول لكن ذكر قبله فی مقدار الدور انه لا ينبغی ان يطلق له مقدار مدة الا يلاء وهو اربعة اشهر فهذا بحث منه كما سيذكره الشارح فالظاهر ان ما هنا مبنی علی هذا البحث تأمل. (ردالمحتار ص 234 ج 2)

2- امداد الاحکام میں مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

''قاعدہ یہ ہے کہ بیوی سے دیانۃً اتنی مدت تک نہ ملنے سے گناہ ہوتا ہے جس میں اندیشہ اس کی عفت زائل ہونے کا ہو یا اندیشہ ہو کہ اس کو غیر مردوں کی طرف التفات ہوگا اب اس کو ہر شخص اپنی بیوی کی حالت میں غور کر کے دیکھ لے کہ اس کی بیوی کتنی مدت تک مرد سے صبر کر سکتی ہے اور کتنی مدت میں اس کو مرد کی طرف اشتیاق ہوتا ہے۔ بعض فقہاء نے اندازہ سے چار ماہ اس کی مدت مقرر کی ہے۔ **وهی مدة الايلاء وبها امر عمر ان لا يحبس رجل فوقها فی الجيش** مگر اختلاف حالات وامزجہ سے اس میں کمی بیشی بھی ہو سکتی ہے۔'' (امداد الاحکام ص 381 ج 2)

ان دونوں اعتراضوں کا حاصل یہ ہے کہ چار ماہ کی مدت کوئی کلی ضابطہ نہیں ہے اور اس مدت میں ہر شخص کے اعتبار سے کمی بیشی ممکن ہے۔

جواب: ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ چار ماہ کی تحدید ابن ہمام رحمہ اللہ کی اپنی تجویز ہے لیکن جب دلائل اس

کے مؤید ہیں اور کسی نے ان کی تجویز سے اختلاف نہیں کیا اور صاحب درمختار اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے ان کی تجویز کو نہ صرف بلا تردد کے قبول کیا ہے بلکہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قصہ سے تائید بھی کی۔

ثم قوله وهو اربعة اشهر يفيد ان المراد ايلاء الحرة ويؤيد ذلك ان عمر رضی اللہ عنہ لما سمع في الليل امرأة تقول

فو الله لو لا الله تخشى عواقبه　　　لزحرح من هذا السرير جوانبه

فسأل عنها فاذا زوجها في الجهاد فسأل بنته حفصة كم تصبر المرأة عن الرجل فقالت اربعة اشهر فامر امراء الاجناد ان لا يتخلف المتزوج عن اهله اكثر منها ولولم يكن في هذه المدة زيادة مضارة بها لما شرع الله تعالى الفراق بالا يلاء فيها. (رد المحتار ص 432 ج 2)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے خاص قصہ والی عورت کے متعلق نہ پوچھا تھا بلکہ ایک اکثری ضابطہ پوچھا تھا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی اکثری ضابطہ یہی بتایا جو بہر حال کل پر لاگو ہوتا ہے۔ ہماری اس بات سے مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی یہ بات کہ ''ہر شخص اپنی بیوی کی حالت میں غور کر کے دیکھ لے کہ اس کی بیوی کتنی مدت تک مرد سے صبر کر سکتی ہے''۔ بے وزن ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں مولانا عثمانی رحمہ اللہ کا ذکر کردہ ضابطہ ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔ اول تو تجربہ و مشاہدہ شاہد ہے کہ عام طور سے مردوں میں شہوت زیادہ ہوتی ہے اور عورتوں میں حیا غالب ہوتی ہے اپنی بیوی کا مزاج جاننے کے لئے مرد کو کئی مہینے تک اپنی بیوی سے رکنا پڑے گا اور اگر سال کا سفر درپیش ہو تو سال بھر بیوی سے رکنا پڑے گا تاکہ معلوم کر سکے کہ بیوی پورا سال مرد کی طلب اور اشتیاق کے بغیر گزار سکتی ہے یا نہیں۔ پھر ایک دفعہ سے مزاج کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا کم از کم دو تین مرتبہ یہ تجربہ کرے پھر شاید کچھ اندازہ کر سکے کیونکہ طلب و اشتیاق میں مختلف عوامل و وجوہ سے کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

غرض ابن ہمام رحمہ اللہ کا ذہن اس طرف گیا کہ یجب احیانا کو کسی ضابطہ میں لانا چاہیے اور اس میں ان کا ضابطہ مدلل ہے اور اس کو ان کا تفرد کہہ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

شادی شدہ مرد اپنی بیوی سے کتنی مدت تک دور رہ سکتا ہے

نوٹ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوج کے شادی شدہ افراد کے لئے یہ حکم جاری کیا کہ ان کو چار ماہ ہونے پر چھٹی دی جائے تاکہ وہ گھر ہو آئیں۔ اور یہ حکم ان کی بیویوں کی خاطر جاری کیا کیونکہ ایک خاتون کی حالت کی وجہ سے ایسا کیا تھا خود مرد نے مطالبہ نہیں کیا تھا۔ لہٰذا ہمارے دور کے بعض حضرات جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کا یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی شادی شدہ چھٹی طلب کرے تو اس کی چھٹی روکی نہ جائے بالکل غلط

ہے۔

اس وقت فوج جہاد کے لئے تھی جو اعلاء کلمۃ اللہ کا کام تھا۔ اس لیے جہاد ہو یا تبلیغ ہو یا تعلیم و تعلم ہو حضرت عمرؓ کا ضابطہ سب کے لئے ہے کیونکہ حدیث میں ہے **علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین.** حضرت عمرؓ کے اس فرمان سے پہلے جو زیادہ مدت رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمائی تھی وہ ایک سال کی تھی جو بیہقی کی اس روایت سے ثابت ہے۔

عن عبداللہ بن کعب بن مالک الانصاری ان جیشا من الانصار کا نوا بارض فارس مع امیرھم و کان عمرؓ یعقب الجیوش فی کل عام فشغل عنھم عمرؓ. فلما مر الاجل قفل اھل ذلک الثغر فاشتد علیہ و اوعدھم وھم اصحاب رسول اللہ ﷺ قالوا یا عمر انک غفلت عنا و ترکت فینا الذی امر بہ النبی ﷺ من اعقاب بعض الغزیۃ بعضا.

اور جب دین کے کاموں میں یہ ضابطہ ہے تو دنیا کے کاموں میں تو بطریق اولیٰ یہ ضابطہ چلے گا۔

مسئلہ: بیوی سے ایک دن میں اس کی طاقت سے زائد مقدار میں مجامعت کرنا یعنی جس سے اس کو ضرر و تکلیف ہو جائز نہیں۔ اگر معاملہ عدالت میں چلا جائے تو عورت اپنے تحمل کے بارے میں بیان دے اور اس پر قسم بھی کھائے جس پر قاضی و جج شوہر پر اس مقدار سے زائد پر پابندی لگا دے۔(2)

مسئلہ: لڑکی اگر ابھی نابالغ ہو اور اس کا شوہر بالغ ہو چکا ہو تو اگر لڑکی کا جسم اتنا اچھا ہے کہ وہ مرد کا تحمل کر سکتی ہے تو شوہر اس کی رخصتی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اگر لڑکی کا باپ شوہر سے متفق نہ ہو تو قاضی و جج اس لڑکی کا لیڈی ڈاکٹر وغیرہ سے معائنہ کرا کر فیصلہ دے گا۔(3)

مسئلہ: بالغہ لڑکی بھی اگر ایسے ہلکے اور کمزور جسم والی ہو کہ مرد کا تحمل نہ کر سکتی ہو تو اس کے باپ کو یہ حکم نہیں دیا جا سکتا کہ وہ لڑکی کو شوہر کے سپرد کر دے۔(4)

نامردی کی بناء پر فسخ نکاح کی تفصیل

نامردی اس کو کہتے ہیں کہ آلہ تناسل ہونے کے باوجود مرد جماع کرنے پر قادر نہ ہو خواہ یہ حالت کسی مرض کی وجہ سے پیدا ہو یا ضعف کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے یا اس وجہ سے ہو کہ کسی نے اس پر جادو کر دیا ہو۔ اگر ایسا شخص ہو کہ ایک بیوی سے جماع کرنے پر قادر ہے اور دوسری پر نہیں تو جس سے جماع پر

2- ولو تضررت من کثرۃ جماعہ لم تجز الزیادۃ علی قدر طاقتھا. (درمختار ص 432 ج 2) ینبغی ان یسألھا القاضی عما تطیق و یکون القول لھا بیمینھا لانہ لا یعلم الا منھا. (ردالمحتار ص 433 ج 2)

3,4- الزوجۃ اذا کانت صغیرۃ لا تطیق الوطء لا تسلم الی الزوج حتی تطیقہ...... عن التاترخانیۃ ان البالغۃ اذا کانت لا تحتمل لا یومر بدفعھا الی الزوج. (رد المحتار ص 433 ج 2)

قدرت نہیں اس کے حق میں یہ شخص نامرد سمجھا جائے گا۔(5)

نامرد کی زوجہ کو ان شرائط کے ساتھ اپنے خاوند سے تفریق اور علیحدگی اختیار کرنے کا شرعی حق ہے۔

پہلی شرط: یہ ہے کہ نکاح سے پیشتر عورت کو اس کے نامرد ہونے کا علم نہ ہو۔ اگر نکاح سے پہلے اس کا علم تھا اور اس کے باوجود نکاح کیا تو اب اس کو تفریق کا حق نہیں ہوگا۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ شوہر نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی بیوی سے جماع نہ کر سکا ہو۔ اگر ایک مرتبہ جماع کرنے کے بعد نامرد ہوا تو عورت کو تفریق کا حق حاصل نہ ہوگا۔

تیسری شرط: یہ ہے کہ جب سے عورت کو شوہر کے نامرد ہونے کی خبر ہوئی ہے اس وقت سے عورت نے شوہر کے ساتھ رہنے پر رضامندی کی تصریح نہ کی ہو۔ سکوت کو بھی رضامندی نہ سمجھا جائے گا۔

چوتھی شرط: یہ ہے کہ جس وقت سال بھر کی مدت گزرنے کے بعد قاضی و جج عورت کو اختیار دے تو عورت اسی مجلس میں علیحدگی کو اختیار کر لے۔ کسی اور بات میں لگ گئی یا وہاں سے اٹھ گئی تو پھر اختیار نہ رہے گا۔(6)

علیحدگی حاصل کرنے کا طریقہ کار(7)

عورت اپنا معاملہ کسی مسلمان جج کی عدالت میں پیش کرے۔ جج واقعہ کی تحقیق کرے یعنی پہلے شوہر سے دریافت کرے۔ اس وقت دو صورتیں ممکن ہیں۔

پہلی صورت: اگر وہ خود اقرار کرے کہ وہ جماع پر قادر نہیں ہوا تو جج اس کو علاج کی خاطر ایک شمسی سال (یعنی 365 دن) کی مہلت دیدے۔ اس سال بھر کے عرصہ میں اگر شوہر علاج کر کے تندرست اور جماع پر قادر ہو گیا اور ایک مرتبہ بھی جماع کر لیا تو عورت کو علیحدگی کا حق نہیں رہا۔ اور اگر اس عرصہ میں ایک مرتبہ بھی جماع نہ کر سکا تو عورت کے دوبارہ درخواست دینے پر جج تحقیق کرے۔ اگر شوہر اقرار کر لے کہ وہ قادر نہیں ہوا تو جج عورت کو اختیار دیدے کہ اگر علیحدگی درکار ہو تو طلب کرو۔ عورت اگر اسی وقت علیحدگی طلب کر لے تو جج دونوں میں تفریق کر دے مثلاً یوں کہدے کہ میں نے تجھ کو اس کے نکاح سے الگ کر دیا۔ یہ تفریق ایک طلاق بائنہ شمار ہوتی ہے۔

دوسری صورت: اگر خاوند جماع کا دعویٰ کرے تو اس وقت یہ تفصیل ہے

1- اگر عورت باکرہ ہونے کا دعویٰ نہ کرتی ہو تو مرد سے اس کے قول پر قسم لی جائے گی۔ اگر وہ قسم کھالے تو عورت کا دعویٰ خارج کر دیا جائے گا اور اگر وہ قسم نہ کھائے تو اس کو ایک سال کی مدت بغرض علاج دی جائے گی۔

5- حیلہ ناجرہ ص 150

6- حیلہ ناجزہ ص 152

7- حیلہ ناجزہ ص 150

2-اور اگر عورت باکرہ ہونے کا دعوی کرتی ہو تو اس کا معائنہ کرایا جائے گا۔

ا۔معائنہ پر اس کا باکرہ ہونا ثابت ہو تو شوہر سے اس کے قول پر قسم لی جائے گی۔اگر وہ قسم کھالے تو عورت کا دعوی خارج کر دیا جائے گا اور اگر وہ قسم نہ کھائے تو علاج کیلئے اس کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔

ب۔معائنہ پر وہ باکرہ ثابت ہو تو شوہر کو ایک سال کی مہلت علاج کیلئے دی جائے گی۔

سال کی مہلت ختم ہونے پر اگر عورت پھر درخواست دے کہ اس کا شوہر ابھی تک اس سے جماع نہیں کر سکا لیکن شوہر جماع کا دعوی کرے تو۔

ا۔مہلت دیتے وقت اگر عورت باکرہ تھی تو اب دوبارہ معائنہ کرایا جائے گا۔ اگر اب بھی باکرہ ہونا ثابت ہو تو عورت کو تفریق طلب کرنے کا اختیار دیا جائے گا۔

ب۔مہلت دیتے وقت اگر عورت باکرہ نہ تھی یا اس وقت تو باکرہ تھی لیکن اب باکرہ نہ ہو تو شوہر سے اس کے قول پر حلف لیا جائے گا۔اگر وہ حلف اٹھالے تو عورت کا مقدمہ خارج کر دیا جائے گا اور اگر وہ حلف اٹھانے سے انکار کر دے تو عورت کو تفریق طلب کرنے کا اختیار دیا جائے گا۔

مسئلہ: وہ خصی جس کو انتشار نہیں ہوتا اس کا بھی وہی حکم ہے جو نامرد کا ہے۔

مسئلہ: جس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہو یا قدرتی طور سے اتنا چھوٹا ہو کہ نہ ہونے کے برابر ہو اس کو سال بھر کی مہلت دینے کی ضرورت نہیں بلکہ پہلی ہی درخواست پر تحقیق کر کے عورت کو اختیار دے دیا جائے گا۔(8)

8- حیلہ ناجزہ ص 153

باب: 11

روٹی کپڑے اور رہائش کا بیان

مسئلہ: بیوی کا روٹی کپڑا مرد کے ذمہ واجب ہے۔ عورت چاہے کتنی مالدار ہو مگر خرچ مرد ہی کے ذمہ ہے اور رہنے کیلئے گھر دینا بھی مرد کے ذمہ ہے۔(1)

مسئلہ: نکاح ہو گیا لیکن رخصتی نہیں ہوئی تب بھی روٹی کپڑے کی دعویدار ہوسکتی ہے۔ لیکن اگر مرد نے رخصت کرانا چاہا پھر بھی رخصتی نہیں ہوئی تو روٹی کپڑا پانے کی مستحق نہیں۔(2)

مسئلہ: بیوی بہت چھوٹی ہے کہ صحبت کے قابل نہیں تو اگر مرد نے کام کاج کیلئے یا اپنا دل بہلانے کیلئے اس کو اپنے گھر رکھ لیا تو اس کا روٹی کپڑا مرد کے ذمہ واجب ہے اور اگر نہ رکھا میکے بھیج دیا تو واجب نہیں۔(3)

مسئلہ: اگر شوہر چھوٹا نابالغ ہو لیکن عورت بڑی ہو تو اس کو روٹی کپڑا ملے گا۔(4)

مسئلہ: روٹی کپڑے میں دونوں کی رعایت کی جائے گی۔ اگر دونوں مالدار ہوں تو امیروں کی طرح کا کھانا کپڑا ملے گا اور اگر دونوں غریب ہوں تو غریبوں کی طرح کا اور اگر ایک امیر اور دوسرا غریب ہو تو درمیان کا روٹی کپڑا ملے گا یعنی جو امیری سے کم اور غریبی سے زیادہ ہو۔(5)

مسئلہ: سال میں عورت کپڑے کے دو جوڑے لینے کی حقدار ہے ایک گرمی کا ایک سردی کا۔ بشرطیکہ وہ کپڑا ایسا ہو جو چھ مہینے سے پہلے نہ پھٹتا ہو نہ بوسیدہ ہوتا ہو(6)

1- النفقة هي الطعام والكسوة والسكنى...... فتجب للزوجة بنكاح صحيح...... على زوجها لانها جزاء الاحتباس...... ولو...... فقيرة او غنية. (درمختار ص 700 ج 2)

2- فتجب للزوجة...... على زوجها...... ولو هي في بيت ابيها اذا لم يطالبها الزوج بالنقلة به يفتى وكذا اذا طالبها ولم تمتنع او امتنعت للمهر (در مختار ص 701 ج 2)

3- تجب للزوجة...... على زوجها...... ان كانت...... صغيره تصلح لخدمة او للاستيناس ان امسكها في بيته. (درمختار ص 701 ج 2)

4- وان كان الزوج صغيرا والمرأة كبيرة فلها النفقة لوجود التسليم. (عالمگیری ص 546 ج 1)

5- والصحيح انه يعتبر حالهما...... حتى كان لها نفقة اليسار ان كانا موسرين و نفقة العسار ان كانا معسرين وان كانت موسرة و هو معسر لها فوق ما يفرض لوكانت معسرة...... وان كان الزوج موسرا مفرط اليسار...... لا يجب عليه ان يطعمها ما ياكل بنفسه ولا ماكانت تاكل في بيتها. (عالمگیری ص 548 ج 2)

6- الكسوة واجبة عليه بالمعروف بقدر ما يصلح لها عادة صيفا و شتاء كذا في التتلر خانية نا قلا عن الينابيع و انما

مسئلہ: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زوجین آپس میں باہمی سمجھوتہ سے کوئی خرچہ مقرر کرلیں یا اختلاف کی صورت میں عدالت یا یونین کونسل سے مقرر کرالیں۔(7)

مسئلہ: عورت اگر بیمار ہے کہ گھر کا کاروبار نہیں کرسکتی یا ایسے بڑے گھر کی ہے کہ اپنے ہاتھ سے پیسنے، کوٹنے، کھانا پکانے کا کام نہیں کرسکتی بلکہ عیب سمجھتی ہے اور اس گھر کے رواج میں لوگ اس کو گھٹیا بات سمجھتے ہیں تو پکا پکایا کھانا دیا جائے گا۔ انہی صورتوں میں عورت کو گھر کے کام کاج کے لئے کوئی ملازم یا ملازمہ رکھنے کا بھی اختیار ہوگا اور اس کا خرچہ شوہر کے ذمہ ہوگا اگر وہ اس کی حیثیت رکھتا ہو۔ اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بات نہ ہو تو گھر کا سب کام کاج اپنے ہاتھ سے کرنا واجب ہے۔ یہ سب کام خود کرے، مرد کے ذمہ فقط اتنا ہے کہ چولہا، اناج، ایندھن کھانے پینے کے برتن وغیرہ لا دے عورت اپنے ہاتھ سے پکائے اور کھائے۔(8)

مسئلہ: تیل، کنگھی، صابن، وضو اور نہانے کا پانی مرد کے ذمہ ہے اور سرمہ مسی یعنی کاسمیٹک کا سامان مرد کے ذمہ نہیں۔(9)

مسئلہ: عورت کے اپنے کپڑوں کی دھلائی کے لئے دھوبی کی تنخواہ و اجرت مرد کے ذمہ نہیں۔ اپنے ہاتھ سے دھوئے اور پہنے اور اگر مرد دیدے تو اس کا احسان ہے۔(10)

مسئلہ: دائی جنائی کی مزدوری اس پر ہے جس نے بلوایا۔ مرد نے بلایا ہو تو مرد پر اور عورت نے بلوایا ہو تو اس پر اور جو بغیر بلائے آ گئی تو مرد پر ہے۔ بالفاظ دیگر اگر مرد خود عورت کو لیڈی ڈاکٹر کے پاس یا ہسپتال لے گیا یا عورت سے کہا کہ وہ خود چلی جائے خرچہ وہ دے گا تو خرچہ مرد کے ذمہ ہے اور اگر عورت از خود چلی گئی تو

تفرض الكسوة فى السنة مرتين فى كل ستة اشهر مرة كذا فى المسبوط ولو فرض لها الكسوة مدة ستة اشهر ليس لها غيرها حتى تمضى المدة فان تحرقت قبل مضيها ان كانت بحيث لو لبستها لبسا معتادا لم تتخرق لم يجب عليه والا وجب. (عالمگیری ص. 555 ج 1)

7- و اذا طلبت المرأة من القاضى ان يفرض لها النفقة على الزوج فان كان حاضرا صاحب مائدة فالقاضى لا يفرض لها النفقة وان طلبت الا اذا ظهر للقاضى انه يضربها ولا ينفق عليها فحينئذ يفرض لها النفقة وان لم يكن صاحب مائدة فالقاضى يفرض لها النفقة. (عالمگیری ص 547 ج 1)

8- ان امتنعت المرأة عن الطبخ والخبز انما يجب على الزوج ان ياتيها بطعام مهيا اذا كانت من بنات الاشراف لا تخدم بنفسها فى اهلها اولم تكن من بنات الاشراف لكن بهاعلة تمنعها من الطبغ والخبر اما اذا لم تكن كذلك فلا يجب على الزوج ان ياتيها بطعام مهيا ويجب عليه آلة الطحن و آنية الاكل والشرب...... (عالمگیری ص548 ج 1)

9- ويجب لها ما تنظف به و تزيل الوسخ كالمشط والدهن و ما تغسل به الراس من السدر و الخطمى و ما تذيل به الدرن كالا شنان والصابون على عادة اهل البلد. اما ما يقصد به التلذذ والا ستمتاع مثل الخضاب والكحل فلا يلزمه بل هو على اختيار ان شاء هيأه وان شاء تركه فاذا هيأه لها فعليها استعماله. (عالمگیری ص 549 ج 1)

10- وتفرض على الزوج اذا كان موسرا نفقة خادمها ووجهه ان كفايتها واجبة عليه و هذا من تمامها اذ لا بد لها منه. (هدايه) وعليه من الماء ما تغسل به ثيابها و بدنها من الوسخ. (عالمگیری ص 549 ج 1)

خرچہ عورت کے ذمہ ہوگا۔(11)

مسئلہ: جتنے زمانے تک شوہر کی اجازت سے اپنے ماں باپ کے گھر رہے اتنے زمانے کا روٹی کپڑا بھی مرد سے لے سکتی ہے۔(12)

مسئلہ: عورت حج کرنے گئی تو اتنے زمانے کا روٹی کپڑا مرد کے ذمہ نہیں۔البتہ اگر شوہر بھی ساتھ ہوتو اس زمانہ کا خرچ بھی ملے گا لیکن روٹی کپڑے کا جتنا خرچ گھر میں ملتا تھا اتنا ہی پانے کی مستحق ہے جو کچھ زیادہ لگے اپنے پاس سے لگائے اور ریل اور جہاز وغیرہ کا کرایہ بھی مرد کے ذمہ نہیں ہے۔(13)

مسئلہ: عورت بیمار پڑ گئی تو بیماری کے زمانے کا روٹی کپڑا پانے کے مستحق ہے چاہے مرد کے گھر بیمار پڑے یا اپنے میکے میں، لیکن اگر بیماری کی حالت میں مرد نے بلایا پھر باوجود قدرت کے بھی نہیں آئی تو اب اس کے پانے کی مستحق نہیں رہی اور بیماری کی حالت میں فقط روٹی کپڑے کا خرچ ملے گا۔(14)

علاج معالجہ کا خرچہ

مسئلہ: علاج معالجہ کا خرچ شوہر کے ذمہ نہیں کیونکہ علاج کرانا خود واجب نہیں تو ایک غیر واجب چیز کا خرچہ کسی دوسرے کے ذمہ کیسے لازم اور واجب کیا جاسکتا ہے۔ جب یہ خرچہ مرد کے ذمہ نہیں تو اگر وہ پھر بھی عورت کو علاج کا خرچہ دیدے تو اس کا احسان ہے اور اگر وہ خرچہ نہ دے تو عورت اپنے پاس سے خرچ کرے اور اگر اس کے پاس اپنا مال نہ ہو اور وہ علاج کرانا چاہے تو وہ زکوۃ اور صدقہ لے کر علاج کر سکتی ہے۔

لا یجب الدواء للمرض ولا اجرة الطبیب ولا الفصد و لا الحجامة. (عالمگیری ص 549 ج 1)

نوٹ: اوپر جو مسائل بیان ہوئے وہ قانونی اعتبار سے ہیں کہ کم از کم حق کتنا ہے اور کم از کم ذمہ داری کتنی ہے۔لیکن اخلاقی اعتبار سے میاں بیوی کی آپس میں معاشرت کا جو بھلا طریقہ رائج ہو اس پر عمل کرنا چاہئے قرآن پاک میں ہے: وَ عَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (اور ان کے ساتھ مروج بھلے طریقہ سے معاشرت رکھو)۔ لہٰذا مرد بیوی کی جائز دلجوئی میں اور اس کے علاج معالجہ میں اور اس کو آسانی پہنچانے میں گنجائش کے مطابق

11- اجرة القابلة علیها ان استاجرتها ولو استاجرها الزوج فعلیه وان حضرت بلا اجازة فلقائل ان یقول علی الزوج لانه مؤنة الوطء ...... (عالمگیری ص 549 ج 1)

12- الکبیرة اذا طلبت النفقة وهی لم تزف الی بیت الزوج فلها ذلک اذا لم یطالبها الزوج بالنقلة. (عالمگیری)

13- ان حجت بلا محرم و زوج فهی ناشزة وان حجت مع محرم لها دون الزوج فلا نفقة لها فی قولهم جمیعا و اما اذا حج الزوج معها فلها النفقة اجماعا ویجب علیه نفقة الحضر دون السفر ولا یجب الکراء (عالمگیری ص 546 ج 1)

14-ولو هی فی بیت ابیها اذا لم یطالبها الزوج بالنقلة...... او مرضت فی بیت الزوج فان لها النفقة وکذا لو مرضت ثم الیه نقلت او فی منزلها بقیت. (درمختار و ردالمحتار ص 701 ج 2)

خوشی سے خرچ کرے۔

مسئلہ: اگر باپ بہت بیمار ہے اور اس کی کوئی خبر لینے والا نہیں تو ضرورت کے موافق وہاں روز جایا کرے۔ اگر باپ بے دین کافر ہو تب بھی یہی حکم ہے بلکہ اگر شوہر منع بھی کرے تب بھی جانا چاہئے لیکن شوہر کے منع کرنے پر جانے سے روٹی کپڑے کا حق نہ رہے گا۔(15)

مسئلہ: جتنا مہر پہلے دینے کا دستور ہے یا پہلے دینا طے ہوا ہے وہ مرد نے نہیں دیا اس لئے عورت مرد کے گھر نہیں جاتی تو اس کو روٹی کپڑا دلایا جائے گا اور اگر یوں ہی بے وجہ مرد کے گھر نہ جاتی ہو تو روٹی کپڑا پانے کی مستحق نہیں ہے۔ جب سے جائے گی اس وقت سے دلایا جائے گا۔(16)

مسئلہ: روٹی کپڑے کا خرچ ایک سال کا یا اس سے کم پیشگی دے دیا پھر شوہر کی وفات ہو گئی تو اب اس میں سے کچھ واپس نہیں لیا جا سکتا۔(17)

مسئلہ: اگر شوہر نے کچھ عرصہ روٹی کپڑے کا خرچہ نہیں دیا اور عورت نے بھی نہیں مانگا تو اگر آپس کی رضامندی سے خرچہ مقرر کیا تھا یا عدالت وغیرہ کے ذریعے سے مقرر ہوا تھا تو عورت کو اس گزری ہوئی مدت کا خرچہ ملے گا اور اگر ان دونوں میں سے کوئی بات نہ تھی تو نہیں ملے گا۔(18)

مسئلہ: جو عورت دن میں گھر سے باہر جا کر کام کر کے کماتی ہو اگر شوہر اس کو باہر جا کر کام کرنے سے منع نہ کرے تو شوہر کے ذمہ عورت کا خرچہ برقرار رہے گا۔ لیکن اگر شوہر عورت کو باہر جا کر کام کرنے سے منع کرے لیکن عورت پھر بھی کام کے لئے باہر نکلتی رہے تو عورت خرچہ کی حقدار نہیں رہے گی۔(19)

رہائش ملنے کا بیان (20)

مسئلہ: مرد کے ذمہ واجب ہے کہ وہ بیوی کے رہنے کے لیے کوئی رہائش بھی مہیا کرے خواہ وہ ملکیتی ہو

15- ولو ابوها زمنا مثلا فاحتاجها فعليها تعاهده ولو كافرا وان ابى الزوج..... اى بقدر احتياجه اليها و هذا اذا لم يكن له من يقوم عليه..... و هل لها النفقة الظاهر لا. (در مختار و ردالمحتار ص722 ج 2)

16- وان امتنعت من تسليم نفسها حتى يعطيها مهرها فلها النفقة وان نشزت فلا نفقة لها حتى تعود الى منزله. (هدايه)

17-وان اسلفها نفقة السنة اى عجلها ثم مات لم يسترجع منها شئ و هذا عند ابى حنيفة و ابى يوسف رحمهما الله. (هداية)

18- اذا مضت مدة لم ينفق الزوج عليها وطالبته بذلک فلا شئ لها الا ان يكون القاضى فرض لها النفقة او صالحت الزوج على مقدار فيها فيقضى لها بنفقة ما مضى. (هدايه)

19- وبه عرف جواب واقعة فى زماننا انه لو تزوج من المحترفات التى تكون بالنهار فى مصالحها و بالليل عنده فلا نفقة لها انتهى قال فى النهر و فيه نظر (درمختار) قلت و سيذكر الشارح قبيل قوله و تفرض لزوجة الغائب عن البحر ان له منعها من الغزل وكل عمل ولو قابلة و مغسلة اه و انت خبير بانه اذا كان له منعها من ذلک فان عصته و خرجت بلا اذنه كانت ناشزة ما دامت خارجة و ان لم يمنعها لم تكن ناشزة. (رد المحتار ص 703 ج 2)

20- تجب السكنى لهاعليه فى بيت خال عن اهله و اهلها الا ان تختار ذلک (عالمگيرى ص 556 ج 1)

و على ما نقلنا عن ملتقط ابى القاسم و تجنيسه للا ستروشنى ان ذلک يختلف باختلاف الناس. ففى الشريفة ذات

یا کرایہ پر ہو یا عاریت پر لی ہوئی ہو۔

پھر اس رہائش کی نوعیت میں میاں بیوی کی معاشی حیثیت اور ان کے خاندان کے رواج کو دیکھا جائے گا:

i- اگر دونوں بہت دولتمند ہیں اور ان کے خاندان میں نئی بیاہی لڑکی علیحدہ مکان میں رہتی ہے تو ان کی مالی حیثیت کے مطابق لڑکی کو علیحدہ مکان ملے گا۔

ii- اگر دونوں بہت دولتمند ہیں لیکن لڑکی کے خاندان میں نئی بیاہی کو علیحدہ مکان ملتا ہے جب کہ لڑکے کے خاندان میں اس کو صرف علیحدہ کمرہ ملتا ہے تو اگر لڑکی والوں نے نکاح سے پہلے یا نکاح کے وقت لڑکے سے علیحدہ مکان دینے کو منوا لیا تھا تو لڑکی کو علیحدہ مکان ملے گا ورنہ اس کو علیحدہ کمرہ ملے گا جس کے ساتھ علیحدہ بیت الخلاء اور باورچی خانہ ہو۔(21)

iii- اگر دونوں امیر ہوں اور اس کے باوجود ان کے ہاں علیحدہ مکان ملنے کا رواج نہ ہو لیکن مشترکہ بیت الخلاء استعمال کرنے کو عار سمجھا جاتا ہو تو لڑکی کو علیحدہ کمرے کے ساتھ علیحدہ بیت الخلاء بھی ملے گا۔(22)

iv- اگر دونوں درمیانے درجے کے امیر ہوں اور مشترکہ باورچی خانہ اور مشترکہ بیت الخلاء استعمال کرنے کو عار نہ سمجھا جاتا ہو تو لڑکی کو علیحدہ کمرے ملے گا اور بیت الخلاء وغیرہ مشترکہ ہوگا۔

v- اگر دونوں غریب ہوں اور لڑکی کو علیحدہ کمرہ نہ دے سکتے ہوں تو مشترکہ کمرہ میں لڑکی کا سامان بھی رکھا جائے گا اور رات گزارنے کے لئے وہ کمرہ یا کوئی دوسری معقول جگہ لڑکی کو دی جائے گی۔

مسئلہ: جس طرح عورت کو یہ اختیار ہے کہ اپنے لئے کوئی الگ گھر مانگے جس میں مرد کا کوئی رشتہ دار نہ رہنے پائے فقط عورت کے قبضہ میں رہے اسی طرح مرد کو اختیار ہے کہ جس گھر میں عورت رہتی ہے خواہ وہ مرد کا ملکیتی ہو یا کرایہ پر لیا ہوا ہو۔ وہاں عورت کے رشتہ داروں کو نہ رہنے دے۔ نہ ماں کو نہ باپ کو نہ بھائی کو نہ کسی اور رشتہ دار کو۔(23)

جو شخص قدرت کے باوجود خرچہ نہ دے اس کی زوجہ کا حکم (24)

الیسار لا بد من افرادها فی دار. ومتوسطة الحال یکفیها بیت واحد من دار. و مفهومه ان من کانت من ذوات الاعسار یکفیها بیت ولو مع احمائها و ضرتها کا کثر الاعراب و اهل القری و فقراء المدن الذین یسکنون فی الاحواش والربوع. و هذا التفصیل هو الموافق لما مر من ان المسکن یعتبر بقدر حالهما ولقوله تعالی اسکنو هن من حیث سکنتم من وجدکم و ینبغی اعتماده فی زماننا هذا...... فعلی المفتی ان ینظر الی حال اهل زمانه و بلده اذ بدون ذلک لا تحصل المعاشرة بالمعروف. (رد المحتار ص 721 ج 2)

21,22- امرأة ابت ان تسکن مع ضرتها او مع احمائها کامه وغیرها فان کان فی الدار بیوت و فرغ لها بیتا وجعل لبیتها غلقا علی حدة لیس لها ان تطلب بیتا آخر (عالمگیری ص 556 ج 1)

زاد فی الاختیار و العینی و مرافق و مفاده لزوم کنیف و مطبخ و ینبغی الافتاء به بحر. و مثله فی الزیلعی و اقره فی الفتح بعد ما نقل عن القاضی الامام انه اذا کان له غلق یخصّه و کان الخلاء مشترکا لیس لها ان تطالبه بمسکن

جو شخص باوجود قدرت کے بیوی کو خرچہ وغیرہ نہ دے ایسے شخص کو اصطلاح میں متعنت کہتے ہیں۔
ایسی عورت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کرلے لیکن اگر بھرپور کوشش کے باوجود شوہر نہ مانے تو دوصورتوں میں عورت کو تفریق کا حق ملتا ہے۔
ایک یہ کہ عورت کے خرچ کا کوئی انتظام نہ ہوسکے یعنی نہ تو کوئی شخص عورت کے خرچ کا بندوبست کرتا ہو اور نہ خود عورت حفظ و آبرو کے ساتھ کسب معاش پر قدرت رکھتی ہو۔
دوسری صورت یہ ہے کہ اگرچہ سہولت یا دقت کے ساتھ خرچ کا انتظام تو ہوسکتا ہے لیکن شوہر علیحدہ رہتا ہو اور اس وجہ سے عورت کے معصیت میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہو۔
تفریق کا طریقہ یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی کی عدالت میں پیش کرے جو شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے معاملہ کی پوری تحقیق کرے اور اگر عورت کا دعوی صحیح ثابت ہو تو خاوند سے کہا جائے کہ اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اس کو طلاق دیدو ورنہ ہم تفریق کر دیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر شوہر کسی صورت عمل نہ کرے تو قاضی بغیر کسی مہلت کے طلاق واقع کر دے۔ یہ طلاق رجعی شمار ہوگی۔

عدت کے دوران خرچہ اور رہائش کا حکم

مسئلہ: جس عورت کو طلاق مل گئی ہو خواہ رجعی ہو یا بائنہ یا مغلظ وہ بھی عدت تک روٹی کپڑے اور رہنے کا گھر پانے کی مستحق ہے۔(25)
مسئلہ: جس عورت کا خاوند مر گیا ہو تو چونکہ اس کو شوہر کے مال میں سے وراثت کا حصہ ملتا ہے اور باقی دوسرے کا حق ہے اس لئے وہ مشترکہ ترکہ میں سے اپنا خرچہ لینے کی حقدار نہ ہوگی بلکہ ترکہ میں سے اس کو جو اپنا حصہ ملے گا اس میں سے خرچہ کرے۔ اگر شوہر اپنے ذاتی مکان میں رہتا تھا تو اس میں سے بیوی کو جو حصہ ملے اس میں عدت گزارے لیکن اگر وہ رہائش کیلئے ناکافی ہو تو دوسرے وارثوں پر واجب نہیں کہ وہ اپنے حصہ

آخر قوله و مفاده لزوم كنيف و مطبخ اى بيت الخلاء و موضع الطبخ بان يكونا داخل البيت او فى الدار لا يشاركها فيهما احد من اهل الدار قلت و ينبغى ان يكون هذا فى غير الفقراء الذين يسكنون فى الربوع والا حواش بحيث يكون لكل واحد بيت يخصه و بعض المرافق مشتركة كالخلاء والتنور و بئر الماء. (رد مختار و رد المحتار ص 720 ج 2)

23- تجب لها السكنى فى بيت خال عن اهله و اهلها...... اى له منعهم من السكنى معها فى بيته سواء كان ملكا له او اجارة او عارية. (درمختار و ردالمحتار ص 719 ج 2)

24- حیلہ ناجزہ ص 163

25- المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنى كان الطلاق رجعيا او بائنا او ثلاثا حاملا كانت المرأة او لم تكن. (عالمگیری ص 557 ج 1)

میں بیوی کو عدت کے ایام میں ٹھہرائیں بلکہ اگر خوشی سے اجازت دیں تو بہتر ہے ورنہ بیوہ دوسرے کسی قریب تر مکان میں عدت گزارے۔

اگر شوہر کرایہ کے مکان میں رہتا تھا اور عورت کو اس مکان کے کرایہ کی استطاعت نہ ہو تو وہ یہ مکان چھوڑ کر کسی دوسرے قریب تر مکان میں جا کر عدت گزارے۔(26)

26- لا نفقة للمتوفى عنها زوجها سواء كانت حاملا او حائلا. (عالمگیری ص 558 ج 1)

باب:12

ضبط ولادت اور اسقاط حمل

اس کے مختلف طریقے اور ان کے احکام یہ ہیں:

1- منع حمل (Contraception) (1)

یعنی کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا کہ حمل نہ ٹھہرے خواہ اس کے لئے عورت گولیاں کھائے یا انجکشن لگوائے یا رحم میں چھلا رکھوائے یا مرد اپنے عضو پر غبارہ (Condom) چڑھالے۔

حکم: خاص خاص ضرورتوں کے تحت شخصی وانفرادی طور پر ایسا کرنا جائز ہے مثلاً

i- عورت اتنی کمزور ہے کہ حمل کا بوجھ برداشت نہیں کرسکتی۔

ii- عورت کسی دور دراز کے سفر میں ہے یا دور کے پر مشقت سفر مثلاً حج کا قصد ہے۔

iii- زوجین کے باہمی تعلقات ہموار نہیں اور علیحدگی کا قصد ہے۔

ان سب اعذار کا خلاصہ یہ ہے کہ شخصی اور انفرادی طور پر کسی شخص کو عذر پیش آجائے تو عذر کی حد تک اس طرح کا عمل بلا کراہت جائز ہوگا۔ بغیر عذر کے محض اس خیال سے کہ بچہ نہ ہو یہ عمل مکروہ تنزیہی ہے اور اس طرح عذر دور ہوجانے کے بعد بھی اس پر مداومت مکروہ تنزیہی ہے۔ (2)

اگر کوئی ایسی غرض یا ایسا خود ساختہ عذر ہو جو اسلامی اصولوں کے خلاف ہو تو یہ عمل مکروہ تحریمی اور ناجائز ہوگا مثلاً:

1- قال الکمال فلیعتبر عذرا مسقطا لاذنها...... کان یکون فی سفر بعید او فی دار الحرب فخاف علی الولد او کانت الزوجة سیئة الخلق و یرید فراقها فخاف ان تحبل. (ردالمحتار ص 412 ج 2)

2- قال ابن الهمام العزل جائز عند عامة العلماء و کرهه قوم من الصحابة و غیرهم و الصحیح الجواز...... قال فهذه الاحادیث ظاهرة فی جواز العزل...... ویؤیده ما ذکره ابن الهمام ان عمرو علیا اتفقا علی انها لا تکون مؤودة حتی تمر علیها التاءات السبع اسند ابو یعلی و غیره عن عبید بن رفاعة عن ابیه قال جلس الی عمر و علی والزبیر و سعد فی نفر من اصحاب النبی ﷺ فقد ذکروا العزل فقال لا باس به فقال رجل منهم انهم یزعمون انها المؤودة الصغری فقال علی لا تکون موءودة حتی تمر علیه التاءات السبع حتی تکون سلالة من طین ثم تکون نطفة ثم تکون علقة ثم تکون لحما ثم تکون مضغة ثم تکون عظما ثم تکون خلقا آخر فقال عمر صدقت مرقاة المفاتیح. (ص 236 الی 239 ج 6)

i-اگر لڑکی ہوگئی تو بدنامی ہوگی۔

ii- مفلسی کا ڈر ہو۔

تنبیہ: ملکی بلکہ بین الاقوامی سطح پر ضبط ولادت کی جو تحریک چلائی جاتی ہے وہ چونکہ اس بنیاد پر قائم ہے کہ اگر آبادی زیادہ ہوگئی تو کہاں سے کھائے گی اور اس کے لئے وسائل کہاں سے مہیا ہونگے اس لئے یہ تحریک بھی حرام ہے اور اس فکر کے تحت ضبط ولادت کرنا بھی ناجائز ہے۔

2-اسقاط (3)

جس حمل کو جب ایک سو بیس دن گزر جائیں تو جنین میں روح پھونک دی جاتی ہے لہٰذا اس مدت کے بعد اسقاط حمل بالکل حرام ہے اور اس کا مرتکب قتل کا مرتکب شمار ہوگا۔

اس مدت سے پیشتر یہ فعل بغیر کسی شدید قابل اعتبار عذر کے مکروہ ہے اگرچہ وہ قتل نفس نہ ہوگا۔شرعی قابل اعتبار عذر کی چند مثالیں یہ ہیں۔

i- حمل ٹھہر گیا ہو لیکن بعض امراض کی بناء پر حمل کے بار کا تحمل نہ ہو۔

ii- حمل کے ظہور سے عورت کا دودھ ختم ہو جائے اور پہلے سے موجود شیر خوار بچے کی اس وجہ سے ہلاکت کا اندیشہ ہو۔

iii- معلوم ہو جائے کہ بچے میں خلقی نقص ہے جس کی وجہ سے بچہ دائمی معذور ہوگا۔

3-مصنوعی بانجھ پن (4)

ضبط ولادت کی وجہ سے مرد کوئی آپریشن کرائے یا عورت کوئی آپریشن کرائے سب ناجائز اور حرام ہے کیونکہ اس میں تغییر لخلق اللہ ہے۔

اسقاط کی وجہ سے جنین کی موت ہو جانے کے احکام

جب حاملہ نے خود اسقاط کا کوئی طریقہ اختیار کیا ہو۔

i-حاملہ نے شوہر کی رضامندی و اجازت کے بغیر اسقاط کیا خواہ کسی بھی قدیم و جدید طریقے سے۔اگر بچہ مردہ پیدا ہو تو عورت کی عاقلہ (یعنی اس کی برادری) پر ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ (1.527 کلو) چاندی ایک سال میں واجب الادا ہوگی۔

3- هل يباح الاسقاط بعد الحمل نعم يباح ما لم يتخلق منه شئ ولن يكون ذلك الا بعد مائة و عشرين يوما و هذا يقتضي انهم ارادوا بالتخليق نفخ الروح والا فهو غلط لان التخليق يتحقق بالمشاهدة قبل هذه المدة. (ردالمحتار ص 412 ج 2) ومن الاعذار ان ينقطع لبنها بعد ظهور الحمل وليس لابي الصبي ما يستاجر به الظئر و يخاف هلاكه ...... قال ابن و هبان فاباحة الاسقاط محمولة على حالة العذر او انها لا تاثم اثم القتل. (ردالمحتار ص 412 ج 2)

4- ولامرنهم فليغيرن خلق الله (سوره نساء: 119)

ii-اگر شوہر کی اجازت سے کیا تھا تو پھر عورت کی عاقلہ پر تاوان نہ آئے گا۔(5)

iii-اگر بچہ زندہ پیدا ہوا لیکن پھر مر گیا تو عورت کے ذمہ پوری دیت اور کفارہ دونوں آئیں گے اگر چہ شوہر نے اجازت ہی کیوں نہ دی کیونکہ اس صورت میں جرم ایسی جان پر ثابت ہوا جو فی الواقع زندہ پیدا ہوئی اور اس میں کسی کی اجازت کا اعتبار نہیں جبکہ اوپر کے مسئلہ میں جرم ایسی ذات پر ہوا جو فی الواقع زندہ پیدا نہیں ہوئی اور اس کا زندہ پیدا ہونا مشکوک تھا کیونکہ حمل اور وضع حمل کے حالات پر خطر ہوتے ہیں۔(6)

تنبیہ: مذکورہ بالا صورتوں میں عورت جنین اور بچے کے مال میں وراثت سے محروم رہے گی۔

2- جب کسی دوسرے نے حاملہ کے پیٹ یا پشت وغیرہ پر ضرب لگائی ہو۔

i- جنین مردہ پیدا ہوا تو ضارب کی عاقلہ پر ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ (1.527 کلو) چاندی کا تاوان آئے گا جو ایک سال میں واجب الادا ہو گا۔

ii-بچہ زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا تو ضارب کی عاقلہ پر مکمل دیت آئے گی۔

iii-بچہ مردہ پیدا ہوا پھر ماں مر گئی تو ماں میں دیت اور بچہ میں تاوان آئے گا۔

مسئلہ: شوہر نے بیوی کے پیٹ پر ضرب لگائی جس کی وجہ سے مردہ بچہ پیدا ہوا تو شوہر کی عاقلہ کے ذمہ تاوان آئے گا اور خود شوہر اس میں سے کچھ حاصل نہ کر سکے گا۔(7)

5-ضمن الغرة عاقلة امرأة حرة فی سنة واحدة وان لم تكن لها عاقلة ففی مالها فی سنة ايضا...... ولا تاثم ما لم يستبن بعض خلقه...... اسقطته ميتا عمدا بدواء او فعل. (درمختار ص 418 ج 5)

6- كضربها بطنها بلا اذن زوجها فان اذن اولم يتعمد لاغرة لعدم التعدى شربت دواء لتسقطه عمدا فان القته حيا فمات فعليها الدية والكفارة وان ميتا فالغرة ولا ترث فی الحالين. (درمختار ص 419 ج 5)

7-ضرب بطن امرأة حرة حامل...... ولو كانت المرأة كتابية او مجوسية او زوجته فالقت جنينا ميتا حرا وجب على العاقلة غرة...... نصف عشر الدية اى دية الرجل لوكان الجنين ذكر او عشر دية المرأة لو انثى و كل منهما خمسمائة درهم سنة...... فان القته حيا فمات فدية كاملة وان القته ميتا فماتت الام فدية فی الام غرة فی الجنين لما تقرر ان الفعل يتعدد اثره. (در مختار ص 416,417 ج 5)

باب :13

تولید کے جدید طریقے

مصنوعی تخم ریزی

Artificial Insemination

اس طریقہ میں مرد کا مادہ منویہ حاصل کر کے مصنوعی طریقے سے عورت کے رحم میں داخل کیا جاتا ہے۔
مرد کا مادہ منویہ سرنج (Syringe) سے حاصل کیا جاتا ہے۔

مصنوعی تخم ریزی کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں

پہلی صورت: مادہ منویہ اپنے زندہ شوہر کا ہو۔

کیا بچہ احکام

1) اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ شوہر کا ہوگا اور ثابت النسب ہوگا۔

2) شوہر کے ساتھ مجامعت یا خلوت کی نوبت تو نہیں آئی تھی لیکن شوہر کی منی اپنے فرج میں داخل کی یا کرائی۔اس کے بعد شوہر نے طلاق دیدی تو عدت گزارنا پڑے گی۔

3) اگر طلاق رجعی کے بعد شوہر کی رضا مندی سے عدت کے دوران ایسا کیا ہو تو ثبوت نسب کے ساتھ ساتھ شوہر کا رجوع بھی ثابت ہوگا۔

دوسری صورت: شوہر مر گیا ہو یا طلاق بائن یا مغلظ دے چکا ہو جبکہ اس کا مادہ منویہ پہلے سے محفوظ کیا ہوا ہو۔

احکام

1) عدت ختم ہو چکی ہو تو بیوہ کے لئے اس مادہ کا استعمال جائز نہیں اور موت کی وجہ سے نکاح ختم ہو جانے کے باعث اب وہ مادہ غیر شوہر کا ہو گیا ہے۔

2) عدت کے دوران جائز نہیں کیونکہ یہ ایسی مدت ہے جو نکاح کے بقیہ آثار ختم ہونے کے لئے مقرر کی گئی

ہے۔ عرفها فی البدائع بانها اجل تضرب لا نقضاء مابقی من آثار النکاح. جب کہ یہ عمل تو ایک نیا عمل ہے سابقہ نکاح کا بقیہ اثر نہیں ہے۔

تیسری صورت: مادہ منویہ غیر شوہر کا ہو لیکن اس کو شوہر کا سمجھ کر داخل کیا۔

احکام

1) عورت کو عدت گزارنا پڑے گی اور جب تک عدت ختم نہ ہو چکے تب تک اس کا شوہر اس سے صحبت نہیں کر سکتا ورنہ گناہگار ہوگا۔

2) اگر اس سے حمل ٹھہر گیا تو وضع حمل تک عدت ہوگی اور یہ بچہ اس شخص کا ہوگا جس کی منی عورت نے غلطی سے اپنے فرج میں داخل کی۔

چوتھی صورت: مادہ منویہ غیر شوہر کا ہو لیکن اس کی رضا مندی کے بغیر عورت نے دھوکہ سے اس کو اپنے فرج میں داخل کیا ہو۔

احکام

1) ایسا کرنا عورت کے حق میں حرام اور سخت گناہ ہے اور عورت تعزیر کی مستحق ہوگی۔

2) عدت اور نسب کے مسائل وہی ہیں جو تیسری صورت کے گزرے ہیں۔

پانچویں صورت: مادہ منویہ غیر شوہر کا ہو لیکن اس کی رضا مندی سے عورت نے وہ اپنے فرج میں داخل کیا۔

احکام

1) ایسا کرنا حرام ہے۔

2) چونکہ یہ نطفہ حرام ہے لہٰذا اس کو کچھ حرمت حاصل نہ ہوگی اور عدت نہ ہوگی۔

3) اگر اس سے حمل ٹھہر گیا تو بچہ صاحب نطفہ کا تو کسی صورت میں نہیں ہوگا بلکہ شوہر کا بچہ شمار ہوگا الا یہ کہ شوہر اس کے اپنے سے ہونے کی نفی کرے اور گواہوں سے ثابت کرے کہ اس کی بیوی نے حرام مصنوعی تخم ریزی کرائی ہے یا عورت خود اس کا اقرار کرے۔

تنبیہ 1: جب عورت نے خود منی داخل نہ کی ہو بلکہ کسی لیڈی ڈاکٹر سے داخل کروائی ہو۔

i) اگر ڈاکٹر نے غلطی سے غیر شوہر کی منی داخل کی تو وہی احکام ہیں جو عورت کے غلطی کرنے کی صورت میں ہیں۔

ii) اگر ڈاکٹر نے جانتے بوجھتے غیر شوہر کی منی داخل کی خواہ اس نے ایسا مطالبہ پر کیا ہو یا بغیر مطالبہ کے کیا ہو تو لیڈی ڈاکٹر بھی گناہگار ہوگی اور تعزیر کی مستحق ہوگی۔

تنبیه 2: مصنوعی تخم ریزی سے متعلق مذکورہ بالا احکام درمختار اور ردالمحتار میں دی گئی ان جزئیات سے حاصل کئے گئے ہیں۔

1- اما النکاح الفاسد فلا تجب فیه العدة الابالوطیٔ. قلت و مماجری مجراه ما لو استدخلت منیه فی فرجها کما بحثه فی البحر (ردالمحتار ص 651 ج 2)

2- اذا ادخلت منیا فرجها ظنته منی زوج اوسید علیها العدة کالموطوء ة بشبهة. قال فی البحرولم اره لا صحابنا والقواعد لا تاباه لان وجوبها لتعرف براء ة الرحم (رد المحتار ص 665 ج 2)

3- ادخلت منیه فرجها هل تعتد فی البحر بحثا نعم لاحتیاجها لتعرف براء ة الرحم (قوله فی البحر بحثا نعم) حیث قال ولم ار حکم ما اذا وطئها فی دبرها او ادخلت منیه فی فرجها ثم طلقها من غیر ایلاج فی قبلها و فی تحریر الشافعیه وجوبها فیهما و لا بد ان یحکم علی اهل المذهب به فی الثانی لان ادخال المنی یحتاج الی تعرف براء ة الرحم اکثر من مجرد الا یلاج اه یعنی واما فی الاول فلا لان الوطء فی الدبر ان کان فی الخلوة فالعدة تجب بالخلوة و ان کان بغیر خلوة فلا حاجة الی تعرف البراء ة لانه سفح الماء فی غیر محل الحرث فلا یکون مظنة العلوق. (رد المحتار ص 667 ج 2).

4- اذا عالج الرجل جاریته فیما دون الفرج فانزل فاخذت الجاریة ماء ہ فی شئ فاستد خلته فرجها فی حدثان ذلک فعلقت الجاریة و ولدت فالولد ولده والجاریة ام ولد له. (رد المحتار ص 667ج 2)

مصنوعی تخم ریزی کی شرعی حیثیت

ضرورت اور علاج عقم کے طور پر اس طریقہ کی پہلی صورت کو اختیار کرنا جائز ہے بقیہ صورتیں ناجائز ہیں۔

اس موقع پر دو باتیں قابل غور ہیں۔

1- شبہ سے نطفوں کے اختلاط ہونے کی صورت میں بچے کا نسب نطفہ والے سے ثابت ہوتا ہے جبکہ زنا یا عمداً غیر شوہر کے نطفہ سے اختلاط کی صورت میں نسب ثابت نہیں ہوتا۔ ایسا کیوں ہے؟

2- کیا اولاد کے حصول کیلئے مصنوعی طریقہ کو اختیار کرنا جائز ہے؟

بحث اول شرعی قانون میں مرد کے نطفہ اور اس سے بننے والے بچے کا پورا اکرام کیا گیا ہے کہ اس میں کسی اور کا خلط نہ ہو اور اس کی انفرادیت قائم رہے۔ یہ اکرام صرف اس وقت ہے جب مرد نے بھی اس نطفہ کو شریعت کے جائز قرار دیئے ہوئے محل میں ڈالا ہو اور اگر مرد نے ایسا نہ کیا ہو تو شریعت کی نظر میں اس کے نطفہ کی انفرادیت و

احترام باقی نہیں رہتا۔ اسی لئے زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا جو درحقیقت مرد کے نطفہ اور نتیجتاً خود اس مرد کی بطور سزا تذلیل ہے۔ البتہ اگر شبہ اور غلطی سے کسی عورت سے اپنی بیوی سمجھتے ہوئے صحبت کر لی تو چونکہ اس صورت میں شریعت کی مقرر کردہ حدود سے سرکشی کا قصد نہیں تھا بلکہ ایسا شبہ سے ہوا ہے لہذا شریعت ایسے شخص کی تذلیل نہیں کرتی بلکہ اس کو شبہ کا فائدہ دیتے ہوئے اس کا اور اس کے نطفہ کا احترام برقرار رکھتی ہے لہذا اس سے نسب بھی ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ شوہر والی ہو تو شوہر کو بھی روک دیا جاتا ہے کہ جب تک عورت کے رحم کی فراغت نہ ہو جائے تب تک صحبت نہ کرے تاکہ اگر حمل ہو تو وہ اس حمل کو اپنے نطفہ سے ملوث نہ کرے۔

بحث دوم

مصنوعی تخم ریزی کے دو مراحل ہیں ایک منی حاصل کرنا دوسرے اس کو بیوی کے رحم میں مصنوعی طور سے داخل کرنا۔

ان دونوں مرحلوں کے لئے کسی دوسرے کے سامنے شرمگاہ کو کھولنا پڑتا ہے۔ اس مقصد کے لئے عورت کو کسی مرد کے سامنے اپنا ستر کھولنا تو جائز نہیں البتہ مرد سے متعلق مراحل کوئی مرد ڈاکٹر پورے کرے اور عورت سے متعلق مراحل کوئی لیڈی ڈاکٹر پورے کرے تو اس عمل کے ذریعہ سے اولاد حاصل کرنے کی گنجائش ہے۔

تنبیہ: بعض حضرات کا کہنا ہے کہ عورت کی شرمگاہ یا رحم میں کوئی ایسا مرض ہو جو جسمانی تکلیف اور اذیت کا باعث ہو تو اس کا علاج کسی لیڈی ڈاکٹر سے کروایا جا سکتا ہے لیکن اولاد کی تحصیل کسی تکلیف و اذیت کا علاج نہیں ہے بلکہ محض ایک فائدہ حاصل کرنا ہے اور اس کے لئے عورت کو کسی لیڈی ڈاکٹر کے سامنے بھی شرمگاہ کھولنا جائز نہیں۔ اس کی دلیل کے طور پر وہ ردالمحتار کی یہ عبارت ذکر کرتے ہیں

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله وقال في الجوهرة اذا كان المرض في سائر بدنها غير الفرج يجوز النظر اليه عند الدواء لانه موضع ضرورة. و ان كان في موضع الفرج فينبغي ان يعلم امراة تداويها فان لم توجد و خافوا عليها ان تهلك او يصيبها وجع لا تحتمله يستر منها كل شئي الا موضع العلة ثم يداويها الرجل و يغض بصره ما استطاع الا عن موضع الجرح اه فتامل و الظاهر ان ينبغي هنا للوجوب. (احسن الفتاوی ص: 215 ج8)

ان حضرات کی رائے سے ہمیں اتفاق نہیں کیونکہ شرمگاہ کے علاوہ عورت کے جسم کے کسی دوسرے حصہ میں مرض و تکلیف ہو تو ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے مرد تک کو متعلقہ حصہ دیکھنا جائز ہے اور ضرورت سے مراد شرعی مجبوری نہیں بلکہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''یہ ضرورت شرعیہ نہیں بمعنی التاثیر بترکہ بلکہ طبعی و عادی ہے جس کا شریعت مقدسہ نے مکلفین کے ضعف کے سبب اعتبار کیا ہے اور طبعی و عادی ہونا اس کا بمعنی موقوف علیہ الصحۃ عادۃ غالبہ ہونا ظاہر ہے''۔ (امداد الفتاوی ص 211 ج 4)

مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی بات سے معلوم ہوا کہ ضرورت سے مراد طبعی و عادی ضرورت ہے۔ آگے ہم کہتے ہیں کہ جیسے ازالہ مرض ایک طبعی ضرورت ہے اسی طرح تحصیل اولاد بھی ایک طبعی ضرورت ہے۔ اس کا طبعی ضرورت ہونا

محتاج بیان نہیں۔

اگر ہم یہ بات تسلیم نہ کریں تو پھر لازم آئے گا کہ محض عقم (Infertility) کی تشخیص و علاج میں کبھی کسی لیڈی ڈاکٹر کے سامنے بھی شرمگاہ کھولنا جائز نہ ہو کیونکہ اس میں کوئی تکلیف اور اذیت تو ہوتی نہیں حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

ٹیسٹ ٹیوب بار آوری

Test Tube Fertilisation

اس طریقہ تولید میں میاں بیوی کے نطفے حاصل کر کے ایک ٹیسٹ ٹیوب (شیشے کی نلکی) میں انکا اختلاط کرایا جاتا ہے۔ اختلاط کی کامیابی پر جب کہ وہ علقہ کا ایک ابتدائی مرحلہ ہوتا ہے اس کو نلکی میں سے بیوی کے رحم میں منتقل کر دیا جاتا ہے جہاں جنین پرورش پاتا ہے۔

یہ طریقہ چار مراحل پر مشتمل ہے

(1) شوہر کا نطفہ حاصل کرنا

(2) بیوی کا نطفہ (بیضہ انثی) حاصل کرنا

(3) زوجین کے نطفوں کا ٹیسٹ ٹیوب میں اختلاط

(4) حاصل شدہ علقہ کی رحم میں منتقلی اور وہاں مزید پرورش

شرعی حیثیت

(1) مذکورہ بالا تمام مراحل علاج عقم کے طور پر جائز ہیں۔ لہٰذا اگر بعض عوارض کی بنا پر کوئی جوڑا اس طریقہ کو اختیار کر کے اولاد کے حصول کی کوشش کرتا ہے تو جائز ہے۔

(2) ٹیسٹ ٹیوب طریقے کا جواز صرف اسی صورت میں ہے جب میاں بیوی کے نطفوں میں اختلاط کیا گیا ہو اور بیوی کے رحم ہی میں جنین نے بعد میں پرورش پائی ہو۔ اس کے علاوہ باقی تمام صورتیں ناجائز ہیں۔

تنبیہ: یہ انتہائی ضروری ہے کہ ہر مرحلے میں ستر اور حجاب کا لحاظ رکھا جائے اور عورت سے متعلق مراحل کوئی لیڈی ڈاکٹر پورے کرائے۔

پہلا مرحلہ: شوہر کا نطفہ حاصل کرنا

دوسرا مرحلہ: بیوی کا نطفہ حاصل کرنا

رحم کے دونوں جانب بادام کی شکل کا تقریباً ڈیڑھ انچ لمبا اور پون انچ چوڑا اور تین بٹا آٹھ انچ موٹا ایک عضو ہوتا ہے۔ جس کو انگریزی میں Ovary (یعنی کیسہ بیض) کہتے ہیں۔ اس میں خام بیضہ انثی ہوتے ہیں

جن کی تعداد بلوغت کے وقت ہر کیسہ میں تقریباً 35000 ہوتی ہے۔ بلوغت سے سن ایاس تک ہر مہینے عام طور پر ایک اور کبھی کبھی شاذ و نادر دو یا اس سے زائد بیضہ انثی پختہ ہو کر رحم میں داخل ہوتے ہیں۔ رحم میں داخلہ کے بعد بار آور نہ ہونے کی صورت میں وہ عام طور سے بارہ سے چوبیں گھنٹے تک محفوظ رہتا ہے۔ اس دوران مرد کا نطفہ (جو کہ ایک وقت میں لاکھوں کرموں پر مشتمل ہوتا ہے) اگر رحم میں داخل ہو جائے تو عام طور سے بیضہ انثی بار آور ہو جاتا ہے۔ یہ بار آوری ایک کرم سے ہوتی ہے باقی کرم ہلاک ہو جاتے ہیں۔

ٹیسٹ ٹیوب بار آوری کے لئے آپریشن کر کے پختہ بیضہ انثی حاصل کیا جاتا ہے۔

تیسرا مرحلہ: ٹیسٹ ٹیوب میں میاں بیوی کے نطفوں کا اختلاط اور زنانہ نطفہ کے مردانہ نطفہ سے بار آور ہو کر علقہ میں تبدیل ہونا

عام حالات میں یہ اختلاط اور بار آوری (Fertilisation) بیوی کے رحم میں واقع ہوتی ہے۔ جب کسی وجہ سے اس عمل اور مرحلہ کو ٹیسٹ ٹیوب میں کرایا جاتا ہے تب بھی اس عمل کی صورت بعینہ وہی ہوتی ہے جو رحم کے اندر پیش آتی ہے۔ وہ صورت یہ ہے۔

جب کرم منی کا ملاپ بیضہ انثی سے ہوتا ہے اور کرم منی اس کی بیرونی دیوار Zona Pellucida سے مس کرتا ہے تو مضبوطی سے اس کے ساتھ چپک جاتا ہے اور پھر تیزی سے بیضہ انثی کے اندر داخل ہو جاتا ہے بیضہ انثی میں وہ آگے بڑھتے بڑھتے زنانہ پرومرکزہ (Female Pronucleus) کے قریب جا پہنچتا ہے وہاں اس کا سر اور مرکزہ پھول کر مردانہ پرومرکزہ (Male Pronucleus) کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور اس کی دم اس سے جدا ہو کر گھل جاتی ہے۔ اس وقت مردانہ پرومرکزہ زناہ پرومرکزہ میں مدغم ہو جاتا ہے اور نتیجتاً ایک قابل تقسیم مرکزہ Segmentation Nucleus حاصل ہوتا ہے۔

اس کے بعد بار آور بیضہ انثی کی تقسیم شروع ہوتی ہے اور تقسیم در تقسیم کا عمل تیزی سے چلتا ہے۔

تقسیم در تقسیم کے عمل سے جو فوری شکل حاصل ہوتی ہے وہ علقہ کی ہوتی ہے۔

تنبیہ: یاد رہے کہ حاصل شدہ علقہ مردانہ اور زنانہ نطفوں کی ماہیت سے جدا ماہیت رکھتا ہے۔ اگرچہ اس کی ترکیب دونوں نطفوں سے ہوتی ہے لیکن کسی بھی طریقہ سے دونوں نطفوں کی سابقہ ماہیت باقی نہیں رہتی اور وہ ایک نئی ماہیت میں بدل جاتے ہیں۔ اس علقہ میں کسی اور زنانہ نطفہ یعنی بیضہ انثی کو بار آور کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ۔

ایک خاصہ کے طور پر انسانی خلیہ میں مخصوص قسم کے ذرات کروموسوم Chromosomes کی تعداد چھیالیس 46 ہوتی ہے مردانہ اور زنانہ نطفوں کے خلیات یعنی کرم منی اور بیضہ انثی میں سے ہر ایک میں ان کی تعداد تیئس 23 ہوتی ہے۔ بار آوری اور ادغام سے تعداد اصل یعنی چھیالیس 46 تک پہنچ جاتی ہے۔ اس

طرح سے نطفہ کے برخلاف علقہ کے خلیوں میں سے ہر ایک میں ان کروموسوم (Chromosomes) کی تعداد چھیالیس ہوتی ہے۔

چوتھا مرحلہ: حاصل شدہ علقہ کی رحم میں منتقلی اور وہاں مزید پرورش

علقہ کے ابتدائی مراحل میں یعنی جب آٹھ یا اس سے کچھ زائد خلیاتی مرحلہ حاصل ہو جاتا ہے تو اس کو ٹیسٹ ٹیوب سے رحم میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ وہیں اس کی بقیہ نشوونما ہوتی ہے اور وہیں سے وضع حمل کے ساتھ بچہ جنم لیتا ہے۔

یہ علقہ جو میاں بیوی کے نطفوں کے اختلاط سے حاصل ہوا اس کو مزید پرورش کے لئے اگر بیوی کے رحم میں منتقل کیا جائے تب تو بچے کے ثابت النسب ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور کوئی اشکال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ اگر اس کو بیوی کے بجائے کسی اجنبی عورت (Surrogate Mother) کے رحم میں منتقل کیا جائے تو چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

1) کیا بچہ ثابت النسب ہوگا؟

2) بیوی یعنی نطفہ والی کا بچے کے ساتھ کیا تعلق ہوگا؟

3) اجنبیہ یعنی رحم والی کا بچے کے ساتھ کیا رشتہ ہوگا؟

ان سوالات کا جواب جاننے کے لئے چند مقدمات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

ضروری مقدمات

1- بچے کی تخلیق مرد عورت دونوں کے نطفوں سے ہوتی ہے۔ عادۃً ایسا ہی ہوتا ہے اور عادۃً صرف ایک کے نطفہ سے بچے کی تخلیق نہیں ہوتی۔

وھو استدلال علی ان لھا منیا کما للرجل والولد مخلوق منھما. (مرقاۃ المفاتیح)

2- مردانہ و زنانہ نطفوں کے اختلاط اور بیضہ انثی کی بارآوری کے بعد جو علقہ حاصل ہوتا ہے اس میں کسی اور زنانہ نطفہ یعنی بیضہ انثی کو بارآور کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی کیونکہ علقہ کی ماہیت اور ساخت کرم منی کی ماہیت اور ساخت سے مختلف ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

3- شریعت میں شوہر کے نطفہ کو احترام حاصل ہے جب تک اس کو حرام اور ناجائز محل میں نہ ڈالا گیا ہو۔ اگر حرام محل میں ڈالا گیا ہو تو پھر شوہر کے نطفہ کو وہ احترام حاصل نہیں رہتا۔ اسی لئے زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔ ایسا درحقیقت شوہر کے نطفہ اور خود شوہر کی تذلیل کے طور پر ہے البتہ اگر شبہ اور غلطی سے کسی اور عورت کو اپنی بیوی سمجھتے ہوئے اس سے صحبت کر لی تو چونکہ اس صورت میں شریعت کی مقرر کردہ حدود سے سرکشی کا قصد نہیں تھا بلکہ ایسا شبہ سے ہوا ہے۔ لہٰذا شریعت ایسے شخص کی تذلیل نہیں کرتی اور اس شبہ کا فائدہ دیتے ہوئے

اس شخص کا اور اس کے نطفہ کا احترام برقرار رکھتی ہے۔ یہاں تک کہ اس سے حمل ٹھہرنے کی صورت میں اس سے نسب بھی ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ عورت شوہر والی ہو تو اس کے شوہر کو بھی روک دیا جاتا ہے کہ جب تک عورت عدت نہ گزار لے یعنی اس کے رحم کی فراغت نہ معلوم ہو جائے تب تک صحبت نہ کرے تاکہ اگر حمل ہو تو وہ اپنے نطفہ سے حمل کو ملوث نہ کرے۔ یہ تلویث اس طرح نہیں ہوتی کہ دوسرے کے حمل میں داخل ہو کر اس کے نسب کو مشتبہ بنا دے بلکہ نسب دوسرے کا ہی رہتا ہے اور اس کے نطفہ کے کچھ خارجی اثرات حمل پر پڑتے ہیں۔ اس کو حدیث میں یوں بیان کیا۔

لایسقی ماء احد کم زرع غیرہ (ایک کا پانی دوسرے کی کھیتی کو سیراب نہ کرے)

یعنی وہ کھیتی دوسرے کی نہ ہے اور رہے گی البتہ اس کے نطفہ کے کچھ خارجی اثرات پڑ سکتے ہیں۔

4- پچھلے مقدمہ میں جائز و ناجائز محل کا ذکر ہے۔ محل یعنی رحم جنین کی حقیقت سے علیحدہ ایک چیز ہے۔ وہ محل حمل ہے خود حمل یا اس کا جزو نہیں ہے۔ محل سے اصل مقصود حال یعنی بچہ ہوتا ہے جو مردانہ نطفہ کے زنانہ نطفہ کے ساتھ اختلاط و ادغام کے نتیجہ میں حاصل ہوتا ہے غرض مردانہ نطفہ محل میں ڈالنا خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ زنانہ نطفہ کے ساتھ اختلاط مقصود ہوتا ہے۔

لہٰذا حلال محل یعنی بیوی کے رحم میں نطفہ کو ڈالنا یا بیوی کے نطفہ کے ساتھ شوہر کے نطفہ کو خلط کرنا ہم معنی ہیں۔

5- جائز حمل اپنے بالکل ابتدائی مرحلہ سے ثابت النسب ہوتا ہے۔ حمل کے نسب کا بعد کے کسی مرحلہ میں اثبات نہیں کیا جاتا۔ ثبوت نسب کے لئے نہ حمل کی کوئی خاص مدت شرط ہے اور نہ ہی کوئی خاص محل ضروری ہے اور نہ ہی استبانہ خلق (یعنی اعضاء کے بن کر ظاہر ہونے کی احتیاج ہے اور نہ ہی وضع حمل اس کے لئے موقوف علیہ ہے۔ نسب کا یہ ثبوت نکاح کی وجہ سے ہوتا ہے۔

النسب الثابت بالنکاح لا ینقطع الا باللعان. (بدائع الصنائع صفحہ 246 جلد 3)

''نکاح سے ثابت ہونے والا نسب صرف لعان سے منقطع ہوتا ہے''

اس دعوے پر چند مزید دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

i- شوہر کے نطفہ کو جب کہ وہ حلال محل میں ڈالا گیا ہو احترام حاصل ہوتا ہے اور شوہر کی طرف اس کی نسبت قائم رہتی ہے اس کے برخلاف حرام محل میں ڈالنے سے اس کا احترام اور اس کی نسبت دونوں ہدر اور باطل قرار پاتے ہیں۔ پھر جب شوہر کی طرف منسوب نطفہ کا بیوی کے نطفہ کے ساتھ اختلاط ہوتا ہے تو اگرچہ اختلاط کی وجہ سے ماہیت بدل جاتی ہے لیکن نسبت کو منقطع کرنے والی کوئی بات نہیں پائی گئی۔ اختلاط سے پہلے نطفوں کی نسبت اپنے اپنے صاحب (یعنی شوہر اور بیوی) کی طرف تھی۔ اختلاط کے بعد حاصل شدہ

مرکب کی نسبت اکٹھی دونوں کی طرف ہوگی۔

ii- حدیث میں ہے۔ لا یسقی ماء احدکم زرع غیرہ

ترجمہ: ایک کا پانی دوسرے کی کھیتی کو سیراب نہ کرے۔

یہ حکم حمل کے دوران کا ہے۔ اس میں زرع غیرہ فرمایا جس میں حمل کو منسوب بتلایا۔ نیز زرع کو مطلق ذکر کیا کسی خاص مرحلہ کے ساتھ مقید نہیں فرمایا:

(ج) ذکر شمس الائمة السرخسی فی اصوله ان الجنین مادام مجتنا فی البطن لیس له ذمة صالحة لکونه فی حکم جزء من الآدمی لکنه منفرد بالحیوة معد لان یکون نفسا له ذمة. فباعتبار هذا الوجه یکون اهلا لوجوب الحق له من عتق اوارث او نسب او وصیة. وباعتبار الوجه الاول لا یکون اهلا لوجوب الحق علیه.

ترجمہ: شمس الائمہ سرخسیؒ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا کہ جنین جب تک ماں کے پیٹ میں چھپا ہوتا ہے اس کے لئے کوئی باصلاحیت ذمہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ ماں کے ایک جزو کا حکم رکھتا ہے۔ البتہ چونکہ اس کو علیحدہ سے حیات حاصل ہے اور اس میں ذمہ دار نفس بننے کی استعداد ہوتی ہے لہٰذا اس اعتبار سے جنین اس کا اہل ہوتا ہے کہ اس کے لئے آزادی، میراث، نسب اور وصیت جیسے حق واجب ہوں جب کہ پہلی حیثیت کے اعتبار سے وہ اس کا اہل نہیں ہوتا کہ اس کے ذمہ دوسروں کے حق واجب ہوں۔

اور جنین کس کو کہتے ہیں؟ علامہ شامیؒ ردالمحتار میں لکھتے ہیں۔

هوالولد ما دام فی الرحم...... ویکفی استبانة بعض خلقه کظفر و شعر. (صفحہ 416 جلد 5)

ترجمہ: بچہ جب تک رحم میں ہو اس کو جنین کہتے ہیں۔ اس کیلئے کسی عضو مثلاً ناخن اور بال کا بن جانا کافی ہے۔

iii- علامہ زیلعیؒ لکھتے ہیں۔

الاحکام لا تترتب علی الحمل للاحتمال. والارث والوصیه یتوقفان علی الولادة فیثبتان للولد لا للحمل وکذا العتق لانه یقبل التعلیق بالشرط وانما کان له الرد بالعیب لان الحمل ظاهر و الریح شبهة والرد بالعیب لایمتنع بل یثبت معها وکذا النسب یثبت مع الشبهة بخلاف اللعان لانه من الحدود فلا یثبت معها.

ترجمہ: احکام کا ترتب حمل پر نہیں ہوتا کیونکہ حمل کے ثبوت میں شک و احتمال ہوتا ہے۔ میراث اور وصیت دونوں ولادت پر موقوف ہوتے ہیں اور بچے کے لئے ثابت ہوتے ہیں حمل کے لئے نہیں۔ یہی حکم آزادی کا ہے کیونکہ وہ تعلیق بشرط کو قبول کرتی ہے۔ مشتری کو جو عیب کی بنا پر خریدی ہوئی باندی (یعنی جس کو خریدنے کے بعد معلوم ہو کہ وہ حاملہ ہے اور حمل کے عیب کی وجہ سے) واپس کرنے کا حق ہوتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حمل ہونا ظاہر ہے اور حمل کی جگہ نفخ ہونے کا محض احتمال و شبہ ہے۔ اور عیب کی بناء پر واپسی شبہ

سے ممتنع نہیں ہوتی بلکہ شبہ کے ہوتے ہوئے بھی ثابت ہوتی ہے اسی طرح نسب بھی شبہ کے ہوتے ہوئے ثابت ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف لعان چونکہ حدود میں سے ہے لہٰذا شبہ کے ہوتے ہوئے ثابت نہیں ہوتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حمل کے لئے نسب ثابت ہوتا ہے اور جیسے پہلے ذکر ہوا یہ ثبوت نسب نکاح کی وجہ سے ہوتا ہے۔

النسب الثابت بالنكاح لا ينقطع الا باللعان. (بدائع الصنائع صفحه 642 جلد 3)

ترجمہ: نکاح سے ثابت ہونے والا نسب صرف لعان سے منقطع ہوتا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نسب خود ثابت ہونے والی چیز ہے اس کا اثبات نہیں کیا جاتا کیونکہ اثبات نسب بھی قطع نسب کی طرح ایک حکم ہے اور علامہ شہاب الدین شلبیؒ لکھتے ہیں۔

(قوله ولم ينف الحمل) و انما لم ينف القاضي نسب الحمل عن ابيه لان قطع النسب حكم عليه ولا تترتب الاحكام على الحمل ولا له قبل الانفصال ولهذا لا يحكم له باستحقاق الوصية والميراث قبل الولادة (حاشيه على التبيين).

قاضی حمل کی نفی اس کے باپ سے نہیں کرے گا کیونکہ قطع نسب حمل کے مخالف ہے جب کہ ماں سے جدا ہونے سے پیشتر حمل کے لئے موافق ومخالف احکام کا ترتب نہیں ہوتا۔ اسی لئے ولادت سے پیشتر حمل کے لئے وصیت اور میراث کے استحقاق کا حکم نہیں لگایا جاتا۔

جب معلوم ہوا کہ حمل کے لئے نہ اثبات نسب ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے قطع نسب تو ثبوت نسب کے لئے ضروری ہے کہ وہ ابتدائے حمل سے ہو کیونکہ اگر وہ ابتدائے حمل سے نہ ہو بلکہ بعد کے کسی مرحلہ میں ہو مثلاً استبانہ بعض خلق پر ہو تو جائز اور ناجائز حمل دونوں اس امر میں یکساں ہونگے کہ ابتدائے حمل سے لے کر استبانہ بعض خلق تک وہ غیر ثابت النسب ہوں گے جب کہ یہ بات غیر معقول ہے کہ ایک وقت میں تو دونوں یکساں حکم رکھتے ہوں لیکن پھر اچانک کسی اور فارق کے وجود میں آئے بغیر دونوں کے حکم ایک دوسرے سے مختلف ہو جائیں ایک ثابت النسب ہو جائے اور دوسرا غیر ثابت النسب ہو جائے۔

(5) علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ولو قال لامراته وهي حامل ليس هذا الحمل مني لم يجب اللعان في قول ابي حنيفة لعدم القذف بنفي الولد وقال ابو يوسف و محمد ان جاء ت بولد لاقل من سته اشهر من وقت القذف فقد تيقنا بوجوده في البطن وقت القذف ولهذا لو اوصى لحمل امرأته فجاء ت به لاقل من سته اشهر استحق الوصية. واذا تيقنا بوجوده وقت النفي كان محتملا للنفي اذ الحمل متعلق به الا حكام فان الجارية ترد على بائعها ويجب للمعتدة النفقة لاجل حملها فاذا نفاه يلاعن. فاذا جاء ت به لا كثر من سته اشهر فلم تتيقن بوجوده عند القذف لاحتمال انه حادث و لهذا لا تستحق الوصية

ولابی حنیفة ان القذف بالحمل لوصح اما ان یصح باعتبار الحال او باعتبار الثانی. لا وجه للاول لانه لا یعلم وجوده للحال لجواز انه ریح لا حمل ولا سبیل الی الثانی لانه یصیر فی معنی التعلیق بالشرط ولا یقطع نسب الحمل قبل الولادة بلا خلاف بین اصحابنا. اما عند ابی حنیفة فظاهر لانه لا یلاعن وقطع النسب من احکام اللعان. واما عندهما فلان الاحکام انما یثبت للولد لا للحمل وانما یستحق اسم الولد بالانفصال و لهذا لا یستحق المیراث والوصیة الا بعد الانفصال. (بدائع الصنائع صفحه 240 جلد 3).

اگر اپنی حاملہ بیوی سے کہا کہ یہ حمل مجھ سے نہیں ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لعان واجب نہیں ہوگا کیونکہ بچے کی نفی کرنے سے جو قذف ہوتا ہے وہ معدوم ہے جب کہ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کہتے ہیں کہ اگر وقت قذف سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنا تو قذف کے وقت پیٹ میں اس کا ہونا یقینی ہوا۔ اسی لئے اگر اس کی بیوی کے حمل کے لئے کوئی وصیت کرے اور پھر (وصیت کے وقت سے) چھ مہینے سے کم میں عورت بچہ جنے تو بچہ مستحق وصیت ہوتا ہے۔ تو جب نفی کے وقت ہمیں حمل کے ہونے کا یقین ہے تو وہ نفی کے قابل بھی ہے کیونکہ حمل کے ساتھ (بھی) احکام کا تعلق ہوتا ہے کیونکہ باندی کو (حمل کے عیب کی وجہ سے) اس کے فروخت کنندہ پر واپس لوٹایا جاسکتا ہے اور معتدہ کے لئے اس کے حکم کی وجہ سے نفقہ واجب ہوتا ہے تو جب شوہر نے حمل کی نفی کی تو وہ لعان بھی کرے گا۔ اور اگر چھ ماہ سے زائد عرصہ میں بچہ پیدا ہو تو قذف کے وقت حمل کا ہونا یقینی نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ وہ اس کے بعد ہوا ہو اسی لئے (اس صورت میں) وصیت میں استحقاق نہیں ہوتا۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ حمل کے ساتھ قذف اگر صحیح ہو تو یا زمانہ حال کے اعتبار سے صحیح ہوگا یا آئندہ زمانہ کے اعتبار سے صحیح ہوگا۔ پہلے کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ فی الحال حمل کے وجود کا علم نہیں ہے اس لئے کہ وہ ہوسکتا ہے وہ حمل نہ ہو ہوا بھری ہوئی ہو۔ اور دوسرے کی بھی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ اس میں تعلیق شرط کا معنی پایا جاتا ہے۔

ولادت سے پیشتر حمل سے نسب کو قطع نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر ہمارے اصحاب کا اتفاق ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو ظاہر ہے کیونکہ شوہر لعان نہیں کرسکتا جب کہ قطع نسب لعان کا ایک حکم ہے۔ صاحبین کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ احکام بچے کے لئے ثابت ہوتے ہیں حمل کے لئے نہیں اور بچہ اس وقت کہلاتا ہے جب ماں سے جدا ہو جائے اسی لئے ماں سے جدائی کے بعد ہی میراث اور وصیت کا مستحق بنتا ہے۔

اس اقتباس سے مندرجہ ذیل دو نکات حاصل ہوئے۔

(1) حمل شروع دن سے ثابت النسب ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ جب وقت قذف سے چھ ماہ سے مثلاً

چار دن کم میں بچہ پیدا ہوا اور اس حمل کی کل مدت چھ ماہ ہو تو صاحبین کے نزدیک حمل کی نفی صحیح ہوئی۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ حمل اس وقت ثابت النسب ہو۔

امام ابوحنیفہؒ کا قول بھی اس کے مخالف نہیں کیونکہ ان کے قول کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ زمانہ حال میں حمل کے وجود کا علم نہیں ہے اور احتمال ہے کہ حمل نہ ہو فقط ہوا ہو۔ اس سے یہ مفہوم ہوا کہ اگر کسی طریقہ سے حمل کے وجود کا علم ہو جائے اور دیگر احتمال مرتفع ہو جائے تو ان کے نزدیک بھی نفی صحیح ہوگی اور صحت نفی اس کو مستلزم ہے کہ پہلے سے نسب ثابت ہو۔

(2) یہ جو ذکر ہے کہ صاحبین کے نزدیک احکام ولد کے لئے ثابت ہوتے ہیں حمل کے لئے نہیں تو یہ بات یاد رہے کہ پہلے اس پر مفصل کلام گزر چکا ہے کہ حمل کے لئے ثبوت نسب نکاح سے ثابت ہوتا ہے حمل کے لئے نسب کا اثبات نہیں کیا جاتا۔ اس لئے یہ حمل پر حکم لگانا نہیں ہے۔

مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ حمل بالکل ابتداء سے ثابت النسب ہوتا ہے۔

ایک اشکال

قرآن پاک میں ہے اِنْ اُمَّهَاتُهُمْ اِلَّا اللّٰئِیْ وَلَدْنَهُمْ. اس آیت میں امومیت کے لئے وضع حمل کا ذکر ہے بلکہ امومیت کو صرف اسی عورت میں منحصر کیا ہے جس نے جنا ہو۔

جواب

اُمَّهَاتُهُمْ میں مضاف الیہ ضمیر ظہار کرنے والوں کی طرف راجع ہے اور آیت کا ترجمہ یہ ہے "ظہار کرنے والوں کی مائیں فقط وہ ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے" اس میں اب دو احتمال ہیں۔ یا تو عام عادت اور معمول پر محمول کیا جائے اور عادۃً ماں بننے کے تین مراحل ہوتے ہیں۔

1- عورت کے نطفے کی مرد کے نطفے سے بار آوری

2- بار آور نطفہ کا رحم میں قرار و نشو نما

3- مدت پوری ہونے پر وضع حمل

لہٰذا مطلب یہ ہوگا کہ عادۃً ان کی مائیں وہ ہیں جن میں یہ تینوں مراحل گزرے ہیں اور وہ افراد جن میں اس عادت سے عدول ہے ان کے بارے میں سکوت سمجھا جائے کیونکہ وہ کل انسانی آبادی کے تناسب سے گویا کالمعدوم ہیں اور عام ضابطہ میں شامل نہیں ہیں۔

اس بات کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ فقہاء کی اوپر گزری بہت سی صراحتوں سے ثابت ہوا کہ حمل ثابت النسب ہوتا ہے اور ثبوت نسب وضع حمل پر موقوف نہیں ہوتا۔ تو معلوم ہوا کہ ان کی نظر میں وضع حمل کا ذکر احترازی نہیں بلکہ اتفاقی ہے۔

2- اگر کوئی اس آیت کی بنا پر امومیت کے لئے وضع حمل کو شرط قرار دینے پر مصر ہو تو پھر ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ آیت میں فقط ظہار کرنے والوں کا ذکر ہے اور یہ عبارت النص ہے ظہار کرنے والوں کی ماؤں کے بارے میں۔ لہٰذا ہم اس کو پیشین گوئی بنا لیتے ہیں کہ ظہار صرف وہ لوگ کریں گے کہ جن کی ماؤں کا نطفہ بھی ان کی تخلیق میں شامل ہوگا اور وہ ان کو جنیں گی بھی۔ وہ لوگ جو مستعار رحم سے پیدا ہوں گے وہ ظہار ہی نہیں کریں گے۔

مذکورہ بالا مقدمات کی تمہید کے بعد اب ہم ان سوالات کے جواب دیتے ہیں جو پہلے ذکر کئے تھے۔

سوال نمبر 1 کیا بچہ ثابت النسب ہوگا؟

جواب: چونکہ غیر عورت کے رحم میں داخل کی جانے والی شے نطفہ نہیں ہے بلکہ جائز میاں بیوی کے نطفوں کے اختلاط سے حاصل ہونے والا علقہ ہے اور یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ میاں بیوی کے نطفوں کے اختلاط سے حاصل ہونے والا علقہ ثابت النسب ہوتا ہے لہٰذا اسی علقہ کی نشونما اور ترقی سے جو بچہ حاصل ہو وہ بھی ثابت النسب ہوگا اور اس کا باپ وہ شوہر ہوگا جس کے نطفہ کا اختلاط اس کی بیوی کے نطفہ کے ساتھ ہوا ہے۔

سوال نمبر 2۔ نطفہ والی بیوی کا بچے سے کیا رشتہ ہوگا؟

جواب: چونکہ یہ صاحب نطفہ کی بیوی ہے اور علقہ کی تخلیق میں اس کا نطفہ استعمال ہوا ہے اور اوپر ہم بتا چکے ہیں کہ حقیقی ماں بننے کے لئے بچے کی تخلیق میں صرف اس کا نطفہ ہونا کافی ہے وضع حمل وغیرہ اس کے لئے شرط نہیں ہیں۔ لہٰذا نطفہ والی بچے کی حقیقی ماں ہوگی۔

سوال نمبر 3: مستعار رحم والی کا بچے سے کیا رشتہ ہوگا؟

جواب: یہ بچے کے لئے رضاعی ماں کی مثل ہوگی۔ اس کو حقیقی ماں قرار دئے جانے کے خلاف مندرجہ ذیل دلائل ہیں۔

(الف) اس کا نطفہ بچے کی تخلیق میں شامل نہیں۔

(ب) اس کے رحم میں علقہ اس وقت منتقل کیا گیا جب میاں بیوی کے نطفوں کے اختلاط سے حاصل ہونے والے علقہ کا نسب ثابت ہو چکا تھا لہٰذا ثبوت نسب کی مزید حاجت نہیں۔

(ج) اگر اس کو بھی حقیقی ماں قرار دیں تو تضاد لازم آتا ہے کیونکہ بیوی کے ماں ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہو جب کہ مستعار رحم والی کو ماں کہنے میں ضروری ہے کہ بچے کا نسب شوہر سے ثابت نہ ہو۔

زوجین کے نطفوں سے حاصل شدہ علقہ کی مستعار رحم میں پرورش کی شرعی حیثیت

یہ طریقہ کسی طرح بھی جائز نہیں۔ بچے کا ثابت النسب ہونا اس طریقے کے جواز وحلت کو مستلزم نہیں۔
اس طریقے کے عدم جواز کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

1- درمنثور صفحہ 5 جلد 6 میں ابن سیرین اور حسن بن زیادؒ سے روایت ہے **لایعار الفرج** فرج کو عاریت میں نہیں دیا جا سکتا (بحوالہ جواہر الفتاوی صفحہ 191 جلد 1- مفتی عبدالسلام صاحب چاٹ گامی) جب کہ اس صورت میں رحم وفرج دونوں کو عاریۃً لینا ہوتا ہے۔ جب عاریت ناجائز ہے تو اجارہ تو بطریق اولی ناجائز ہو گا۔

2- قرآن پاک میں ہے نِسَائُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ. تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں ابن سیرینؒ اور حسن بن زیادؒ کے مذکورہ بالا قول کی روشنی میں لام کے اختصاص کے لئے ہونے کی تعیین ہوئی اور مطلب یہ ہوا کہ یہ خاص تمہارے لئے کھیتیاں ہیں دوسروں کے لئے نہیں۔ لہٰذا غیر شوہر کے حمل کے لئے عورت کو عاریت یا اجارہ پر نہیں لیا جا سکتا۔

3- اجارہ ویسے ہی خلاف قیاس ہے اور اسکا جواز محض ضرورت کی بنا پر ہے۔

والقیاس یابی جوازہ لان المعقود علیہ المنفعۃ وھی معدومۃ و اضافۃ التملیک الی ما سیوجد لا یصح الا انا جوزناہ لحاجۃ الناس الیہ. (ھدایہ کتاب الاجارہ).

جب زیر بحث صورت میں ضرورت متحقق نہیں کیونکہ شوہر اگر اولاد کا خواہشمند ہے تو وہ اور بیویاں کر سکتا ہے۔ نہیں تو بانجھ کو طلاق دے کر دوسری سے نکاح کر سکتا ہے۔

4- امومیت میں سبب فضیلت چیز حمل اور وضع حمل ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا (پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تکلیف سے اور جنا اس کو تکلیف سے)

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ (پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تھک تھک کر)

زیر بحث صورت میں نطفہ والی بیوی شرف وفضیلت کے سبب سے محروم ہے جب کہ مستعار رحم والی اس سبب کی موجودگی کے باوجود امومیت حقیقی کے شرف وفضیلت سے محروم ہے۔

5- فطرت انسانی جب کہ وہ سلیم ہو اس صورت سے اباء کرتی ہے۔

انسانی کلوننگ

کلوننگ (Cloning) کیا ہے۔

کلوننگ کا لغوی معنی ہے کہ ایک ہی طرح کی چیزیں بنانا یا پیدا کرنا۔ بالفاظ دیگر ایک شے کی ہو بہو مثل (Photo-Copy) بنانا۔ اس کا اصطلاحی معنی ہے حیاتیاتی عمل (Biological Process) سے کسی جاندار شے کی ہو بہو مثل بنانا۔

کلوننگ کو سمجھنے کے لئے چند مبادیات

1- جانوروں کی پیدائش عام طور پر جنسی تولید کا نتیجہ ہوتی ہے جس میں مادہ کا بیضہ (انڈا) نر کے کرم منویہ (سپرم Sperm) کے ساتھ مل کر زائیگوٹ (Zygote) بناتا ہے۔ اور پھر یہ زائیگوٹ نشوونما کے موافق حالات کی موجودگی میں ایک مکمل جانور بن جاتا ہے۔

2- بیضہ اور کرم منویہ کے اندر کروموسوم کی تعداد جسم کے باقی خلیوں کی نسبت آدھی ہوتی ہے۔ لہٰذا جب ان میں آپس میں ملاپ ہوتا ہے تو کروموسوم کا عدد دوبارہ جسم کے باقی خلیوں کے برابر ہو جاتا ہے۔ اور جو بچہ اس زائیگوٹ سے بنتا ہے اس میں آدھے کروموسوم ماں کی طرف سے اور آدھے باپ کی طرف سے آتے ہیں۔ اس قانون قدرت کی وجہ سے جینیاتی تنوع (Genetic Variability) بڑھتی ہے۔

3- نمو کے ابتدائی مراحل میں جب زائیگوٹ تقسیم ہو رہا ہوتا ہے تو ان تمام خلیوں میں تمام کروموسوم مکمل طور پر اپنا اظہار کرتے ہیں۔ مگر جوں جوں نمو کا عمل آگے بڑھتا ہے اور جسم کے مختلف حصے ظاہر ہونا شروع ہوتے ہیں تو کروموسوم کے کچھ حصے کام چھوڑ دیتے ہیں جب کہ جسم کے دوسرے حصے میں یہی حصے کام کرتے ہیں اور دوسرے کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ مثلاً جو حصے خون بنائیں گے ان کے کروموسوم صرف ہیموگلوبن بنائیں گے اور باقی تمام جین اس خاص مقام پر اپنا کام بند کر دیں گے۔ اس طرح جگر میں وہ تمام جین جو پٹھوں یا رگوں یا لبلبے کا کام کرتے ہیں وہ خاموش ہو جائیں گے جب کہ دوسرے جین جو جگر کا خاصہ ہیں وہ کام جاری رکھیں گے۔ مختصراً جسم کے تمام حصوں میں ہر خلیے میں پورے کروموسوم یا جین ہوتے ہیں مگر ہر جگہ یہ جین کام نہیں کرتے۔ مثلاً پستانیہ کے تمام خلئے صرف ایک ہی کام میں مصروف ہیں کہ وہ دودھ پیدا کریں۔ گو اس کے اندر باقی کے تمام جین بھی موجود ہیں مگر وہ تمام جین اس وقت کام نہیں کر رہے۔ جوں جوں نمو کا عمل بڑھتا جاتا ہے اور مکمل جانور بن کر پیدا ہوتا ہے تو اس کے جسم کے سارے حصے اپنے اپنے عمل میں مختص ہو چکے ہوتے ہیں اور ہر خلیہ ہر کام نہیں کر سکتا جب کہ نمو کے ابتدائی مراحل میں یہ صلاحیت موجود ہوتی ہے۔

حیوانی کلوننگ کا طریقہ کار

اس کو ایک کئے گئے تجربہ سے سمجھئے۔

ایک چھ سالہ مادہ بھیڑ (A) کے پستانیہ (Udder) سے خلئے الگ کئے گئے۔ یہ خلئے جسمانی یعنی غیر جنسی تھے۔ ان کو تجربہ گاہ میں اس طرح کلچر کیا گیا کہ پہلے ان کے لئے ایک مخصوص خوراک اور درجہ حرارت کا اہتمام کیا گیا۔ ان موافق حالات میں خلیوں نے عمل تقسیم کے ذریعے اپنی تعداد میں اضافہ شروع کر دیا۔ یہ بات یاد رہے کہ اس دوران دودھ کے خلیوں میں تمام کروموسوم موجود ہیں۔ جب کافی تعداد میں خلئے تیار ہو گئے تو ان کی خوراک کو سابق کا صرف بیسواں حصہ کر دیا جائے۔ خوراک کی کمی کی صورت میں تمام جینز جو پہلے

خاموش یا عارضی طور پر ناکارہ ہو گئے تھے دوبارہ فعال اور کارآمد ہو گئے۔

دوسری بھیڑ B کا بیضہ حاصل کر کے اس میں سے مرکزہ (Nucleus) نکال لیا گیا۔ اب اس بیضہ کو جس میں سے مرکزہ نکالا جا چکا ہے۔ بھیڑ A کے دودھ کے غدود کے کلچر کئے ہوئے خلیوں سے بجلی کے کرنٹ کے ذریعہ ضم کر دیا گیا۔

ان ضم شدہ خلیوں کو پھر ایک تیسری بھیڑ C کے رحم میں رکھ دیا گیا۔ چونکہ یہ بھیڑ صرف زائی گوٹ کو اپنے رحم کے اندر بڑھنے اور نشو و نما کا قدرتی ماحول مہیا کرتی ہے اس لئے اس کو ادھار کی ماں یا (Foster Mother) بھی کہتے ہیں۔

مقررہ مدت کے بعد جو بچہ تیسری بھیڑ سے پیدا ہوا اس کی شکل اس بھیڑ A سے ملتی جلتی تھی جس سے دودھ کے غدود کا خلیہ لیا گیا تھا۔ چونکہ اس بچے کی جینیاتی معلومات بھیڑ A سے لی گئی تھیں اس لئے یہ بچہ ہو بہو بھیڑ A کی مثل تھا۔ لہٰذا اس بچے کو بھیڑ A کا کلون کہیں گے۔

مزید وضاحت

بھیڑ B کے بیضہ میں سے مرکزہ نکالنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس کے اندر موجود DNA کو ختم کیا جائے جو بھیڑ B کی مخصوص موروثی خصوصیات کو کنٹرول کرتا ہے البتہ باقی کا نظام ویسے ہی کام کرتا رہے۔

پھر چونکہ ضم شدہ خلیوں میں مرکزہ بھیڑ A کے دودھ کے غدود کے خلیوں سے لیا گیا ہے اس لئے اس میں صرف وہی معلومات ہوں گی جو کہ دودھ کے غدود کے خلیے میں تھیں۔

اس لئے جو بھی نئی بھیڑ بنے گی وہ ان معلومات کے زیر اثر ہو گی جو بھیڑ A کے مرکزہ سے آئیں۔ اگر مرکزہ نر بھیڑ سے لیا گیا ہو تو نئی بننے والی بھیڑ نر ہو گی اور اگر یہ مرکزہ مادہ بھیڑ سے لیا گیا ہو تو نئی بننے والی بھیڑ مادہ ہو گی۔

انسانی کلوننگ کی شرعی حیثیت

ا۔ کلوننگ کی جو تفصیل اوپر ذکر ہوئی اس کے مطابق انسانی کلوننگ شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت تک کے آنے والے انسانوں تک نسل انسانی کا تسلسل مطلوب ہے۔ اس تسلسل کا ذریعہ اللہ تعالیٰ نے طلب اولاد کی صورت میں پیدا کیا ہے۔ طلب اولاد پر ابھارنے کے لئے شہوت پیدا کر دی اور شہوت کو پورا کرنے کا جائز محل بتایا۔ قرآن پاک میں فرمایا:

(i) نِسَآءُ كُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ. (سورہ بقرہ: 223)

(تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو اور اپنے لئے آگے کی تدبیر کرو (یعنی اولاد صالحہ مطلوب ہو)

(ii) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ. فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ. (سورہ مومنون 5 - 7)

(وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں پر یا اپنی لونڈیوں پر تو ان پر کچھ الزام نہیں۔ پھر جو کوئی ڈھونڈے اس کے علاوہ تو وہی ہیں حد سے بڑھنے والے)۔

حاصل یہ ہے کہ شہوت کی تخلیق اور اس کو پورا کرنے میں اصل مقصود طلب اولاد ہے۔ اور قضائے شہوت اور طلب اولاد کے لیے محل کی تعیین کر دی گئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاد صرف میاں بیوی کے نطفوں کے اختلاط سے ہو جو صرف جنسی طریقہ سے ہوتا ہے۔ پھر تولید جنسی میں جائز محل سے تجاوز کر کے ناجائز اور حرام محل کو اختیار کرنا بھی حرام ہے۔ اور جب تولید باوجودیکہ جنسی ہو لیکن محل حرام ہو تو وہ تولید حرام ہے تو تولید سرے سے جنسی ہی نہ ہو بلکہ غیر جنسی ہو وہ تو بطریق اولی حرام ہوگی۔

اور کلوننگ جیسا کہ ہم پہلے جان چکے ہیں غیر جنسی تولید ہے کیونکہ اس میں مرد کے نطفہ کو نہیں لیا جاتا اور عورت کے نطفہ (بیضہ انثی) کے مرکزہ (Nucleus) کو بھی کسی جسمانی خلیے (Somatic Cell) کے مرکزہ سے تبدیل کر دیا جاتا ہے۔

2- کلوننگ کے عمل میں اگر کسی اجنبی عورت کے رحم کو عاریت پر یا اجرت پر استعمال کیا ہو تو یہ بھی ناجائز اور حرام ہے۔

کیا انسانی کلوننگ ممکن بھی ہے؟

ہم نے قرآن پاک کے مطالعہ سے جو سمجھا اگر اس میں کوئی غلطی نہیں ہے تو وہ یہ ہے کہ کلوننگ کے مذکورہ طریقے سے انسان حاصل کرنا (شاید) ممکن ہی نہیں ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں:

1- فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ. خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ. (سورہ طارق)

(اب دیکھ لے آدمی کہ کس چیز سے بنا ہے۔ بنا ہے ایک اچھلتے ہوئے پانی سے جو نکلتا ہے پیٹھ کے بیچ سے اور چھاتی کے بیچ سے)۔

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ کر کہ جن کی غیر معمولی تخلیق کی قرآن نے خود صراحت کی ہے باقی انسانوں کی تخلیق کا ذکر قرآن نے یہ کیا کہ وہ نطفہ سے ہوئی ہے اور اس میں بھی غلبہ مرد کے نطفہ کو ہے۔

2- اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنٰى ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى. (سورہ قیامہ: 37,38)

(کیا نہ تھا وہ ایک بوند منی کی جو ٹپکی پھر تھا وہ جما ہوا پھر اس (اللہ تعالیٰ) نے بنایا اور ٹھیک کر اٹھایا۔)

3- وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ.

(اللہ نے بنایا تم کو مٹی سے پھر نطفہ سے۔)

یعنی حضرت آدمؑ کی اولاد کو نطفہ سے بنایا سوائے حضرت عیسیٰؑ کے جن کی غیر معمولی تخلیق کی تصریح خود قرآن نے کی ہے:

4-اَلَّذِیْ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ. ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلٰلَةٍ مِنْ مَاءٍ مَهِیْنٍ. (سورہ سجدہ 7,8)

(جس نے خوب بنائی جو چیز بنائی اور شروع کی انسان کی پیدائش ایک گارے سے۔ پھر بنائی اس کی اولاد نچڑے ہوئے بے قدرے پانی (یعنی نطفہ) سے)۔

ان آیات میں خطاب قیامت تک کے آنے والے تمام انسانوں سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک آنے والے ہر ہر انسان کی پیدائش نطفہ سے ہوگی اور اس کی تولید جنسی ہوگی خواہ پھر وہ حلال ہو یا حرام ہو۔ اس سے کسی انسان کی تولید کے غیر جنسی ہونے کی نفی ہوتی ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر جنسی طریقے پر کلوننگ کے مذکورہ طریقے سے انسانی تولید غالباً ممکن بھی نہ ہوگی۔

اگر انسانی کلوننگ بالفرض کامیاب ہو جائے

اور کلوننگ کے ذریعے حسب خواہش افراد انسانی حاصل ہونے لگیں تو اس وقت سب سے اہم مسئلہ ان کے نسب کا ہوگا۔ اور اس کے بارے میں موٹی سی بات یہ ہے کہ کلوننگ سے حاصل ہونے والا کوئی بھی انسان ثابت النسب نہ ہوگا۔

جیسا کہ اوپر ذکر کی گئی آیات سے واضح ہے شریعت کی نظر میں صرف تولید جنسی معتبر ہے اور اس میں بھی وہ جس میں میاں بیوی کے نطفوں کا ملاپ ہوا ہو۔ تو باپ سے نسب ثابت ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا نطفہ یا بالفاظ دیگر اس کا جنسی خلیہ استعمال ہوا ہو اور اس کا ملاپ صرف بیوی کے جنسی خلیہ سے ہوا ہو۔ اگر کسی اجنبیہ کے جنسی خلیہ سے ملاپ کرایا گیا ہو تو باپ سے نسب ثابت نہ ہوگا۔ ماں سے نسب ثابت ہونے کے لئے صرف اتنی شرط ہے کہ اس کا جنسی خلیہ استعمال ہوا ہو خواہ اس کا ملاپ اس کے شوہر کے جنسی خلیہ سے ہوا ہو یا کسی اجنبی مرد کے جنسی خلیہ سے۔ لیکن ماں سے نسب ثابت ہونے کے لئے اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ اس کا جنسی خلیہ بعینہ استعمال ہوا ہو اس کے اصل مرکزہ (Nucleus) کو کسی جسمانی خلیہ کے مرکزہ سے تبدیل نہ کیا گیا ہو۔

کلوننگ میں چونکہ باپ کا جنسی خلیہ سرے سے استعمال ہی نہیں ہوتا اور ماں کا جنسی خلیہ بعینہ استعمال نہیں ہوتا بلکہ کسی جسمانی خلیہ (Somatic Cell) کے مرکزہ سے تبدیل کر دیا جاتا ہے اس لئے ماں اور

باپ دونوں میں سے کسی سے بھی ان کا نسب ثابت نہیں ہوگا خواہ بیوی کے بیضہ انثی (جنسی خلیہ) کے مرکزہ کو شوہر کے جسمانی خلیہ کے مرکزہ سے تبدیل کیا گیا ہو اور بیوی ہی کے رحم میں جنین نے پرورش اور نشوونما پائی ہو۔

اگر بیوی کے علاوہ کسی اجنبیہ کا رحم عاریت یا اجرت پر استعمال کیا گیا ہو تو یہ ایک مزید برائی ہوئی کیونکہ قرآن پاک میں ہے: نِسَاءُ كُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ.

اس آیت میں لام اختصاص کے لئے ہے اور مطلب یہ ہوا کہ تمہاری عورتیں خاص تمہارے لئے کھیتیاں ہیں دوسرے کے لئے نہیں۔ لہٰذا شوہر کے حمل کے علاوہ کیلئے عورت کو عاریت یا اجرت پر نہیں لیا جا سکتا۔

درمنثور ج: 6، ص: 5 پر ابن سیرینؒ اور حسن بن زیادؒ سے روایت ہے:

لايعار الفرج (یعنی رحم وفرج کو عاریت پر نہیں دیا جا سکتا جب کہ یہاں رحم وفرج کو عاریت پر اور اس سے بڑھ کر اجرت پر لیا جاتا ہے۔

حمل کے استحکام سے پہلے جنس معلوم کرنا اور لڑکے کی طلب میں لڑکی کے علقہ کو ضائع کرنا

استحکام حمل سے پہلے جینیاتی عمل تشخیص (PGD) کے دوران آئندہ پرورش پانے والے بچے کی جنس بھی معلوم کی جا سکتی ہے۔

اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی جوڑا یہ چاہے کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہو لڑکی نہ ہو تو کیا ڈاکٹر ان کے مطالبہ پر یہ کر سکتا ہے کہ ٹیسٹ ٹیوب سے رحم میں صرف اس جنین کو منتقل کرے جو نر (Male) ہو جب کہ جو جنین مادہ (Female) ہو اس کو ضائع کر دے؟

اس سوال کے یہ دو جواب ہیں:

1- بار آوری اور علقہ بننے کا عمل بھی حمل ہی کا ہے اور اس کو ضائع کرنا بھی حمل کو ضائع کرنے اور اسقاط کرنے کے مرادف ہے۔

2- نر و مادہ کی تقسیم (Distribution) جس طرح اللہ تعالیٰ نے کی ہے اس کی حکمت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں ہم اس کو نہیں جانتے اور نہ ہی جان سکتے ہیں۔ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نے لڑکے کی امید میں اللہ تعالیٰ سے یوں گزارش کی۔

رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ (آل عمران 35)

(اے میرے رب میں نے نذر کیا تیرے جو میرے پیٹ میں ہے آزاد کیا ہوا تو تو مجھ سے قبول کر۔)

مطلب یہ تھا کہ وہ تمام دنیوی مشاغل وغیرہ سے آزاد رہ کر ہمیشہ خدا کی عبادت اور مسجد کی خدمت میں لگا رہے گا۔ لیکن جب جنا تو وہ لڑکی تھی۔ اور چونکہ لڑکیاں اس خدمت کے لئے قبول نہ کی جاتی تھیں اس لئے حسرت سے کہنے لگیں۔ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی یعنی اے میرے رب میں نے تو وہ لڑکی جنی۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَ لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی (آل عمران: 36)

(اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو اس نے جنا اور نہیں لڑکا اس لڑکی کی طرح)

مطلب یہ ہے کہ حضرت مریم کی والدہ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے کیا چیز جنی۔ اس لڑکی کی قدر و قیمت کو خدا ہی جانتا ہے۔ جس طرح کے بیٹے کی انہیں خواہش تھی وہ اس بیٹی کو کہاں پہنچ سکتا ہے۔ یہ بیٹی بذات خود بابرکت و باسعادت ہے۔

جب لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں ہوسکتا کہ ان کیلئے لڑکے کا ہونا خوش بختی ہے یا لڑکی کا ہونا بابرکت ہے تو بندوں کو اس کام میں مداخلت کرنا جائز نہیں۔

علاوہ ازیں لوگ قدرتی طور پر لڑکے کے ہونے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگر لوگوں کی خواہش کے مطابق عمل کیا جانے لگے تو لڑکوں سے لڑکیاں کم ہو جائیں گی اور اس صورت میں جو خرابیاں ہوسکتی ہیں ان کا کچھ علاج نہ ہو گا جب کہ اگر قدرتی طور پر لڑکیاں لڑکوں کی نسبت سے زیادہ بھی ہو جائیں تو تعدد ازدواج (Polygamy) میں اس کا حل موجود ہے۔

البتہ لڑکا ہونے کیلئے دعا کرنا یا کوئی تعویذ کرنا یہ جائز ہے جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کا لڑکے کی دعا کرنا قرآن پاک میں ثابت ہے کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے اللہ تعالیٰ کے کام میں مداخلت نہیں ہے۔

فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِیْ وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا. (سورہ مریم :4)

(تو عطا فرمائیے مجھ کو اپنے پاس سے ایک (بیٹا) کام سنبھالنے والا جو نیابت کرے میری اور نیابت کرے آل یعقوب کی اور اے میرے رب آپ اس کو (اپنا) پسندیدہ بنائیے۔)

حمل کے دوران موروثی بیماری کی تشخیص پر کیا کر سکتے ہیں

1- حمل کے دوران

حمل کے نویں اور گیارھویں ہفتے کے دوران تشخیص کی جا سکتی ہے کہ جنین کسی موروثی بیماری مثلاً تھیلا

سیمیا میں تو بتلا نہیں۔ اگر ہو تو حمل کا چار ماہ یعنی 120 دن مکمل ہونے سے پہلے اس کا اسقاط کرا سکتے ہیں۔

2- حمل کے مستحکم ہونے سے پہلے

عمل تشخیص ٹیسٹ ٹیوب بار آوری (IVF) کی تکنیک پر مشتمل ہے۔ اور اس کو اختیار کرنا جائز ہے۔ موروثی بیماری کا علم ہونے پر ٹیسٹ ٹیوب میں بار آور کئے ہوئے بیضہ انثی کو یا علقہ کو رحم میں منتقل کرنے سے پہلے تلف کیا جا سکتا ہے۔

ولادت سے پہلے بچے کی جنس معلوم ہونا

قرآن پاک کی سورہ لقمان کی آخری آیت ہے

اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡاَرۡحَامِ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدًا وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌۢ بِاَىِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ اِنَّ اللّٰهِ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ 0

ترجمہ: بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کی خبر اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ہے ماں کے پیٹ میں اور کسی جان کو نہیں معلوم کہ کل کو کیا کیا کرے گا اور کسی کو بھی خبر نہیں کہ کس زمین میں مرے گا۔

اس آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کا علم کہ رحم میں کیا ہے لڑکا ہے یا لڑکی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہو سکتا ہے حالانکہ موجودہ طبی سائنس کی ترقی سے انسان اب اس قابل ہو چکا ہے کہ مختلف تجربات کے ذریعہ سے رحم میں موجود جنین کی جنس کی تعیین کر سکے۔

اس اشکال کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مَا فِی الۡاَرۡحَامِ کے علم کو اس کے لڑکے یا لڑکی ہونے میں محدود سمجھ لیا گیا حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیث اور تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے اس علم کی بہت سی تفصیلات ہیں جیسا کہ تفسیر روح المعانی میں

وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡاَرۡحَامِ کی تفسیر کے تحت لکھا ہے کہ ای ا ذکر ام انثی ا تام ام ناقص و کذلک ما سوی ذلک من الاحوال

(ترجمہ: یعنی یہ کہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی ہے۔ وہ تام الخلقت ہے یا ناقص الخلقت ہے اور اسی طرح اور دیگر حالات)

اور دیگر حالات سے کیا مراد ہے؟ اس کی تفصیل ایک حدیث میں ملتی ہے۔

عَنۡ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی وَكَّلَ بِالرَّحۡمِ مَلَكًا يَقُوۡلُ يَا رَبِّ نُطۡفَةٌ يَا رَبِّ عَلَقَةٌ يَا رَبِّ مُضۡغَةٌ فَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنۡ يَقۡضِيَ خَلۡقَهٗ قَالَ اَذَكَرٌ اَمۡ اُنۡثٰی شَقِيٌّ اَمۡ سَعِيۡدٌ فَمَا الرِّزۡقُ وَ الۡاَجَلُ فَيُكۡتَبُ فِيۡ بَطۡنِ اُمِّهٖ فَحِيۡنَئِذٍ يَعۡلَمُ بِذٰلِكَ الۡمَلَكُ وَمَنۡ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنۡ

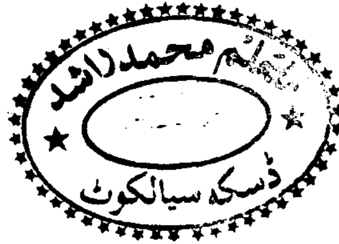
خَلقِهِ عَزَّوَجَلَّ. (بخاری)

حضرت انس بن مالک ﷺ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالی رحم پر ایک فرشتے کو مقرر فرمادیتے ہیں جو کہتا (جاتا) ہے۔ اے میرے رب یہ (اب) نطفہ ہے۔ اے میرے رب یہ (اب) علقہ یعنی جما ہوا خون ہے۔ اے میرے (رب) یہ اب مضغہ یعنی گوشت کا لوتھڑا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ جنین کی خلقت کو پورا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو فرشتہ پوچھتا ہے۔ یہ لڑکا ہے یا لڑکی ہے۔ بد بخت ہے یا نیک بخت ہے۔ (اس کا) رزق کتنا ہے اور اس کی عمر کیا ہے؟ جبکہ بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو یہ امور لکھ دیے جاتے ہیں۔ پس اس وقت ان امور کا اس فرشتے کو اور اللہ عز وجل کی مخلوق میں سے جس کو اللہ چاہتے ہیں علم ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا حوالوں سے دو باتیں حاصل ہوئیں

1- مَا فِي الْأَرْحَامِ: کے علم سے مراد ہے اس مجموعہ معلومات کو جاننا کہ رحم میں موجود جنین کی جنس کیا ہے؟ اس کا رنگ کیا ہے۔ اس کی خلقت یعنی جسمانی بناوٹ مکمل ہے یا ناقص ہے۔ اس کی عمر کتنی ہوگی۔ اس کا رزق کتنا ہوگا۔ وہ نیک بخت یعنی جنتی ہوگا یا جہنمی ہوگا۔

مذکورہ مجموعہ معلومات کو اپنے طور پر جاننا انسان کے بس کی بات نہیں۔ اس مجموعہ کی ایک دو باتوں کے جان لینے کو ظاہر ہے کہ مجموعے کو جاننا نہیں کہتے۔



باب:14

نومولود کو دودھ پلانے کا بیان

مسئلہ: جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی غذا دودھ ہوتی ہے جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ زندہ رہ سکے اور نشونما پا سکے اس کی وجہ سے ماں پر دودھ پلانا واجب ہے۔ البتہ اگر باپ مالدار ہو اور کوئی انا یعنی دودھ پلانے والی رکھ سکتا ہو تو ماں کو دودھ نہ پلانے میں کچھ گناہ نہیں۔(1)

مسئلہ: اگر ماں کے دودھ نہ اترے یا بچے کی ضرورت سے کم ہو اور دوسری دودھ پلانے والی کی دستیابی بھی دشوار ہو تو بچے کو پوڈر کا دودھ یا تازہ اس کے تحمل کے مطابق بنا کر دیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر ماں کو کوئی ایسی مجبوری نہ ہو تو بلا عذر بچے کو پوڈر کا دودھ یا اوپری دودھ پلانا خلاف اولی ہے۔(2)

مسئلہ: کسی اور کے بچے کو اپنے شوہر کی اجازت لیے بغیر دودھ پلانا درست نہیں۔ البتہ اگر کوئی بچہ بھوک سے تڑپتا ہو اور اس کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایسے وقت بغیر اجازت دودھ پلا دے۔(3)

مسئلہ: عورتوں پر لازم ہے کہ وہ بلا ضرورت کسی کے بچے کو دودھ نہ پلائیں۔(4)

دودھ پینے پلانے کی عمر

مسئلہ: زیادہ سے زیادہ دودھ پلانے کی مدت دو برس ہے۔ دو برس کے بعد دودھ پینا پلانا حرام ہے۔ بالکل درست نہیں۔(5)

مسئلہ: اگر بچہ کھانے پینے لگا اور اس وجہ سے دو برس سے پہلے دودھ چھڑا دیا تب بھی کچھ حرج نہیں۔

دودھ پینے پلانے کا اثر

1- وجوب الارضاع على الام ديانة (رد المحتار 438 ج 2)

2- ليس له اجبارها عليه في القضاء ما لم تتعين لذلك في المدة بان لم ياخذ ثدى غيرها. (رد المحتار ص 438 ج 2)
وظاهر الكنز انها لا تجبر و ان تعينت لتغزيه بالذهن و في الزيلعي وغيره انه ظاهر الرواية. (ردالمحتار ص733 ج 2)

3- يكره للمرأة ان ترضع صبيا بلا اذن زوجها الا اذا خافت هلاكه. (ردالمحتار ص: 439 ج 2)

4- الواجب على النساء ان لا يرضعن كل صبي من غير ضرورة. (ردالمحتار ص 439 ج 2)

5- لم يبح الارضاع بعد مدته لانه جزء آدمي والا نتفاع به لغير ضرورة حرام (درمختار ص 438 ج 2)

مسئلہ: جب بچہ نے کسی اور عورت کا دودھ پیا تو وہ عورت اس کی ماں بن گئی اور اس عورت کا شوہر جس کی وجہ سے یہ دودھ اترا ہے اس بچہ کا باپ ہو گیا اور اس مرد و عورت کی تمام اولاد اس کے دودھ شریکی بھائی بہن ہو گئے اور اس بچے کا ان سے نکاح حرام ہو گیا۔ اور جو رشتے نسب کے اعتبار سے حرام ہیں وہ رشتے دودھ کے اعتبار سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔(6)

رشتہ رضاعت کب ثابت ہوتا ہے

مسئلہ: جب بچہ کے حلق میں دودھ چلا گیا تو سب رشتے حرام ہو گئے چاہے تھوڑا دودھ گیا ہو یا بہت۔(7)

مسئلہ: اگر بچہ نے چھاتی سے دودھ نہیں پیا بلکہ عورت نے اپنا دودھ نکال کر اس کے حلق میں ڈال دیا تو اس سے بھی سب رشتے حرام ہو گئے۔ اسی طرح اگر بچہ کی ناک میں دودھ ڈال دیا تب بھی سب رشتے حرام ہو گئے۔(8)

مسئلہ: بچہ اور چیزیں کھانے پینے لگا ہو اور ماں کا دودھ پینا چھوڑ دیا ہو لیکن پھر دو سال کی عمر کے اندر کسی عورت نے اس کو اپنا دودھ پلا دیا ہو تو رضاعت ثابت ہو گی۔(9)

مسئلہ: اگر عورت کا دودھ پانی میں یا کسی دوا میں خواہ وہ مائع ہو یا جامد ہو ملا کر بچہ کو پلایا تو دیکھو کس چیز کا غلبہ ہے۔ دودھ کا یا دوسری شے کا۔ ان میں سے جس چیز کا رنگ بو اور مزہ غالب ہو اسی چیز کا غلبہ سمجھا جائے گا۔ بلکہ جس چیز کا ایک وصف بھی غالب ہو اسی چیز کا غلبہ سمجھا جائے گا۔ اگر دودھ کا غلبہ ہوا تو رضاعت ثابت ہو گی ورنہ نہیں۔(10)

مسئلہ: عورت کا دودھ بکری یا گائے کے دودھ میں مل گیا اور بچے نے پی لیا تو دیکھو زیادہ کون سا ہے۔ اگر عورت کا دودھ زیادہ ہو یا دونوں برابر ہوں تو سب رشتے حرام ہو گئے اور جس عورت کا دودھ ہے یہ بچہ اس کی اولاد بن گیا اور اگر بکری یا گائے کا دودھ زیادہ ہے تو عورت کے دودھ کا کچھ اعتبار نہیں ایسا سمجھیں گے کہ گویا اس نے پیا ہی نہیں۔(11)

مسئلہ: اگر دو عورتوں کا دودھ باہم مل گیا تو رضاعت دونوں عورتوں سے ثابت ہو گی خواہ دونوں دودھ

6- یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع و اصولهما و فروعهما من النسب و الرضاع. (عالمگیری ص 343 ج 1)

7- ویثبت به ...... وان قل ان علم وصوله لجوفه من فمه او انفه لا غیر. (درمختار ص 439 ج 2)

8- کما یحصل الرضاع بالمص من الثدی یحصل بالصب والسعوط والوجور. (عالمگیری ص 344 ج 1)

9- لو فطم الرضیع فی مدة الرضاع ثم سقی بعد ذلک فی المدة فهو رضاع. (عالمگیری ص 342 ج 1)

10- ولو خلط لبن المرأة بالماء اوبالدواء...... فالعبرة للغالب...... و کذا بکل مائع او جامد...... و تفسیر الغلبة ان یری منه طعمه ولونه وریحه او احد هذه الاشیاء (عالمگیری ص 344 ج 1)

11- ولوخلط لبن المرأة...... بلبن البهیمة فالعبرة للغالب. (عالمگیری 344 ج 1)

برابر کی مقدار کے ہوں یا کم وبیش ہوں۔(12)

مسئلہ: مردہ عورت کا دودھ نکال کر کسی بچے کو پلا دیا تو اس سے بھی رضاعت ثابت ہوگئی۔(13)

مسئلہ: نو سال اور اس سے زائد عمر کی کنواری لڑکی کے دودھ اتر آیا اور اس کو کسی بچے نے پی لیا تو رضاعت ثابت ہوگئی۔(14)

مسئلہ: آیسہ کے پستانوں میں سفید یا زرد رنگ کا پانی آئے اور اسے بچہ پی لے تو رضاعت ثابت ہوتی ہے۔(15)

کن صورتوں میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی

مسئلہ: کسی مرد کے دودھ اتر آیا تو اس کے پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔(16)

مسئلہ: نو سال سے کم عمر لڑکی کے پستان میں دودھ اتر آیا تو اس کے پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔(17)

مسئلہ: کنواری لڑکی کے پستان سے زرد پانی نکلا تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔(18)

مسئلہ: کسی بیماری یا تکلیف کی وجہ سے جو پانی نکلے پھر وہ زرد رنگ کا ہو یا بے رنگ ہو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔(19)

مسئلہ: اگر بچے کی آنکھ میں یا اس کے کان میں یا اس کی پیشاب کی نالی میں یا پاخانے کی جگہ میں عورت کے دودھ کے قطرے ٹپکائے یا سر اور پیٹ کے زخم میں دودھ کے قطرے ٹپکائے تو رضاعت ثابت نہ ہوگی۔(20)

مسئلہ: دو بچوں نے ایک بکری یا ایک گائے کا دودھ پیا تو اس سے کچھ نہیں ہوتا اور وہ آپس میں بہن بھائی نہیں بنے۔(21)

مسئلہ: عورت نے کسی اور کے بچے کے منہ میں پستان دیا لیکن اس کو یہ معلوم نہیں کہ دودھ اترا یا نہیں تو

12- اذا اختلط لبن المرأتين...... قال محمد رحمه الله تعلق التحريم بهما كيفما كان و هو رواية عن ابى حنيفة رحمه الله و هو اظهر و احوط. (عالمگیری ص 344 ج 1)

13- لبن الحية و الميتة سواء فى التحريم. (عالمگیری ص 344 ج 1)

14- بكرلم تتزوج لونزل لها لبن فارضعت صبيا صارت اما للصبى وتثبت جميع احكام الرضاع...... انما يتعلق التحريم به اذا حصل من بنت تسع سنين فصاعدا. (عالمگیری ص 344 ج 1)

15- دخل فى فم الصبى من الثدى مائع لونه اصفر تثبت حرمة الرضاع لانه لبن تغير لونه. (عالمگیری ص 344 ج 1)

16- اذا نزل للرجل لبن فارضع به صبيا لا تثبت به حرمة الرضاع. (عالمگیری ص 344 ج 1)

17- لو ان صبية لم تبلغ تسع سنين نزل لها اللبن فارضعت به صبيا لم يتعلق به التحريم. (عالمگیری ص 344 ج 1)

18- لو نزل للبكر ماء اصفر لا يثبت من ارضاعه تحريم (عالمگیری ص 344 ج 1)

19- امداد الفتاوىٰ ص 378 ج 2

20- لايثبت بالاقطار فى الاذن والحقنة والاحليل والدبرو الآمة والجائفة وان وصل الى الجوف. (عالمگیری ص 344 ج 1)

21- اذا ارتضع الصبيان من لبن بهيمة لا يثبت به الرضاع. (عالمگیری ص 344 ج 1)

حرمت ثابت نہیں ہوئی کیونکہ حرمت رضاعت اس وقت تک ثابت نہیں ہوتی جب تک قطعی طور سے دودھ کے حلق میں پہنچنے کا یقین نہ ہو جائے۔(22)

مسئلہ: مرد کو اپنی بیوی کا دودھ پینا حرام ہے لیکن اگر پی لیا تو بیوی حرام نہیں ہوئی کیونکہ دو برس کی عمر کے بعد رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔(23)

مسئلہ: اگر عورت کے دودھ کا پنیر بنا دیا اور وہ بچے نے کھایا تو رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔(24)

متفرق مسائل

مسئلہ: عورت کا دودھ کسی دوا میں ڈالنا جائز نہیں اور اگر ڈال دیا تو اب اس کا کھانا اور لگانا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ اسی طرح دوا کے طور پر آنکھ میں یا کان میں دودھ ڈالنا بھی جائز نہیں۔ یہ اس وقت ہے جب متبادل دوا موجود ہو۔ اگر متبادل دوا موجود نہ ہو اور کوئی ماہر طبیب اس کو تجویز کرے تو مجبوری میں اس کا استعمال جائز ہے۔

عورتوں کے دودھ کا بینک

اس بارے میں چند اصولی باتیں پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

1: بلاضرورت ایک عورت کا دودھ کسی دوسرے کے بچے کو پلانا صحیح نہیں۔

2: کوئی عورت اگر کسی دوسرے کے بچے کو دودھ پلائے تو اس بات کو خوب یاد رکھے یا لکھ لے بلکہ اس کو چاہئے کہ اور لوگوں کو بھی اس سے آگاہ کر دے۔ اس لیے جو دودھ جمع کیا جائے اس پر خوب احتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ دودھ والی عورت کا نام و پتہ چسپاں ہو تا کہ بچے کے لواحقین اس سے آگاہی حاصل کر لیں۔

3: انسانی دودھ کی بیع وشراء جائز نہیں۔

4: اس کے لیے متبادل آسان طریقہ یہ ہے کہ جس بچے کو ضرورت ہو اس کے لیے ایک انا اجرت پر رکھ لی جائے۔ اس سے ایک عورت کا روزگار بھی لگ جائے گا اور دودھ حاصل کرنے میں بیع وشرا کا جو عنصر لامحالہ داخل ہوگا اس کا سدباب بھی ہو سکے گا۔

مسئلہ: فاسق وفاجر یا کافر عورت کا دودھ کسی مسلمان بچے کو پلانا جائز ہے لیکن پسندیدہ نہیں کیونکہ اس طرح عام طور سے بچے کے اخلاق متاثر ہوتے ہیں۔ اس لیے ایسی عورت کے دودھ سے جہاں تک ہو سکے پرہیز کرنا چاہئے۔

22- المرأة اذا جعلت ثديها فی فم الصبی ولا تعرف أمص ا للبن ام لا ففی القضاء لا تثبت الحرمة بالشک و فی الاحتیاط تثبت. (عالمگیری ص 344 ج 1)

23- مص رجل ثدی زوجته لم تحرم (درمختار ص 449 ج 2)

24- ولو جعل اللن محیضا ...... اوجبنا او اقطا فتنا وله الصبی لا یثبت التحریم لان اسم الرضاع لا یقع علیها. (عالمگیری ص 345 ج 1)

باب:16

طلاق کا بیان

طلاق یا طالقن یا مطلقہ وغیرہ الفاظ کے ساتھ نکاح کے بندھن کے فی الحال توڑنے کو یا انجام کار توڑنے کو طلاق دینا کہتے ہیں۔(1)

طلاق کا حکم

1: مباح ہے جبکہ کوئی ضرورت ہو۔(2)

2: مستحب ہے جب عورت دین کے فرائض مثلاً نماز روزہ ترک کرتی ہو یا اپنے قول وفعل سے ایذاء دیتی ہو۔
مسئلہ: اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی اپنی بے نمازی بیوی کے ساتھ رہتا ہے تو اس پر گناہ نہیں ہے۔(3)

3: واجب ہے جب شوہر کا بیوی کے ساتھ بھلے طریقے سے رہنا ممکن نہ ہو مثلاً جب شوہر نامرد ہو وغیرہ۔(4)

والد کے کہنے پر طلاق دینا

مسئلہ: والد کہے کہ طلاق دے دو تو اگر والد کے ایسا حکم دینے میں کوئی دینی یا دنیوی مصلحت ہو تو طلاق دینا بہتر ہے۔ اور اگر والد نے ایسا محض خاندانوں کی باہمی رنجش کی بناء پر کہا ہے کسی مصلحت کو پیش نظر نہیں رکھا یا اندیشہ ہے کہ طلاق دینے کی صورت میں زوجین میں سے کوئی یا دونوں صبر نہ کر سکیں گے تو طلاق نہ دے۔(5)

طلاق دینے کا اہل

1- اما تفسیره شرعا فهو رفع قيد النكاح حالا او مآلا بلفظ مخصوص(عالمگیری ص 348 ج 1)

2- وايقاعه مباح عند العامة لاطلاق الآيات...... وقيل قائله الكمال الاصح حظره...... والمذهب الاول كما فى البحر (درمختار ص 450 ج 2) فقد صرح فى الهداية بانه مشروع فى ذاته من حيث انه ازالة الرق و ان هذا لا ينافى الحظر لمعنى فى غيره وهوما فيه من قطع النكاح الذى تعلقت به المصالح الدينية والدنيوية اه فهذا صريح فى انه مشروع و محظور من جهتين. (ردالمحتار ص 451 ج 2)

3- بل يستحب لو موذية او تاركة صلاة غاية و مفاده ان لا اثم بمعاشرة من لا تصلى. (درمختار ص 451 ج 2)

4- ويجب لوفات الامساک بالمعروف. (درمختار ص 451 ج 2) كما لو كان خصيا اور مجبوبا او عنينا او شكازا او مسحرا. (رد المحتار ص 451 ج 2)

5- امداد الفتاوى ج 2 ص 467

وہ شوہر جو صاحب عقل ہو بالغ ہو اور بیدار ہو طلاق دینے کا اہل ہے۔(6)

مسئلہ: شوہر کے سوا کسی اور کو طلاق دینے کا اختیار نہیں ہے البتہ اگر شوہر نے کہہ دیا ہو کہ تو اس کو طلاق دیدے تو وہ بھی دے سکتا ہے۔(7)

مسئلہ: جو لڑکا ابھی جوان نہیں ہوا اور دیوانہ پاگل جس کی عقل ٹھیک نہیں ان دونوں کے طلاق دینے سے طلاق نہیں پڑتی۔(8)

مسئلہ: سوتے ہوئے آدمی کے منہ سے نکلا کہ تجھ کو طلاق ہے یا یوں کہہ دیا کہ میری بیوی کو طلاق تو اس بڑبڑانے سے طلاق نہ پڑے گی۔(9)

کن حالتوں میں طلاق ہوتی ہے اور کن میں نہیں

1: طلاق دینے کا ارادہ ہو یا نہ ہو

جب شوہر طلاق کے الفاظ منہ سے نکال دے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے مثلاً شوہر کی طلاق دینے کی نیت نہ تھی لیکن بیوی کو ڈرانے کے لیے یا اس سے مذاق کی خاطر اس کو کہدیا کہ تجھے طلاق ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ عدالت کے نزدیک (یعنی قضا میں) بھی اور دیانت میں (یعنی حقیقت میں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک) بھی۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ثَلاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌ وَ هَزْلُهُنَّ جِدٌ یعنی تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ مراد ہوں یا نہ ہوں لیکن وہ واقع ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک طلاق ہے۔ تو طلاق ایسی چیز ہے جو جب دی جائے خواہ طلاق کا واقعی ارادہ ہو یا نہ ہو حقیقت اور نفس الامر میں واقع ہو جاتی ہے۔ اس کو اس طرح سے تعبیر کرتے ہیں کہ دیانت میں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق واقع ہوئی اور عدالت بھی رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی اس شرعی حقیقت سے اعراض نہیں کر سکتی لہٰذا قضا میں بھی طلاق واقع ہوئی۔(10)

2: اگر شوہر کے منہ سے خطا سے طلاق کے الفاظ نکل جائیں

مثلاً شوہر کہنا چاہتا تھا کہ وہ پگلی ہے اور خطا سے وہ طلاقن ہے کے الفاظ نکل گئے تو چونکہ شوہر طلاق کے الفاظ کہنا نہیں چاہتا تھا اور وہ اپنی بات میں سچا ہو تو نفس الامر میں اور دیانت میں طلاق نہ ہو گی۔ لہٰذا اگر اس سے تنہائی میں یہ الفاظ نکل گئے ہوں اور خطا کو سمجھتے ہوئے اس بات کو اپنے تک محدود رکھے اور بیوی کو اس کا

6- ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل (درمختار ص 456 ج 2)

7- ثم کلامه شامل لما اذا وکل به واجازه من الفضولی. (رد المحتار ص 456 ج 2)

8- لا یقع طلاق الصبی وان کان یعقل و المجنون...... (عالمگیری ص 353 ج 1)

9- لا یقع طلاق...... النائم لانتفاء الارادة (در مختار ص 463 ج 2)

10- و طلاق اللاعب و الهازل به واقع (عالمگیری ص 353 ج 1) ای فیقع قضاء و دیانة (رد المحتار ص)

علم نہ ہونے دے تو درست ہے اور طلاق شمار نہ ہوگی۔ لیکن اگر اس سے یہ الفاظ بیوی کے سامنے نکلے ہوں یا اس تک پہنچ گئے ہوں یا عدالت تک پہنچا دیئے گئے ہوں تو چونکہ قصداً کہنا یا خطا سے کہنا ایک مخفی امر ہے جس تک براہ راست رسائی انسانوں کے بس کی بات نہیں کیونکہ اس کا تعلق نیت و ارادہ سے ہے اور نیت کو جاننے کا سوائے اس کے کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ کہنے والا خود بتائے۔ لیکن یہاں یہ تہمت موجود ہے کہ آدمی نے قصد وعمد سے الفاظ کہے ہوں اور اب اپنا نقصان محسوس کر کے بات بنا دی ہو کہ الفاظ اس کے منہ سے خطا سے نکل گئے ہیں۔ ظاہر الفاظ کے ہوتے ہوئے عدالت اس تہمت کو نظر انداز نہیں کر سکتی اس لیے وہ مجبور ہوگی کہ ظاہر الفاظ کا اعتبار کر کے طلاق کے واقع ہونے کا حکم لگائے۔ اس طرح سے قضا میں یہ طلاق واقع ہوتی ہے۔ عورت کا معاملہ بھی عدالت کا سا ہے اس لیے وہ اگر اس کے علم میں آ جائے وہ بھی اس کو طلاق شمار کرنے پر مجبور ہوگی۔(11)

3: شوہر کو طلاق کے الفاظ کا مطلب معلوم نہ ہو لیکن وہ یہ الفاظ کہہ بیٹھے

مثلاً کوئی عورت اپنے شوہر کو کہے کہ تم میرے سامنے یوں کہو تجھے طلاق ہے اور شوہر ایسا ہو کہ اسے ان الفاظ کا مطلب معلوم نہ ہو۔ شوہر لاعلمی میں یہ الفاظ کہہ دے تو دیانت میں طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ وہ اپنی جانب میں بیوی کو نکاح سے جدا کرنے کے الفاظ کہنا نہیں چاہتا تھا لیکن عدالت تک اگر یہ معاملہ جائے تو وہ اس کو طلاق شمار کرنے پر مجبور ہوگی کیونکہ معنی و مطلب جاننا یا نہ جاننا مخفی امر ہے جس تک بندوں کی براہ راست رسائی ممکن نہیں۔ عورت بھی عدالت کی طرح اس کو طلاق سمجھے گی۔(12)

4- نشہ کی حالت میں طلاق

کسی نے کوئی نشہ آور شے اپنے اختیار سے محض مزے کے لیے استعمال کی جس سے اس کو نشہ آیا اور نشہ میں اس نے طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ یہ نشہ آور شے خواہ شراب ہو یا افیون ہو یا ہیروئین ہو یا بھنگ ہو سب کا ایک حکم ہے۔(13)

مسئلہ: اگر کسی کو کوئی نشہ آور شے زبردستی یا دھوکے سے کھلا دی گئی ہو اور اس سے نشہ میں طلاق دی تو

11- او مخطأ بان اراد التکلم بغیر الطلاق فجری علی لسانہ الطلاق...... یقع قضاء فقط. (درمختار ص 461 ج2)

12- او تلفظ بہ غیر عالم بمعناہ...... یقع قضاء فقط (درمختار ص 461 ج 2) کما لوقالت لزوجھا اقرأ علی اعتدی انت طالق ثلاثا ففعل طلقت ثلاثا فی القضاء لا فیما بینہ و بین اللّٰہ تعالیٰ اذا لم یعلم الزوج ولم ینو. (رد المحتار ص 461 ج 2)

13- و بین فی التحریر حکمہ انہ ان کان سکرہ بطریق محرم لا یبطل تکلیفہ فتلزمہ الاحکام و تصح عباراتہ من الطلاق و العتاق. والبیع و الاقرار و تزویج الصغار من کفٔ والاقراض والا ستقراض لان العقل قائم و انما عرض فوات فھم الخطاب بمعصیتہ (رد المحتار ص459 ج 2)

طلاق واقع نہ ہوگی۔(14)

مسئلہ: اگر کسی شخص نے کوئی نشہ آور دوا مثلاً اجوائن خراسانی بلاضرورت استعمال کی اور اس کا اثر دماغ پر ہوا اور نشہ آ گیا اور اس نشہ میں بیوی کو طلاق دی تو:

i- اگر استعمال کے وقت معلوم تھا کہ وہ کیا چیز ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

ii- اور اگر استعمال کے وقت علم نہ تھا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔(15)

مسئلہ: البتہ اگر نشہ آور اشیاء کا استعمال دوا کے طور پر کیا لذت کے لیے نہیں کیا اور اس سے نشہ طاری ہو گیا اور اس حالت میں طلاق دی تو وہ واقع نہ ہوگی۔(16)

مسئلہ: اسی طرح اگر کسی مباح چیز مثلاً ورق رمان (انار کے پتوں) کے استعمال سے نشہ آ گیا اور طلاق دی تو یہ واقع نہ ہوگی۔(17)

مسئلہ: اگر خواب آور یا سکون کی دوا کھائی جس سے دماغ سویا سویا ہو گیا اور ہوش نہیں رہا کہ کیا کہہ رہا ہے۔ ایسی حالت میں طلاق دی جبکہ خود دینے کا ارادہ نہ ہو تو وہ واقع نہ ہوگی۔

مسئلہ: ایک شخص نے شراب پی جس سے اس کے سر میں درد ہوا اور درد کی شدت سے اس کی عقل قائم نہ رہی اور اس حالت میں اس نے طلاق دی تو وہ واقع نہ ہوگی کیونکہ یہ زوال عقل سر کے درد کی وجہ سے ہوا ہے نہ کہ براہ راست شراب پینے کی وجہ سے۔(18)

5: غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق

غصہ کی تین حالتیں ہو سکتی ہیں۔

i- غصہ کے ابتدائی آثار ہوں۔ ہوش و حواس پورے طور پر قائم ہوں اور جو کچھ وہ کہتا ہو اس کو وہ جانتا بھی ہو اور اپنے قصد و ارادہ سے کہتا ہو۔ اس حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہوتی ہے۔

ii- غصہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہو اور اس کی وجہ سے آدمی بالکل دیوانہ بن گیا ہو اور دیوانوں کی سی باتیں یا حرکتیں کرنے لگے۔ ہوش و حواس قائم نہ رہے ہوں۔ اس کو کچھ پتا نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور نہ ہی کہنے میں

14- اختلف التصحیح فیمن سکر مکرھا او مضطرا (درمختار ص 450 ج 2) فصحح فی التحفة و غیرھا عدم الوقوع و جزم فی الخلاصة بالوقوع قال فی الفتح والاول احسن. (رد المحتار ص 460 ج 2)

15- امداد الفتاوی ج 2 ص 410

16- والحق التفصیل وھو ان کان للتداوی لم یقع لعدم المعصیة. (رد المحتار ص 460 ج 2)

17- نعم لو زال عقله بالصداع او بمباح لم یقع (درمختار ص 460 ج 2) کما اذا سکر فی ورق الرمان فانه لا یقع طلاقه و عتاقه و نقل الاجماع علی ذلک صاحب التھذیب. (رد المحتار ص 460 ج 2)

18- ان علة زوال العقل الصداع والشرب علة العلة والحکم لا یضاف الی علة العلة الا عند عدم صلاحیة العلة و تمامه فی الفتح. (رد المحتار ص 460 ج 2)

اس کا قصد وارادہ ہو۔ اس حالت میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

iii- ان دو درجوں کے درمیان کی ایسی حالت ہو کہ ہوش وحواس اور عقل میں خلل واقع ہو جائے اور وہ شخص اتنا مغلوب ہو جائے کہ اکثر باتیں اور افعال خلاف عادت اس سے صادر ہونے لگیں اگر چہ اتنا ہوش ہو کہ اس کو پتا چل رہا ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس حالت میں بھی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

جو شخص دہشت زدہ ہو اور اس کی بھی ایسی ہی کیفیت ہو تو اس کی دی ہوئی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔

آخری دو حالتوں میں معاملہ جب عدالت میں پہنچا دیا جائے تو شوہر کو اپنی یہ حالت ثابت کرنے کے لیے گواہ پیش کرنے ہونگے۔ اگر بیوی کے سامنے طلاق دی تھی تو بیوی اس کو طلاق ہی شمار کرے یہاں تک کہ شوہر عدالت میں اپنی حالت کو گواہوں کے ذریعے ثابت کر دے اور عدالت طلاق کے واقع نہ ہونے کا حکم لگا دے۔(19)

6: زبردستی کر کے اور دھمکی دے کر طلاق کہلوانا

اس سے بھی طلاق پڑ جاتی ہے۔(20)

اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص سویا ہوا تھا۔ اس کی بیوی چھری لے کر اس کے سینے پر چڑھ گئی اور کہا کہ تم مجھے تین طلاقیں دے دو ورنہ میں تمہیں ذبح کردوں گی۔ اس شخص نے مجبور ہو کر اس کو طلاق دے دی بعد میں اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو جا کر قصہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا طلاق واپس نہیں ہو سکتی۔ (اعلاء السنن ص 183 ج 11)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں ہے کہ اَنَّہٗ اَجَازَ طَلَاقَ الْمُکْرَہِ انہوں نے مکرہ یعنی جس پر زبردستی کی گئی ہو اس کی طلاق کو صحیح قرار دیا (اعلاء السنن ص 184 ج 11)

تنبیہ (i):۔ اگر ڈرا دھمکا کر اور زبردستی کر کے شوہر سے طلاق لکھوائی جائے یا طلاق نامہ لکھ کر اس پر اس سے زبردستی دستخط کرائے جائیں خواہ دھمکی شدید ہو یا خفیف ہو تو اس سے طلاق نہیں پڑتی جبکہ شوہر نے

19- للحافظ ابن القیم رسالة فی طلاق الغضبان قال فیها انه علی ثلاثة اقسام

احدها ان یحصل له مبادی الغضب بحیث لا یتغیر عقله و یعلم مایقول و یقصده و هذا لا اشکال فیه

الثانی ان یبلغ النهایة فلا یعلم مایقول ولا یریده فهذا لا ریب انه لا ینفذ شیٔ من اقواله.

الثالث من توسط بین المرتبتین بحیث لم یصر کالمجنون فهذا محل النظر و الادلة تدل علی عدم نفوذ اقواله...... فالذی ینبغی التعویل علیه فی المدهوش و نحوه اناطة الحکم بغلبة الخلل فی اقواله و افعاله الخارجة عن عادته و کذا...... یقال فیمن اختل عقله لکبر او لمرض او لمصیبة فاجاته فما دام فی حال غلبة الخلل فی الاقوال و الافعال لا تعتبر اقواله و ان کان یعلمها و یریدها لان هذه المعرفة و الارادة غیر معتبرة لعدم حصولها عن ادراک صحیح. (رد المحتار ص 463 ج 2)

20- او مکرها فان طلاقه صحیح. (درمختار ص 456 ج 2)

زبان سے طلاق کے الفاظ نہ کہے ہوں۔ کیونکہ تحریر کو ضرورت کی وجہ سے قول کے قائم مقام بنایا جاتا ہے جب کہ یہاں ضرورت نہیں ہے کیونکہ شوہر کی طلاق دینے کی مرضی نہیں ہے۔(21)

(ii) اگر ڈرا دھمکا کر شوہر سے طلاق دینے کی وکالت اور نمائندگی حاصل کر لی تو یہ وکالت درست ہے اور وکیل طلاق دیدے تو طلاق نافذ ہوگی۔(22)

7: معتوہ

یعنی وہ شخص جو کم فہم ہو ملی جلی باتیں یعنی کچھ صحیح اور کچھ بہکی باتیں کرتا ہو اور کام صحیح تدبیر اور طریقے سے نہ کرتا ہو ایسے کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔(23)

طلاق دینے کا بیان

مسئلہ: طلاق دینے کا اختیار فقط مرد کو ہے۔ جب مرد نے طلاق دے دی تو پڑ گئی۔ عورت کا اس میں کچھ بس نہیں چاہے منظور کرے چاہے نہ کرے ہر طرح طلاق ہوگئی اور عورت اپنے مرد کو طلاق نہیں دے سکتی۔(24)

مسئلہ: مرد کو فقط تین طلاق دینے کا اختیار ہے اس سے زیادہ کا اختیار نہیں اگر چار پانچ طلاقیں دے دیں تب بھی تین طلاقیں ہوئی۔(25)

مسئلہ: جب مرد نے زبان سے کہہ دیا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اتنے زور سے کہا کہ خود ان الفاظ کو سن لیا بس اتنا کہتے ہی طلاق پڑ گئی چاہے کسی کے سامنے کہے چاہے تنہائی میں اور چاہے بیوی سنے یا نہ سنے اور چاہے عورت کے ماہواری کے دن ہوں یا حمل کے ہی دن ہوں ہر حال میں طلاق پڑ گئی۔(26)

مسئلہ: کسی نے ایک طلاق دی تو جب تک عورت عدت میں رہے تب تک دوسری اور تیسری طلاق دینے

21- فلو اکرہ علی ان یکتب طلاق امراتہ فکتب لا تطلق لان الکتابة اقیمت مقام العبارہ با عتبار الحاجة ولا حاجة ھنا. (رد المحتار ص 457 ج 2) رجل اکرہ بالضرب والحبس علی ان یکتب طلاق امرأتہ فلانة بنت فلان ابن فلان فکتب امرأتہ فلانة ھی فلان ابن فلان طالق لا تطلق امراتہ. (عالمگیری ص 379 ج 1)

22- وشمل ما اذا اکرہ علی التوکیل بالطلاق فوکل فطلق الوکیل فانہ یقع (ردالمحتار ص 456 ج 2)

23- المعتوہ ھو القلیل الفھم المختلط الکلام الفاسد التدبیر لکن لا یضرب ولا یشتم بخلاف المجنون. (رد المحتار ص 462 ج 2) لا یقع طلاق ... المعتوہ. (درمختار ص 462، 461)

24- واھلہ زوج عاقل بالغ. (درمختار ص 453 ج 2)

25- ومحلہ المنکوحة ای ولو معتدة من طلاق رجعی او بائن غیر ثلاث فی حرة و ثنتین فی [illegible] فسخ بتفریق لاباء احدھما عن الاسلام او بارتداد احدھما. (در مختار و رد المحتار ص 452 ج 2)

26- ادنی الجھر اسماع غیرہ و ادنی المخافة اسماع نفسہ و من بقربہ و یجری ذلک المذکور فی کل ما یتعلق بنطق کتسمیة علی ذبیحة ووجوب سجدة تلاوة و عتاق و طلاق و استثناء و غیر ھا فلو طلق او استثنی ولم یسمع نفسہ لم یصح (رد محتار ج 1 ص: 395) الزوج ینفرد بالطلاق فربما لم تکن عالمةً بہ. (عنایہ)

کا اختیار بنتا ہے۔ اگر دے گا تو پڑ جائے گی۔(27)

مسئلہ: کسی نے طلاق دے کر اس کے ساتھ ہی انشاء اللہ بھی کہہ دیا تو طلاق نہیں پڑی۔ اسی طرح اگر یوں کہا اگر خدا چاہے تو تجھ کو طلاق اس سے بھی کسی قسم کی طلاق نہیں پڑتی۔ البتہ اگر طلاق دے کر ذرا ٹھہر گیا پھر انشاء اللہ کہا تو طلاق پڑ گئی۔(28)

مسئلہ: شوہر نے مثلاً کہا ایک طلاق دی یا میری طرف سے ایک طلاق تو اگر چہ اس میں طلاق کی صریح اضافت اور نسبت بیوی کی طرف نہیں ہے یعنی بیوی کا نام لے کر نہیں کہا کہ اس کو طلاق دی تب بھی اگر خطاب بیوی سے تھا یا اس کی طرف اشارہ تھا جو زوجہ کی طرف اضافت ونسبت کے قرائن ہیں تو یہ اضافت معنویہ کافی ہے صریح اضافت ونسبت ضروری نہیں اور طلاق واقع ہو جائے گی۔ لیکن اگر زوجہ کے مراد ہونے پر قرائن نہ ہوں اور شوہر بھی زوجہ کے مراد ہونے کا انکار کرتا ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔(29)

مسئلہ: گونگا اگر لکھنا نہ جانتا ہو اور ایسا اشارہ کرے جس سے صاف طور پر طلاق ہی سمجھی جائے اس سے طلاق پڑ جاتی ہے۔ اور اگر وہ لکھنا جانتا ہو تو اشارہ سے طلاق نہ ہوگی۔(30)

مسئلہ: فی الواقع طلاق نہ دی ہو لیکن لوگوں کے سامنے جھوٹ موٹ اقرار کر لیا کہ میں نے طلاق دی ہے تو اس سے عدالت کے نزدیک طلاق واقع ہوگی اور عورت کو علم ہو تو وہ بھی اس کو طلاق شمار کرے گی الا یہ کہ شوہر نے اس بات پر گواہ بنا لئے ہوں کہ وہ طلاق کا جھوٹا اقرار کرے گا۔(31)

مسئلہ: ایک شخص نے دباؤ اور جبر کی وجہ سے گزشتہ زمانہ میں طلاق دینے کا جھوٹا اقرار کیا کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی۔(32)

27- الصريح يلحق الصريح و يلحق البائن بشرط العدة (درمختار ص 508 ج 2)

28- اذا قال لامرأته انت طالق انشاء الله تعالىٰ متصلا لم يقع الطلاق. (هدايه)

29- اى الاضافة المعنوية فانها الشرط و الخطاب من الاضافة المعنوية و كذا الاشارة نحو هذه طالق و كذا نحو امرأتي طالق و زينب طالق...... ولايلزم كون الاضافة صريحة في كلامه لما في البحر لو قال طالق فقيل له من عنيت فقال امرأتي طلقت امرأته اه على انه في القنية قال عازيا الى البرهان صاحب المحيط رجل دعته جماعة شرب الخمر فقال انى حلفت بالطلاق انى لا اشرب و كان كاذبا فيه ثم شرب طلقت و قال صاحب التحفة لا وما في التحفة لا يخالف ما قبله لان المراد طلقت قضاء فقط لمامر انه لو اخبر بالطلاق كاذبا لا يقع ديانة بخلاف الهازل فهذا يدل على وقوعه وان لم يضفه الى المرأة صريحا. (ردالمحتار ص 466 ج 2)

30- ان كان يحسن الكتابة لا يقع طلاقه بالاشارة لاندفاع الضرورة بما هو ادل على المراد من الاشارة...... ففى كافى الحاكم الشهيد ما نصه فان كان الاخرس لا يكتب و كان له اشارة تعرف فى طلاقه و نكاحه و شرائه و بيعه فهو جائز وان كان لم يعرف ذلك منه او شك فيه فهو باطل. (رد المحتار ص 461 ج 2)

31- لا يقع كما لو اقر بالطلاق هازلا او كاذبا...... لو اراد به الخبر عن الماضى كذبا لا يقع ديانة وان اشهد قبل ذلك لا يقع قضاء ايضا. (ردالمحتار ص 459 ج 2)

32- واجمعوا على انه لو اكره على الاقرار بالطلاق لا ينفذ اقراره (عالمگيرى ص 353 ج 1)

مسئلہ: طلاق کی نیت سے اگر بیوی کو تین ڈھیلے دے یا لکڑی سے تین خط کھینچ دیئے لیکن زبان سے طلاق کا صریح یا کنایہ لفظ نہیں کہا تو اس سے طلاق نہیں ہوتی۔(33)

مسئلہ: طلاق کے لفظ کو بگاڑ کر ادا کیا مثلاً طلاغ، تلاغ، طلاک، تلاک، تلاق، اور تلال وغیرہ کہا ہو تو اس سے بھی طلاق ہو جاتی ہے خواہ کسی عالم نے کہا ہو یا کسی عام آدمی نے۔ اگر آدمی کہے کہ اس کی نیت فقط ڈرانے کی تھی طلاق دینے کی نہ تھی تو عدالت اس کی بات نہ مانے گی مگر جب کہ اس نے کہنے سے پہلے گواہ بنا لیے ہوں کہ وہ محض ڈرانے کی نیت سے طلاق کے لفظ کو بگاڑ کر کہے گا تو اس کی بات مانی جائے گی۔(34)

مسئلہ: کوئی شخص یوں کہے اس شہر کی یا اس بستی کی تمام عورتوں کو طلاق اور اس کی بیوی بھی اس میں ہو تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی لیکن اگر شوہر نے بیوی کو کہا کہ تیری قوم کو یا تیرے خاندان کو طلاق تو چونکہ وہ عورت اس خاندان اور قوم میں داخل ہے اس لئے اس عورت پر طلاق پڑ جائے گی۔ اسی طرح اگر یوں کہا محلّہ کی عورتوں کو یا اس گھر کی عورتوں کو یا اس کمرے کی عورتوں کو طلاق اور بیوی ان میں شامل ہو تو طلاق ہو جائے گی۔(35)

تنبیہ: بعض لوگ لاعلمی سے یہ سمجھتے ہیں کہ حمل کے دوران یا گواہوں کے بغیر یا تحریری طلاق وصول نہ کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہ خیال بالکل غلط ہے بلکہ طلاق جب دی جائے تو ہر حالت میں واقع ہو جاتی ہے خواہ ماہواری کے ایام میں دی ہو یا حمل کے دوران دی ہو اسی طرح گواہ ہوں یا نہ ہوں اور بیوی نے سنا ہو یا نہ سنا ہو شوہر تنہائی میں بھی طلاق دیدے تو واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح شوہر جب طلاق کی

33- من تشاجر مع زوجته فاعطاها ثلاثة احجارينوى الطلاق و لم يذكر لفظا لا صريحا و لا كناية لا يقع عليه. (رد المحتار ص: 453 ج 2)

34- ويقع بهذه الالفاظ و ما بمعناها من الصريح و يدخل نحو طلاغ وتلاغ و طلاق و تلاك او ط ل ق او طلاق باش بلا فرق بين عالم وجاهل و ان قال تعمدته تخويفا لم يصدق قضاء الا اذا اشهد عليه قبله به يفتي. (درمختار ص 466,467 ج 2)

35- قال نساء الدنيا او نساء العالم طوالق لم تطلق امرأته بخلاف نساء المحلة والدار والبيت ثم المرسومة لا تخلواما ان ارسل الطلاق بان كتب اما بعد فانت طالق فكما كتب هذا يقع الطلاق و تلزمها العدة من وقت الكتابة و ان علق طلاقها بمجئ الكتاب بان كتب اذا جاءك كتابي فانت طالق فجاء ها الكتاب فقرأته أولم تقرأ يقع الطلاق. (رد المحتار ص 464,465 ج 2)

اما النوع الثاني فهو ان يكتب على قرطاس او لوح او ارض او حائط كتابة مستبينة لكن لا على وجه المخاطبة امرأته طالق فيسأل عن نيته فان قال نويت به الطلاق وقع و ان قال لم انوبه الطلاق صدق في القضاء لان الكتابة على هذا الوجه بمنزلة الكناية لان الانسان قد يكتب على هذا الوجه و يريد به الطلاق وقد يكتب لتجويد الخط فلا يحمل على الطلاق الا بالنية (بدائع الصنائع ص 109 ج 3) و مستبين غير مرسوم كالكتابة على الجدران واوراق الاشجار او على الكاغذ لا على وجه الرسم فان هذا يكون لغوا لانه لا عرف في اظهار الامر بهذا الطريق فلا يكون حجة الا بانضمام شئى آخر اليه كالنية والا شهاد عليه والا ملاء على الغير حتى يكتبه لان الكتابة قد تكون للتجربة و قد تكون للتحقيق و بهذه الاشياء تتعين الجهة. (تبيين الحقائق ص 218 ج 6)

تحریر لکھدے، یا لکھوالے تو فقط اسی سے طلاق واقع ہو جاتی ہے خواہ اس کے بعد وہ عورت کو تحریر بھیجے یا نہ بھیجے اور بھیجے تو عورت وصول کرے یا نہ کرے۔

تحریری طلاق

مسئلہ: طلاق لکھنے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ جب کہ خط یا طلاقنامہ کی طرح کی تحریر ہو۔

اسی طرح اگر کسی اور نے طلاق نامہ لکھدیا ہو اور شوہر نے بلا جبر اس پر دستخط کر دیئے ہوں تو اس سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ یہ طلاق لکھتے ہی واقع ہو جاتی ہے۔ بیوی تک طلاق نامہ پہنچنا بیوی کا اس کو وصول کرنا طلاق واقع ہونے کیلئے شرط نہیں ہے۔ البتہ اگر یوں لکھا ہو کہ جب تجھے یہ تحریر پہنچے تجھے طلاق تو تحریر پہنچے پر طلاق واقع ہوگی خواہ بیوی اس کو پڑھے یا نہ پڑھے اور خواہ وہ وصول کرے یا نہ کرے۔

مسئلہ: اگر کسی کاغذ پر یا دیوار پر یا زمین پر قلم سے یا انگلی سے صرف اتنا لکھ دیا کہ میری بیوی کو طلاق یا لکھ دیا کہ زینب (نام کی بیوی) کو طلاق تو اگر اعتدال کی (یعنی نارمل) حالت ہو اور طلاق دینے کی نیت سے لکھا ہو تو طلاق ہوگئی اور اگر طلاق کا کر کے لکھا لیکن نیت طلاق دینے کی نہیں بلکہ محض ڈرانے کی یا مذاق کرنے کی تھی تب بھی طلاق ہوگئی۔ اور اعتدال کی حالت میں محض لکھائی کی مشق یا قلم کے تجربہ کی نیت سے لکھا تو طلاق نہیں ہوگی۔ اور اگر بیوی سے لڑائی جھگڑے کی حالت میں لکھا یا بیوی کے طلاق کے مطالبہ پر لکھا تو اس قرینہ کی وجہ سے بھی طلاق ہو جائے گی۔

مسئلہ: اگر محض ہوا میں یا پانی میں انگلی سے بطور اشارہ کے لکھ دیا کہ میری بیوی کو طلاق اور زبان سے کچھ نہیں کہا تو طلاق نہ ہوگی۔ اگر چہ طلاق کی نیت بھی ہو۔ (36)

مسئلہ: شوہر اگر کاتب کو کہے کہ میری بیوی کی طلاق لکھدو تو یہ طلاق کا اقرار ہے اور عدالت کی نظر میں یہ طلاق متصور ہوگی اگر چہ کاتب نے طلاق لکھی نہ ہو کیونکہ بیوی کی طلاق وہ ہوتی ہے جو دی جا چکی ہو۔ البتہ اگر شوہر کاتب کو کہے کہ میری بیوی کو طلاق لکھدو تو یہ طلاق کا اقرار شمار نہ ہوگا اور کاتب جب تک لکھے گا نہیں طلاق نہ پڑے گی۔ (37)

36- قال فی الھندیة الکتابة علی نوعین مرسومة وغیر مرسومة و نعنی بالمرسومة ان یکون مصدرا و معنونا مثل ما یکتب الی الغائب وغیر المرسومة ان لا یکون مصدرا و معنونا و ھو علی وجھین مستبینة وغیر مستبینة فالمستبینة ما یکتب علی الصحیفة والحائط و الارض علی وجه یمکن فھمه و قراء ته وغیر المستبینه ما یکتب علی الھواء والماء وشئ لا یمکن فھمه و قراء ته. ففی غیر المستبینة لا یقع الطلاق و ان نوی وان کانت مستبینة لکنھا غیر مرسومة ان نوی الطلاق یقع والا لا وان کانت مرسومة یقع الطلاق نوی او لم ینو.

37- ولوقال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارء بالطلاق و ان لم...... یکتب ولوا ستکتب من آخر کتابا بطلاقھا. قرأه علی الزوج فاخذه الزوج وختمه وعنونه و بعث به الیھا فاتا ھا وقع ان اقر الزوج انه کتابه. (رد المحتار ص 465 ج 2)

مسئلہ: اگر طلاق تحریر کی اور ساتھ ہی زبان سے انشاء اللہ کہا یا زبان سے طلاق کہی اور ساتھ ہی انشاء اللہ لکھدیا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔(38)

38- اذا كتب الطلاق و استثنى بلسانه او طلق بلسانه و استثنى بالكتابة...... ينبغى ان يصح كذا فى الظهيرية.
(ردالمحتار ص 465 ج 2)

باب: 16

طلاق کی قسمیں اور طلاق دینے کے طریقے

طلاق کی قسمیں

طلاق تین قسم کی ہوتی ہے۔(1)

1: ایسی طلاق جس میں نکاح بالکل ٹوٹ جاتا ہے اور دوبارہ نکاح کئے بغیر اس شوہر کے ساتھ عورت کا رہنا جائز نہیں۔ اگر مرد اور عورت دونوں اکٹھے رہنے پر راضی ہوں تو پھر دوبارہ سے نکاح کرنا پڑے گا۔ ایسی طلاق کو طلاق بائن کہتے ہیں۔

2: وہ طلاق جس میں نکاح ایسا ٹوٹتا ہے کہ مرد و عورت دوبارہ آپس میں نکاح بھی کرنا چاہیں تو عدت کے بعد پہلے عورت کو کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا پڑے گا اور اس سے کم از کم ایک مرتبہ صحبت بھی ہو جس میں انزال شرط نہیں ہے۔ پھر جب دوسرا شوہر بھی طلاق دیدے یا اس کی موت ہو جائے تب عدت کے بعد پہلے شوہر سے نکاح ہو سکے گا۔ ایسی طلاق کو مغلظ کہتے ہیں۔

3: وہ طلاق جس میں نکاح فوراً نہیں ٹوٹتا۔ صاف اور صریح لفظوں میں ایک یا دو طلاق دی ہوں تو یہ طلاق رجعی کہلاتی ہے۔ طلاق دینے کے بعد اگر مرد کو پشیمانی ہو تو پھر سے نکاح کرنا ضروری نہیں۔ دوبارہ نکاح کئے بغیر شوہر عورت کو رکھ سکتا ہے اور پھر میاں بیوی کی طرح رہنے لگیں تو درست ہے۔ اس کو رجوع کرنا کہتے ہیں۔ البتہ اگر شوہر طلاق دے کر اس پر قائم رہا اور اس نے طلاق سے رجوع نہیں کیا تو جب طلاق کی عدت گزر جائے گی تب نکاح ٹوٹ جائے گا اور عورت جدا ہو جائے گی اور جب تک عدت نہ گزرے تب تک رکھنے نہ رکھنے دونوں باتوں کا اختیار ہوتا ہے۔

طلاق دینے کا طریقہ

جس بیوی سے صحبت یا خلوت صحیحہ ہو چکی ہو اس کو طلاق دینے کے تین طریقے ہیں۔ ایک بہت اچھا

1- اذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها في عدتها رضيت بذلک او لم ترض. واذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها في العدة و بعد انقضائها و ان كان الطلاق ثلاثا في الحرة او ثنتين في الامة لم تحل حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها. (هدايه)

یعنی احسن، دوسرا اچھا یعنی حسن اور تیسرا بدعت اور حرام۔

1: بہت اچھا یعنی احسن طریقہ یہ ہے کہ شوہر بیوی کو پاکی کے زمانے میں (یعنی ایسے وقت جس میں عورت حیض وغیرہ سے پاک ہو) ایک طلاق دے مگر یہ بھی شرط ہے کہ اس تمام پاکی کے زمانے میں صحبت نہ کی ہو اور عدت گزرنے تک پھر کوئی اور طلاق نہ دے۔ عدت گزرنے سے خود ہی نکاح ختم ہو جائے گا لہٰذا ایک سے زیادہ طلاق دینے کی حاجت نہیں۔(2)

2: اچھا یعنی حسن طریقہ یہ ہے کہ بیوی کو تین پاکی کے زمانوں میں تین طلاق دے۔ ہر پاکی کے زمانہ میں ایک طلاق دے اور ان پاکی کے زمانوں میں بھی صحبت نہ کرے۔(3)

3: بدعت اور حرام طریقہ وہ ہے جو مذکورہ بالا دونوں صورتوں کے خلاف ہو مثلاً تین طلاق یکبارگی دیدے یا حیض کی حالت میں طلاق دے یا جس پاکی میں صحبت کی تھی اس میں طلاق دے۔ اس آخری قسم کی سب صورتوں میں طلاق تو واقع ہو گی ہی ساتھ ہی گناہ بھی ہو گا۔(4)

مسئلہ: جس عورت سے نکاح کر لیا مگر خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ایسی عورت کو خواہ حیض کے زمانہ میں طلاق دے یا پاکی کے زمانہ میں ہر طرح درست ہے مگر ایک طلاق دے۔(5)

الفاظ کے اعتبار سے طلاق دینے کی قسمیں

یہ دو ہیں: اول صریح دوم کنایہ

طلاق صریح

وہ یہ ہے کہ شوہر ایسے لفظوں سے طلاق دے جن سے عام طور سے صرف طلاق کا معنی ہی سمجھا جاتا ہو کوئی اور معنی نہ نکلتا ہو مثلاً یوں کہے میں نے تجھے طلاق دی یا کہے میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ اس میں شوہر کی نیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پھر صریح دو قسم کی ہوتی ہے اگر رجعی طلاق پڑتی ہو تو صریح رجعی اور اگر بائن طلاق پڑتی ہو تو صریح بائن۔(6)

2- طلقة رجعية فقط فی طهر لا وطء فيه و تركها حتى تمضي عدتها احسن بالنسبة الى البعض الآخر. (در مختار ص 453 ج 2)

3- طلقة لغير موطؤة ولو فی حيض ولموطؤة تفريق الثلاث فی ثلاثة اطهار لا وطء فيها ولا فی حيض قبلها ولا طلاق فيه فيمن تحيض و فی ثلاثة اشهر فی حق غيرها حسن و سني. (در مختار ص 453 ج 2).

4- و البدعي ثلاث متفرقة (وكذا بكلمة واحدة ردالمحتار) او ثنتان بمرة او مرتين فی طهر واحد لا رجعة فيه او واحدة فی طهر وطئت فيه او واحدة فی حيض موطوئة. (در مختار ص 454 ج 2)

5- فی غير المدخولة لا فرق بين كونه فی طهر او حيض لان الوقت اعني الطهر الخالي عن الجماع خاص بالمدخولة. (رد المحتار ص 454 ج 2)

6- صريحه ما لم يستعمل الا فيه (غالبا) ولو بالفارسية كطلقتک و انت طالق مطلقة. (در مختار ص 465 ج 2)

مسئلہ: اگر صاف صاف لفظوں میں طلاق دی تو زبان سے نکلتے ہی طلاق پڑ گئی چاہے طلاق دینے کی نیت ہو چاہے نہ ہو بلکہ ہنسی اور دل لگی میں بھی کہا ہو، ہر طرح ہو گئی اور صاف لفظوں میں ایک یا دو طلاق دینے سے طلاق رجعی پڑتی ہے یعنی عدت کے ختم ہونے تک اس کے رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے اور ایک مرتبہ کہنے سے ایک ہی طلاق پڑے گی نہ دو پڑیں گی نہ تین۔ البتہ اگر تین دفعہ کہے یا یوں کہے تجھ کو تین طلاق دیں تو تین طلاقیں پڑیں گی جو طلاق مغلظ ہو جاتی ہے۔(7)

مسئلہ: کسی نے یوں کہا کہ تجھ کو طلاق دے دوں گا تو اس سے طلاق نہیں ہوئی۔ اسی طرح اگر کسی بات پر یوں کہا کہ اگر فلانا کام کرے گی تو طلاق دے دوں گا تب بھی طلاق نہیں ہوتی چاہے وہ کام کرے چاہے نہ کرے۔(8)

مسئلہ: کسی نے اپنی بیوی کو طلاقن کہہ کر پکارا تب بھی طلاق پڑ گئی اگرچہ ہنسی مذاق میں کہا ہو۔ یہ اس صورت میں ہے جب اس عورت کا یہ پہلا نکاح ہو یا دوسرا نکاح ہو اور اس کے پہلے شوہر نے طلاق نہ دی ہو بلکہ چھوڑ مرا ہو۔ اگر شوہر کہے کہ میری نیت صرف گالی دینے یا برا بھلا کہنے کی تھی طلاق دینے کی نہ تھی تو دیانۃً اس کی بات کو سچا جانیں گے لیکن عدالت اور خود عورت پھر بھی اس کو طلاق شمار کریں گی۔ اور اگر اس عورت کو اس کے پہلے شوہر نے طلاق دی ہو اور اسی نیت سے اب اس دوسرے موجودہ شوہر نے اس کو طلاقن کہہ کر پکارا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے طلاق دینے کی نیت سے طلاقن نہیں کہا بلکہ پہلے شوہر کے طلاق دینے کی وجہ سے اس کو طلاقن کہا ہے تو دیانت اور عدالت دونوں کے اعتبار سے اس کے قول کا اعتبار ہوگا۔(9)

مسئلہ: کسی نے بجائے طلاق کے تلاک یا طلاک یا تلاغ یا طلاغ لفظ کہا تو اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔(10)

مسئلہ: کسی سے پوچھا گیا کہ کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور وہ جواب میں کہے کہ ہاں یا کہے کیوں نہیں تو طلاق پڑ گئی۔(11)

7- ویقع بها ای بهذه الالفاظ و ما بمعنا ها من الصریح...... واحدة رجعیة و ان نوی خلافها من البائن او اکثر...... او لم ینو شینا. (در مختار ص 467-466 ج 2)

8- صیغة المضارع لا یقع بها الطلاق الا اذا غلب فی الحال. (فتاویٰ حامدیه ص 38 ج 1)

9- قال فی البحر و منه ای من الصریح یا طالق أو یا مطلقة بالتشدید ولو قال اردت الشتم لم یصدق قضاء و دین خلاصة ولو کان لها زوج طلقها قبل فقال اردت ذلک الطلاق صدق دیانة باتفاق الروایات و قضاء فی روایة ابی سلیمان و هو حسن کما فی الفتح وهو الصحیح کما فی الخانیة ولو لم یکن لها زوج لا یصدق و کذا لو کان لها زوج قد مات. (رد المحتار ص 468 ج 2)

10- ویدخل نحو طلاغ وتلاغ و طلاک و تلاک او طلاق (در مختار ص 466 ج 2) قال فی البحر و منه الالفاظ المصحفة وهی خمسة فزاد علی ما هنا تلاق...... و بینبغی ان یقال ان فاء الکلمة اما طاء او تاء و اللام اما قاف او عین او غین او کاف او لام و الثان فی خمسة بعشرة تسعة منها مصحفة و هی ما عدا الطاء مع القاف اه. (رد المحتار ص 466 ج 2)

11- لو قیل له طلقت امرأتک فقال نعم او بلی بالهجاء طلقت. (درمختار ص 467 ج 2)

مسئلہ: شوہر اگر یوں کہے کہ مجھ پر طلاق ہے تو اس سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔(12)

مسئلہ: اگر یوں کہے تجھے لمبی چوڑی طلاق ہے یا تجھے غلیظ یا شدید طلاق ہے وغیرہ تو اس سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ البتہ اگر اس طرح کہا تجھے یہاں سے مکہ تک طلاق تو طلاق رجعی واقع ہوئی۔(13)

مسئلہ: اگر کہا تجھے مکہ میں طلاق یا فلاں گھر میں طلاق تو فوری طلاق واقع ہوگی۔(14)

مسئلہ: اگر کہا تجھے کل طلاق ہے تو دوسرے دن طلوع فجر ہوتے ہی طلاق ہو جائے گی اور اگر کہا تجھے رمضان میں طلاق ہے اور کسی خاص دن کی نیت نہ ہو تو رمضان کا مہینہ شروع ہوتے ہی طلاق پڑ جائے گی۔(15)

صریح طلاق کے چند اور الفاظ

1- شوہر کا بیوی کو یہ کہنا ''میں نے تجھ کو چھوڑ دیا'' اردو میں طلاق کے لیے صریح ہے اور ایک دفعہ کہنے سے ایک طلاق رجعی پڑ جاتی ہے۔(16)

تنبیہ: کسی غلطی پر اردو میں اس طرح بھی کہتے ہیں ''اس دفعہ تو تمہیں چھوڑ دیا آئندہ ایسا کیا تو نہیں چھوڑیں گے'' یا صرف اتنا کہنا کہ ''اس دفعہ تو تمہیں چھوڑ دیا'' ان سے طلاق نہیں ہوتی کیونکہ یہ الفاظ نہ تو طلاق میں صریح ہیں اور نہ ہی کنایہ ہیں۔

مسئلہ: شوہر کا بیوی کو یہ کہنا ''میں نے تجھے آزاد کر دیا'' اردو میں طلاق صریح ہے کیونکہ ہمارے علاقوں کے لوگ عورت کے لیے ان الفاظ کا استعمال صرف طلاق میں کرتے ہیں۔ اس سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔(17)

تنبیہ: ایک جملہ ہے کہ تجھے آزاد کیا اور دوسرا جملہ ہے کہ تو آزاد ہے۔ پہلا جملہ طلاق میں صریح ہے اور اس سے طلاق رجعی پڑتی ہے جب کہ دوسرا جملہ طلاق میں کنایہ ہے اور اس سے طلاق بائن پڑتی ہے۔

12- ومن الالفاظ المستعملة الطلاق يلزمني و الحرام يلزمني و علي الطلاق و علي الحرام فيقع بلا نية للعرف. (درمختار ص 469 ج 2)

13- ويقع بقوله انت طالق بائن او البتة...... او افحش الطلاق...... او طويلة او ء عريضة او اسوأه او اشده...... واحدة بائنة. (درمختار ص 487 ج 2) و بقوله عن هنا الى الشام واحدة رجعية. (درمختار ص 476 ج 2)

14- انت طالق بمكة او في مكة او في الدار او الظل او الشمس او ثوب كذا تنجيز (در مختار ج 2 ص 476)

15- وبقوله انت طالق غدا او في غد يقع عند طلوع الصبح. (درمختار ص 478 ج 2)

16- امداد الفتاوى ص 456 ج 2

17- امداد الفتاوى (ص 429 ج 2) فاذا قال رها كردم اى سرحتك يقع به الرجعي مع ان اصله كناية ايضا و ما ذاك الا لانه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق و قد مران الصريح ما لم يستعمل الا في الطلاق من اى لغة كانت. (رد المحتار ص 303 ج 2)

مسئلہ: شوہر کا بیوی کو یہ کہنا ''تو حرام ہے'' یا میں نے تجھ کو حرام کیا یہ طلاق صریح بائن ہے اس سے ایک طلاق بائن بلانیت واقع ہو جاتی ہے۔(18)

مسئلہ: i- عورت نے مطالبہ کیا کہ مجھے طلاق دے دو۔ شوہر نے کہا دے دی تو ایک طلاق ہو جائے گی۔ اور اگر شوہر نے کہا کہ یہی سمجھو تو طلاق نہ ہو گی۔

ii- عورت نے مطالبہ کیا کہ مجھے طلاق دے دو، مجھے طلاق دے دو، مجھے طلاق دے دو۔ جواب میں شوہر نے کہا کہ دے دی تو ایک طلاق ہوئی۔ اور اگر شوہر جواب میں کہے کہ دی، دی، دی تو تین طلاقیں ہوں گی۔

iii- اگر عورت نے اس طرح مطالبہ کیا کہ مجھے طلاق دو اور مجھے طلاق دو اور مجھے طلاق دو اور شوہر نے جواب دیا کہ دی تو تین طلاقیں ہوئیں۔(19)

عورت کے مطالبہ کے بغیر شوہر نے کہا میں نے طلاق دی، دی، دی تو شوہر کی نیت پر مدار ہوگا۔ اگر تین کی نیت تھی تو تین ہوں گی اور اگر تاکید اور زور دینے کی نیت تھی تو ایک ہو گی۔

مسئلہ: شوہر نے کہا ایک دو تین طلاق دی اگر ایک دو تین کہنے سے اس کی مراد یہ تھی کہ تیار ہو جاؤ تو ایک طلاق ہو گی ورنہ تین طلاقیں شمار ہوں گی۔(20)

مسئلہ: شوہر نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں کھول کر اشارہ کرتے ہوا کہا کہ تجھے اس طرح طلاق ہے تو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔(21)

طلاق کنایہ

یعنی ایسے الفاظ سے طلاق دینا جن میں طلاق کا مطلب بھی بن سکتا ہے اور طلاق کے علاوہ دوسرا معنی

18- ان لفظ حرام معناه عدم حل الوطء و دواعيه و ذالک يكون بالا يلاء مع بقاء العقد و هو غير متعارف و يكون بالطلاق الرافع للعقد و هو قسمان بائن و رجعى لكن الرجعى لا يحرم الوطء فتعين البائن و كونه التحق بالصريح للعرف لا ينا في و قوع البائن به فان الصريح قد يقع به البائن لتطليقة شديدة و نحوه. (رد المحتار ص 504 ج 2)

19- امرأة قالت لزوجها مرا طلاق ده فقال الزوج...... داده است او كرده است يقع نوى او لم ينو...... ولوقال داده انگار او كرده انگار لا يقع و ان نوى (عالمگیری ص 380 ج1) ولو قالت مرا طلاق ده، مرا طلاق ده مرا طلاق ده فقال دادم تقع واحدة ولو قالت مرا طلاق كن مرا طلاق كن مرا طلاق كن فقال كردم كردم كردم تطلق ثلاثا و هو الاصح (عالمگیری ص 383 ج 1) ولو قالت مرا طلاق ده و مرا طلاق ده و مرا طلاق ده فقال دادم تقع ثلاث. (عالمگیری ص 383 ج 1)

20- الطلاق يقع بعدد قرن به لا به اى متى قرن الطلاق بالعدد كان الوقوع بالعدد بدليل ما اجمعوا عليه من انه لو قال لغير المدخول لها انت طالق ثلاثا طلقت ثلاثا ولو كان الوقوع بطالق لبانت لا الى عدة فلغا العدد و من انه لو قال انت طالق واحدة ان شاء الله لم يقع شئ ولو كان الوقوع بطالق لكان العدد فاصلا فوقع. (درمختار و رد المحتار ص 494 ج 2)

21- انت طالق هكذا مشيرا بالا صابع المنشورة وقع بعدده. (در مختار ص 485 ج 2)

بھی نکل سکتا ہے۔ جیسے کوئی اپنی بیوی کو کہے میں نے تجھ کو دور کر دیا تو اس کا مطلب ایک تو یہ ہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دے کر دور کر دیا اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ طلاق تو نہیں دی لیکن اب تجھ کو اپنے پاس نہ رکھوں گا ہمیشہ اپنے میکے میں رہ، تیری خبر نہ لونگا۔ غرض تجھے دور کر دیا یا اس قسم کے اور الفاظ خود ان کے اپنے معنی تو صاف ہیں لیکن دور کرنا کس اعتبار سے مراد ہے یہ مخفی ہے اس لیے اس کو کنایہ کہتے ہیں۔

چونکہ ان الفاظ میں دو مطلب نکل سکتے ہیں اس لیے جب شوہر طلاق کی نیت سے یہ الفاظ کہے تو طلاق کا معنی متعین ہو جاتا ہے اور فی الواقع اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اگر اس نے نیت نہ کی ہو تو فی الواقع طلاق نہ ہو گی۔ لیکن چونکہ دوسرے انسانوں کی نیت تک براہ راست رسائی نہیں ہو سکتی اور اس تہمت کا احتمال ہے کہ کوئی شخص اپنا نقصان محسوس کر کے طلاق کی نیت کا انکار کر دے اس لیے عدالت کے نزدیک طلاق پر دلالت کرنے والے اور قرائن ہونگے تو ان کا اعتبار ہو گا۔ عدالت کے نزدیک اس کے تین قرائن ہیں۔

1: شوہر کا یہ بتانا کہ ان الفاظ سے اس کی نیت طلاق کی تھی۔

2: وہ الفاظ کہنے کے وقت شوہر کا غصہ میں ہونا۔

3: وہ الفاظ کہے جانے سے پیشتر یا تو شوہر سے بیوی نے یا کسی اجنبی نے طلاق کا مطالبہ کیا ہو یا شوہر نے اس مجلس میں پہلے طلاق دی ہو۔ اس کو مذاکرہ طلاق کی حالت سے تعبیر کرتے ہیں۔

قرائن سے معلوم ہوا کہ جب شوہر اس قسم کے الفاظ کہے تو تین حالتیں ہو سکتی ہیں۔

1: اعتدال کی حالت ہو۔

2: غصہ وغضب کی حالت ہو۔

3: مذاکرہ طلاق کی حالت ہو۔(22)

غصہ وغضب کی حالت میں جہاں یہ احتمال ہے کہ شوہر کا طلاق دینے کا ارادہ ہو وہاں یہ بھی احتمال ہے کہ غصہ میں محض گالم گلوچ مراد ہو طلاق کی نیت نہ ہو۔ اسی طرح مذاکرہ طلاق میں یعنی طلاق کے مطالبہ پر کبھی تو شوہر طلاق دے دیتا ہے اور کبھی مسترد کر دیتا ہے۔ اسی طرح سے کنایہ کے الفاظ کی بھی تین قسمیں بنتی ہیں۔

پہلی قسم: وہ الفاظ جن میں طلاق کے معنی کا بھی احتمال ہے اور طلاق کے مطالبہ کو مسترد کرنے کے معنی کا بھی احتمال ہے مثلاً کہا تو نکل جا یعنی تو نکل جا کیونکہ میں نے تجھے طلاق دیدی ہے یا تو نکل جا اور مجھ سے طلاق کا مطالبہ نہ کر۔ اسی طرح کے الفاظ یہ بھی ہیں تو اٹھ کھڑی ہو' تو دور ہو جا' تو چلی جا۔

22-كنايته عند الفقهاء ما لم يوضع له اى الطلاق و احتمله وغيره فالكنايات لا تطلق بها قضاء الابينة او دلالة الحال و هى حالة مذاكرة الطلاق او الغضب. فالحالات ثلاث رضا و غضب و مذاكرة. تفسير المذاكرة بسوال الطلاق او تقديم الايقاع...... وقال قبله المذاكرة ان تسأله هى او اجنبى. (درمختار ص 501,502 ج 2)

دوسری قسم: وہ الفاظ جن میں طلاق کا معنی بھی نکلتا ہے اور گالم گلوچ کا معنی بھی نکلتا ہے۔ مثلاً تو میرے کام کی نہیں یعنی تو بیکار ہے یا اس وجہ سے کہ میں تجھے طلاق دے چکا ہوں۔ اس قسم کی کچھ اور مثالیں یہ ہیں۔ نہ میں تیرا میاں نہ تو میری بیوی' نہ تو میری کچھ لگتی ہے نہ میں تیرا کچھ' میرا تیرا کوئی واسطہ نہیں' میرا تیرا نکاح نہیں، میرا تیرا نکاح باقی نہیں رہا، میں تجھ سے بیزار ہوں' میں تیرا روادار نہیں' تو میرے کام کی نہیں رہی، میں نے تجھ سے علیحدگی اختیار کی، تو اپنی ماں کے ہاں جا۔

تیسری قسم: وہ الفاظ جن میں مطالبہ مسترد کرنے کا یا گالم گلوچ کا معنی نہ نکلتا ہو مثلاً میں نے تجھ سے جدائی اختیار کرلی یا تیرا معاملہ تیرے حوالے ہے۔ تم اپنا دوسرا نکاح کرلو۔ تجھے میری طرف سے جواب ہے۔ میں اس کو ہرگز اپنے پاس نہ رکھوں گا۔ میں اسے نہیں بساؤں گا۔ تو فارغ ہے۔(23)

ضابطہ

1: جب شوہر سکون اور اعتدال کی حالت میں ہو اور اس سے طلاق کا مطالبہ بھی نہ کیا جا رہا ہو پھر وہ تینوں قسموں میں سے کسی بھی قسم کے الفاظ بولے تو اس کی نیت معلوم کی جائے گی۔ اگر طلاق کی نیت ہوگی تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔

2: جب شوہر غصہ وغضب کی حالت میں ہو تو پہلی دو قسموں کے الفاظ میں اس کی نیت پوچھی جائے گی اور تیسری قسم کے الفاظ میں اس کی نیت نہ پوچھی جائے گی اور غصہ کے قرینہ کی وجہ سے طلاق کے واقع ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

3: جب مذاکرہ طلاق کی حالت ہو تو صرف پہلی قسم کے الفاظ میں شوہر کی نیت پوچھی جائے گی اور دوسری اور تیسری قسم کے الفاظ میں بلانیت طلاق واقع ہو جائے گی۔ دوسری قسم میں اس لیے کہ غصہ نہ ہونے کی وجہ

23- الکنایات ثلاث ما یحتمل الرد او ما یصلح للسب او لا ولا. (درمختار ص 502 ج 2) حاصله انها کلها تصلح للجواب ای اجابته لها فی سوالها الطلاق منه لکن منها قسم یحتمل الرد ایضا ای عدم اجابة سوالها کانه قال لها لا تطلبی الطلاق فانی افعله و قسم یحتمل السب و الشتم لها دون الرد و قسم لا یحتمل الرد ولا السب بل یتمحض للجواب. (رد المحتار ص 502 ج 2)

الکنایات ثلاثة اقسام (ما یصلح جوابا لا غیر) امرک بیدک، اختاری، اعتدی (وما یصلح جوابا و ردا لا غیر) اخرجی اذهبی اعزبی، قومی، تقنعی، استتری، تخمری (وما یصلح جوابا و شتما) خلیة، بریة، بتة، بتلة، بائن، حرام...... و الحق ابو یوسفؒ بخلیة و بریة و بریة و بتة وبائن و حرام اربعة اخری ذکرها السرخسی فی المبسوط و قاضیخان فی الجامع الصغیر و آخرون و هی لا سبیل لی علیک، لا ملک لی علیک، خلیت سبیلک وفارقتک ولا روایة فی خرجت من ملکی قالوا هو بمنزلة خلیت سبیلک و فی الینا بیع...... و زاد ابو یوسف خالعتک و الحقی باهلک...... وان قال لم اتزوجک و نوی الطلاق لا یقع الطلاق بالاجماع...... ولو قال ما انت لی با مراة او لست لک بزوج و نوی الطلاق یقع عند ابی حنیفة رحمه الله وعند هما لا یقع...... ولو قال لها لا نکاح بینی و بینک او قال لم یبق بینی و بینک نکاح یقع الطلاق اذا نوی. (عالمگیری ص 375,374 ج 1)

سے گالم گلوچ کا احتمال نہیں رہا۔

تنبیہ 1: اسی ضابطہ کو اس طرح بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ پہلی قسم کے الفاظ میں ہر حال میں طلاق کی نیت ہو گی تو طلاق واقع ہو گی ورنہ نہیں۔ دوسری قسم کے الفاظ میں مذاکرہ طلاق کی صورت میں بغیر نیت کے طلاق ہو جائے گی اور باقی دو حالتوں میں نیت سے طلاق ہو گی اور تیسری قسم میں حالت غضب اور مذاکرہ طلاق میں بلانیت طلاق ہو جائے گی اور اعتدال کی حالت میں نیت سے طلاق ہو گی۔(24)

تنبیہ 2: جہاں شوہر یہ کہے کہ اس کی طلاق کی نیت نہیں تھی وہاں اس کو اپنی اس بات پر قسم بھی کھانی ہو گی خواہ عورت نے طلاق کا دعویٰ کیا ہو یا نہیں۔ کیونکہ اس پر قسم کھانا اللہ تعالیٰ کے حق کی وجہ سے ہے اور اگر وہ قسم کھانے سے انکار کر دے تو عورت معاملہ کو عدالت میں لے جائے جو شوہر کے قسم کھانے سے انکار پر زوجین کے درمیان تفریق کر دے اور نکاح کو ختم کر دے۔(25)

کنایہ طلاق کے تحت اوپر یہ بات ذکر ہوئی تھی کہ فی الواقع اور دیانت میں یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کنایہ الفاظ سے طلاق ہونے میں اصل اعتبار شوہر کی نیت کا ہوتا ہے اور مفتی شوہر کو اس کے مطابق فتویٰ دے گا۔ لیکن اگر معاملہ عدالت میں چلا جائے تو چونکہ عدالت دل کی نیت سے بحث نہیں کرتی بلکہ ظاہر حال سے بحث کرتی ہے اس لئے اگر شوہر طلاق کی نیت کی نفی کرے لیکن ظاہر حال اور قرائن اس کے خلاف پر دلالت کر رہے ہوں تو عدالت طلاق کے واقع ہونے کا فیصلہ دے گی۔ وہ قرائن یہ ہیں۔

1- کنایہ الفاظ کہنے کے وقت شوہر غصہ وغضب کی حالت میں ہو۔

2- کنایہ الفاظ مذاکرہ طلاق کی حالت میں کہے ہوں جو یہ ہے کہ بیوی نے شوہر سے طلاق مانگی ہو یا شوہر نے اسی مجلس میں پہلے صریح طلاق کے لفظ کہے ہوں۔

دیانت اور قضائے عدالت کی مذکورہ بالا صورتیں تو واضح ہیں۔ ان کے علاوہ ایک صورت جو بہت مرتبہ

24- ففی حالة الرضا ای غیر الغضب والمذاکرة تتوقف الاقسام الثلاثة تاثیرا علی نیة للاحتمال...... و فی الغضب توقف الاولان ان نوی وقع والا لاو فی مذاکرة الطلاق یتوقف الاول فقط و یقع بالا خیرین وان لم ینو. (درمختار ص 504 ج 2) والحاصل ان الاول یتوقف علی النیة فی حالة الرضا والغضب والمذاکرة والثانی فی حالة الرضا والغضب فقط ویقع فی حالة المذاکرة بلا نیة والثالث یتوقف علیها فی حالة الرضا فقط ویقع فی حالة الغضب والمذاکرة بلا نیة. (ردالمحتار ص 505 ج 2)

25- تتوقف...... علی نیة للاحتمال و القول له بیمینه فی عدم النیة و یکفی تحلیفها له فی منزله فان ابی رفعته للحاکم فان نکل فرق بینهما (در مختار ص 504 ج 2) فالیمین لازمة له سواء ادعت الطلاق ام لاحقا لله تعالیٰ (رد المحتار ص 505 ج 2)

فالکنایات لا تطلق بها قضاء الا بنیة او دلالة الحال. (درمختار ص 501 ج 2) قید به ای بالقضاء لانه لایقع دیانة بدون النیة ولو وجدت دلالة الحال. فوقوعه بواحدمن النیة اذ دلالة الحال انما هو فی القضاء فقط. (رد المحتار ص 502 ج 2)

پیش آ جاتی ہے وہ یہ ہے کہ شوہر نے بیوی سے لڑائی جھگڑے میں غصہ کی حالت میں یہ لفظ کہے ہوں یا بیوی کے مطالبہ طلاق پر یہ لفظ کہے ہوں اور بیوی نے خود ان الفاظ کو کہتے سنا ہو۔ یا شوہر نے بیوی کے باپ بھائی وغیرہ سے لڑائی جھگڑے میں غصہ میں یہ لفظ کہے ہوں یا ان کے طلاق مانگنے پر کہے ہوں اور بیوی تک شوہر کی بات پہنچ گئی ہو۔

چونکہ طلاق کے معاملہ میں عورت کی حیثیت خود قاضی کی طرح کی ہوتی ہے اس لئے قرائن کو دیکھتے ہوئے وہ اس کو طلاق سمجھنے پر مجبور ہو گی لیکن دوسری طرف شوہر طلاق کی نیت ہونے کا انکار کرتا ہے اور ہمارے ملک کا عدالتی نظام بھی ایسا نہیں ہے کہ عورت کی وہاں فریاد رسی کرنے سے معاملہ کا حل نکل سکے۔ جہاں تک مفتی کا معاملہ ہے تو وہ ضابطہ کے مطابق شوہر کو یہ کہے گا کہ اگر تمہاری طلاق کی نیت نہیں ہے تو طلاق نہیں ہوئی اور تمہارا نکاح قائم ہے اور عورت کو یہ کہے گا کہ تم اس کو طلاق سمجھو اور شوہر سے علیحدہ رہو۔

عام کنایہ الفاظ سے چونکہ ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور بار بار کہنے سے بھی ایک طلاق ہی رہتی ہے لہٰذا عام حالات میں مسئلہ زیادہ پیچیدہ نہیں۔ تجدید نکاح کر کے دونوں اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ پیچیدگی اس وقت پیش آتی ہے جب عورت شوہر کے ساتھ رہنے پر تیار نہ ہو اور وہ علیحدگی چاہتی ہو۔ اس وقت اس پر لازم ہو گا کہ وہ شوہر سے علیحدہ رہے اور شوہر سے اعلانیہ اور صریح طلاق حاصل کرے اگرچہ اس کے لئے اس کو کچھ مال ہی دینا پڑے۔(26)

تنبیہ: اگر شوہر طلاق دینے پر راضی نہ ہو اور محض تنگ کرنا مقصود ہو تو کم از کم تین علماء کا بورڈ عورت کا مقدمہ سنے اور گواہوں سے اس کے دعوے کی تصدیق معلوم ہو تو اولاً عورت کو کہیں کہ پہلے وہ عدالت سے خلع لے لے اور اس کے خلع لے لینے کے بعد عورت کے نکاح کو فسخ کر دیں۔ عدالتی خلع کا جو نظام ہمارے ہاں ہے اگرچہ اس کی شرعی حیثیت کچھ نہیں لیکن اس سے عورت کو بھی اور علماء کے بورڈ کو بھی شوہر کے ظلم سے تحفظ حاصل ہو جائے گا۔

اگر عورت خلع لے کر پھر مسئلہ دریافت کرنے آئے تو علماء کا بورڈ اس کا مقدمہ سنے اور اگر وہ واقعی مظلوم ہو تو شوہر کے لیے ایک وکیل مقرر کر کے اس عورت کا نکاح فسخ کر دے۔

کنایہ الفاظ سے متعلق چند قواعد و مسائل

قاعدہ 1- کنایہ الفاظ کے ساتھ اگر طلاق کا قرینہ لفظوں میں موجود ہو تو اس سے صریح طلاق واقع ہوتی ہے۔

26- قال فی الفتح و التاکید خلاف الظاهر و علمت ان المرأة کالقاضی لا یحل لها ان تمکنه اذا علمت منه ما ظاهره خلاف مدعاه. (ردالمحتار ص 508 ج 2) امداد الاحکام ص 460, 454 ج 2

مثلاً شوہر کا بیوی کو یہ کہنا تو آزاد ہے کنایہ ہے کیونکہ اس میں نکاح کے بندھن کو ختم کرنے کا معنی بھی نکلتا ہے اور دوسرا معنی بھی نکلتا ہے یعنی تو گھر میں ہر طرح سے تصرف کرنے کے لیے آزاد ہے۔ لیکن اگر ارادہ طلاق کا قرینہ لفظوں میں صراحتاً موجود ہو تو پھر یہ طلاق کے لیے صریح لفظ بن جاتا ہے مثلاً یوں کہے تو میرے نکاح سے آزاد ہے تو اب یہ کنایہ نہیں بلکہ صریح طلاق ہے اور اگر عدم ارادہ طلاق کا قرینہ موجود ہو تو پھر یہ نہ صریح طلاق ہے اور نہ کنایہ ہے مثلاً یوں کہا تو آزاد ہے جو چاہے کھا پی یا جب جی چاہے آ جا' کیونکہ باقی الفاظ سے معلوم ہوا کہ شوہر کا مقصد اس کے لیے افعال کی اباحت اور ان میں اس کے اختیار کو ثابت کرنا ہے۔(27)

قاعدہ 2- صریح طلاق کے بعد کنایہ الفاظ کا استعمال(28)

شوہر نے صریح طلاق کہنے یا لکھنے کے بعد اگر کنایہ الفاظ استعمال کئے ہوں مثلاً یوں کہا کہ میں نے تم کو طلاق دی اور میرا تم سے کوئی تعلق نہیں رہا یا تم آزاد ہو جہاں چاہے نکاح کرو تو اس میں مندرجہ ذیل تین صورتیں ہیں:

1- کنایہ الفاظ سے شوہر نے پہلی طلاق کی تفسیر و توضیح کی نیت کی ہو۔ اس سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ شوہر نے طلاق کے لفظ سے جو پہلی طلاق دی کنایہ الفاظ بول کر اس نے وضاحت وتفسیر کر دی کہ اس کی مراد ایسی طلاق ہے جس میں نکاح کا تعلق ٹوٹ گیا ہے۔

2- شوہر نے کنایہ الفاظ سے مستقل ایک اور طلاق کی نیت کی ہو۔ اس صورت میں دو طلاق بائن واقع ہوں گی کیونکہ ایک رجعی اور ایک بائن مل جائیں تو دو بائن ہو جاتی ہیں۔

3- شوہر نے کچھ نیت نہ کی ہو۔ اس صورت میں دو مختلف قول ہیں:

i- کنایہ کے الفاظ باطل اور بیکار ہو جائیں گے اور صرف طلاق رجعی باقی رہے گی۔

27- امداد الاحکام ص 470 ج 2

28- و فی الفتاوی لو قال لامرأته انت طالق ثم قال للناس زن برمن حرام ست و عنی به الاول اولا نية له فقد جعل الرجعی بائنا و ان عنی به الابتداء فهی طالق آخر بائن. (خلاصة الفتاوی ص 86 ج 2)

فی الكنز انت طالق بائن او البتة...... فهی واحدة بائنة ان لم ينو ثلاثا (البحر الرائق ص 287 ج 3) و فيه نظر مذكور فی فتح القدير قيد بكون صفة بلا عطف لانه لوقال انت طالق و بائن او قال انت طالق ثم بائن وقال لم انو بقولی بائن شيئا فهی رجعية ولو ذكر بحرف الفاء و الباقی بحاله فهی بائنة كذا فی الذخيرة. (البحر الرائق ص 288 ج 3)

ولعل وجه الفرق ان الفاء للتعقيب بلا مهلة والطلاق الذی يعقبه البينونة لايكون الا بائنا اما الواو فلا تقتضی التعقيب بل تصلح له و للتراخی الذی هو معنی ثم. والطلاق الذی تتراخی عنه البينونة لايلزم كونه بائنا فيكون قوله و بائن لغوا. ولا تحمل الواو علی التعقيب لانه عند الاحتمال يراد الادنی و هو الرجعی هنا كما لا يراد تكرير الايقاع لعدم النية...... وانظر لم لم يتعين تكرير الا يقاع مع وجود مذاكرة الطلاق فان الاصل فی العطف المغايرة فكان ينبغی وقوع بائنتين مع الواو وثم و مفهوم التقييد بعدم النية انه لو نوی تكرير الايقاع مع الحروف الثلاثة او نوی بالبائن الثلاث انه يقع ما نوی. (رد المحتار ص 488 ج 2)

ii- پہلے صریح طلاق واقع ہونے سے مذاکرہ طلاق کی صورت پائی گئی اور مذاکرہ طلاق کی صورت میں نیت کے بغیر بھی طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے لہٰذا دو طلاق بائن واقع ہوں گی۔

تنبیہ: کیونکہ ہمارے عرف میں شوہر کی مذکورہ بالا عبارت کا صاف مطلب یہی سمجھا جاتا ہے کہ شوہر اپنے ان الفاظ سے کہ..... میرا تم سے کوئی تعلق نہیں رہا یا تم آزاد ہو یا تم جہاں چاہے نکاح کر لو..... اسی پہلی طلاق کو بیان کر رہا ہے کہ وہ ایسی ہے۔ بلکہ بہت سے لوگوں کو الفاظ کنایہ سے طلاق ہونے کا علم تک نہیں ہوتا۔ اس لئے پہلی صورت متعین ہے کہ ایک طلاق بائن واقع ہو گی الا یہ کہ شوہر نے دوسری طلاق کی نیت کی ہو کہ اس وقت دو طلاق بائن واقع ہوں گی۔

مسئلہ: شوہر یہ الفاظ کہے ''تجھے رکھوں تو اپنی ماں بہن کو رکھوں'' یا کہے ''مجھے تیری ضرورت نہیں'' تو ان الفاظ سے طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہیں ہو گی۔ (29)

مسئلہ: کنایہ الفاظ سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے۔ البتہ چند الفاظ کے کنایہ ہونے کے باوجود ان سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے مثلاً:

i- شوہر بیوی کو کہے تو میری بیوی نہیں یا کہے کہ میں تیرا شوہر نہیں۔ (30)

ii- تو اپنا رحم صاف کر لے۔

طلاق صریح اور بائن سے متعلق ایک ضابطہ

i- طلاق صریح کے بعد طلاق صریح یا بائن دی جائے تو دونوں مل کر دو طلاقیں ہو جاتی ہیں۔

ii- طلاق بائن کے بعد طلاق صریح دی جائے تو یہ دونوں بھی مل جاتی ہیں۔

iii- طلاق بائن کے بعد طلاق بائن دی جائے تو اگر دوسری پہلی کی خبر بن سکتی ہو تو دونوں نہ ملیں گی بلکہ صرف پہلی ہی رہے گی اور اگر دوسری پہلی کی خبر نہ بن سکتی ہے تو دونوں مل کر دو طلاق ہوں گی۔ (31)

اس ضابطہ کی مزید وضاحت درج ذیل ہے

29- امداد الاحکام ص ج 2 ولو قال لا حاجة لی فیک ینوی الطلاق فلیس بطلاق. (عالمگیری ص 375 ج1)

30- لست لک بزوج اولست لی بامرأة او قالت لست لی بزوج فقال صدقت طلاق ان نواه. (درمختار ص 491 ج 2)

واشار بقوله طلاق الی ان الواقع بهذا الكناية رجعي كذا في البحر (رد المحتار ص 491 ج 2)

31- الصريح يلحق الصريح و يلحق البائن بشرط العدة و البائن يلحق الصريح مالا يحتاج الى نية بائنا كان الواقع به او رجعيا فتح فمنه الطلاق الثلاث فيلحقهما، و كذا الطلاق على مال فيلحق الرجعي و يجب المال و البائن ولا يلزم المال كما في الخلاصة فالمعتبر فيه اللفظ لا المعنى على المشهور ولا يلحق البائن البائن اذا امكن جعله اخبارا عن الاول كانت بائن بائن او ابنتك بتطليقة فلا يقع لانه اخبار فلا ضرورة في جعله انشاء بخلاف ابنتک باخرى (درمختار ص 512-508 ج 2)

1: (i) طلاق صریح رجعی کے الفاظ کہنے کے بعد پھر طلاق صریح خواہ رجعی ہو یا بائن ہو کے الفاظ کہے ہوں تو دوسری طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ مثلاً پہلے کہا تجھے طلاق ہے پھر دوبارہ کہا تجھے طلاق ہے یا کہا اتنے مال کے عوض تجھے طلاق دی تو دوسری طلاق بھی پڑ گئی۔(32)

2: (ii) طلاق صریح رجعی کے بعد ایک اور طلاق بائن کنایہ الفاظ سے دی جائے تو دوسری طلاق پڑ جاتی ہے۔(33)

3: طلاق بائن خواہ خلع کے ذریعہ ہو یا کنایہ سے ہو اس کے بعد

i- طلاق صریح رجعی دی جائے تو وہ واقع ہو جاتی ہے۔ اور دو طلاق بائنہ بن جاتی ہیں۔(34)

ii- تین طلاقیں دی جائیں تو وہ بھی واقع ہو جاتی ہیں۔(35)

4: طلاق بائن خواہ لفظ کنایہ سے ہو یا خلع سے ہو یا لفظ صریح سے ہو مثلاً مال کے عوض طلاق سے ہو اس کے بعد اگر کنایہ لفظ سے طلاق بائن دی جائے تو وہ نہیں پڑتی جبکہ دوسری کو پہلی کی خبر بنانا ممکن ہو۔ مثلا پہلے عورت کو طلاق کی نیت سے کہا کہ تو آزاد ہے اور پھر کہا کہ تو فارغ ہے تو فارغ کو آزاد کی خبر بنانا ممکن ہے کیونکہ جو نکاح سے آزاد ہے وہ نکاح سے فارغ بھی ہے۔ ہاں اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو مثلاً شوہر نے کہا تو فارغ ہے اور پھر کچھ دیر بعد کہا تو دوسری مرتبہ فارغ ہے تو چونکہ دوسری طلاق کو پہلی کی خبر بنانا ممکن نہیں ہے لہٰذا دوسری طلاق واقع ہو جائے گی۔(36)

5: طلاق بائن خواہ لفظ کنایہ سے ہو یا خلع سے دی ہو پھر عدت ہی میں بائن صریح مثلاً مال کے عوض طلاق

32- (قوله الصريح يلحق الصريح) كما لوقال لها انت طالق ثم قال انت طالق او طلقها على مال وقع الثانى بحر فلا فرق فى الصريح الثانى بين كون الواقع به رجعيا او بائنا

33- (والبائن يلحق الصريح كا البائن)

34- (قوله و يلحق البائن) كما لو قال لها انت بائن او خالعها على مال ثم قال انت طالق او هذا طالق بحر عن البزازية. ثم قال واذا لحق الصريح البائن كان بائنا لان البينونة السابقة عليه تمنع الرجعة ..... اما الكناية الرواجع كاعتدى و استبرئى رحمك و انت واحدة و ما الحق بها فانها وان كانت تلحق البائن فى ظاهر الرواية بشرط النية لكنها لما وقع بها الرجعى كانت فى معنى الصريح كما فى البدائع اى فهى ملحقة بالصريح فى حكم اللحاق بالبائن. (رد المحتار ص 508,509 ج 2)

35- (قوله فمنه.....) اى اذا عرفت ان قوله الصريح يلحق والبائن المراد بالصريح فيه ماذكر ظهران منه الطلاق الثلاث فيلحقهما اى يلحق الصريح والبائن فاذا بان امراته ثم طلقها ثلاثا فى العدة وقع وهى واقعة حلب قال فى فتح القدير الحق انه يلحقها لما سمعت من ان الصريح وان كان بائنا يلحق البائن ومن ان المراد بالبائن الذى لا يلحق هو ما كان كناية..... (ردالمحتار ص 509 ج 2)

36- لا يلحق البائن البائن اذا امكن جعله اخبارا عن الاول كانت بائن بائن او ابنتك بتطليقة فلا يقع لانه اخبار فلا ضرورة فى جعله انشاء بخلاف ابنتك باخرى او انت طالق بائن او قال نويت البينونة الكبرى لتعذر حمله على الاخبار فيجعل انشاء (در مختار ص 511,512 ج 2)

دی تو دوسری طلاق بھی واقع ہو جائے گی البتہ اس صورت میں عورت کے ذمہ مال نہیں آئے گا کیونکہ مال اس وجہ سے آتا ہے کہ عورت کو فوری خلاصی مل جائے جو کہ اس کو طلاق بائن سے پہلے ہی حاصل ہو چکی ہے۔(37)

رخصتی سے قبل طلاق کا بیان(38)

مسئلہ: ابھی رخصتی نہ ہونے پائی تھی کہ شوہر نے طلاق دے دی یا رخصتی تو ہو گئی لیکن خلوت صحیحہ سے پہلے ہی شوہر نے طلاق دیدی تو طلاق بائن پڑی چاہے صریح لفظوں میں طلاق دی ہو یا کنایہ لفظوں میں۔ اور ایسی عورت کے لیے طلاق کی عدت بھی کچھ نہیں ہے۔ طلاق ملنے کے فوراً بعد دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔

مسئلہ: شوہر نے ایسی عورت کو کہا تجھ کو طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو طلاق کے پہلے لفظ سے عورت پر طلاق بائن پڑ جاتی ہے اور چونکہ ایسی عورت کے لیے طلاق کی عدت بھی نہیں ہوتی اس لیے اجنبی ہو جاتے کی وجہ سے طلاق کے باقی دو لفظ لغو ہوئے۔

مسئلہ: البتہ اگر شوہر پہلی ہی دفعہ یوں کہدے کہ تجھ کو دو طلاق یا تجھ کو تین طلاق تو جتنی دی ہیں سب پڑ گئیں۔

مسئلہ: اگر شوہر نے خلوت صحیحہ کے بعد لیکن صحبت سے پیشتر طلاق دی تو وہ طلاق بائن ہوئی۔ خلوت صحیحہ کی وجہ سے عدت آئے گی۔ اس عدت میں مزید طلاق دی تو وہ بھی واقع ہو جائے گی۔

---

(37) (قوله لا يلحق البائن البائن) المراد بالبائن الذى لايلحق هوما كان بلفظ الكناية لانه هو الذى ليس ظاهرا فى انشاء الطلاق و قيد بقوله الذى لا يلحق اشارة الى ان البائن الموقع اولا اعم من كونه بلفظ الكناية او بلفظ الصريح المفيد للبينونة كالطلاق على مال فيكون المراد بالصريح فى الجملة الثانية اعنى قولهم والبائن يلحق الصريح لا البائن هو الصريح الرجعى فقط دون الصريح البائن(ردالمحتار ص 510 ج 2)

رجل طلق امرأته على جعل بعد الخلع فى العدة وقع الطلاق و لم يجب المال اما وقوع الطلاق فلانه صريح فيلحق (عالمگيرى ص 377 ج 1)

(قوله ولا يلزم المال) اى اذا ابانها ثم طلقها فى العدة على مال وقع الثانى ايضا ولا يلزمها المال لان اعطاء ه لتحصيل الخلاص المخبر وانه حاصل.(رد المحتار ص 509 ج 2)

38- قال لزوجته غير المدخول بها انت طالق ثلاثا و قعن وان فرق بانت بالاولى لا الى عدة و لذا لم تقع لثانية (تنوير الابصار و در مختار. ص 494. 492 ج 2)

باب: 17

تین طلاقوں کا بیان

مسئلہ: اگر کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ عورت اس مرد کے لئے حرام ہوگئی۔ نکاح ٹوٹ گیا اور اس عورت کو بیوی کی طرح اس مرد کے پاس رہنا حرام ہے۔

مسئلہ: تین طلاقیں ایک دم سے دے دیں جیسے یوں کہہ دیا کہ تجھ کو تین طلاق یا یوں کہا کہ تجھ کو طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے یا الگ الگ کر کے تین طلاقیں دیں جیسے ایک آج دی ایک کل اور ایک پرسوں یا ایک اس مہینے میں ایک دوسرے مہینے میں ایک تیسرے مہینے میں یعنی عدت کے اندر اندر تینوں طلاقیں دیں تو سب کا ایک حکم ہے۔(1)

ایک یا دو طلاقوں کے بعد رجوع ہوسکتا ہے تین کے بعد نہیں

مسئلہ: صاف صاف لفظوں میں طلاق دے کر پھر روک رکھنے کا اختیار اس وقت تک ہوتا ہے جب تین طلاقیں نہ دے فقط ایک یا دو دے۔ جب تین طلاقیں دے دیں تو اب کچھ نہیں ہوسکتا۔

طلاق کا لفظ ایک دفعہ کہا اور نیت تین کی کی تو ایک طلاق ہوگی۔

مسئلہ: شوہر نے بیوی کو کہا کہ تجھے طلاق ہے اور ساتھ ہی تین انگلیوں سے اشارہ کیا اور تین طلاق کی نیت کی تو صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔ لیکن اگر شوہر نے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ تجھے اس طرح سے طلاق ہے تو تین طلاق ہو جائیں گی۔(2)

اگر مرد تین طلاقیں دے کر مکر جائے۔

عورت نے شوہر کو خود تین طلاقیں دیتے سنا۔ بعد میں شوہر مکر جائے اور عورت کے پاس گواہ بھی نہ ہوں

1- رجل قال لا مرأته انت طالق و طالق و طالق و لم يعلقه بالشرط ان كانت مدخولة طلقت ثلاثا. (عالمگیری ص 355 ج 1) فالذی يعود الى العدد ان يطلقها ثلاثا في طهر واحد بكلمة واحدة او بكلمات متفرقة. (عالمگیری ص 349 ج 1)

2- قال انت طالق و اشار بثلاث اصابع و نوى الثلاث ولم يذكر بلسانه فانها تطلق واحدة. (ردالمحتار ص 486 ج 2)

تو عورت اگر سچی ہو تو وہ شوہر کے ساتھ نہ رہے بلکہ اگر ہو سکے تو شوہر کو کچھ مال دے کر اس سے خلاصی حاصل کر لے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو یا شوہر نہ مانے تو اس کے پاس سے بھاگ جائے۔ اور موجودہ عدالت سے کسی طرح سے خلع حاصل کر لے جو اگرچہ شرعاً معتبر نہیں لیکن اس سے عورت کے لئے شوہر سے علیحدگی ممکن ہو گی اور مفتی کو بھی خاوند کی طرف سے کسی زیادتی سے تحفظ رہے گا۔ اور اس کے بعد چاہے تو کسی سے دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ اگر شوہر اپنے ساتھ رہنے اور صحبت وغیرہ کرنے پر مجبور کرے تو شوہر کو مار سکتی ہے لیکن زہر کھلا کر تاکہ قصاص نہ آئے۔ عورت اپنے آپ کو قتل نہ کرے (3) شامی

شک ہو کہ دو طلاق دی ہیں یا تین

زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی مگر یہ یاد نہیں کہ تین طلاق دیں یا دو اور کسی جانب رجحان بھی نہیں۔ اس صورت میں دو طلاق شمار ہوں گی۔ اگر عورت کو بھی دو اور تین میں شک ہو تب بھی دو شمار ہوں گی لیکن اگر عورت کو یقین ہے کہ مرد نے تین طلاقیں دی تھیں تو اس کو شوہر کے پاس رہنا جائز نہیں۔ (4)

تین طلاقوں کے بعد اگر عورت اسی شوہر کے پاس رہنا چاہے تو حلالہ ضروری ہے

تین طلاقوں کے بعد اگر پھر اسی مرد کے ساتھ رہنا چاہے اور نکاح کرنا چاہے تو اس کی فقط ایک صورت ہے وہ یہ کہ پہلے کسی اور مرد سے نکاح کر کے ہم بستر ہو پھر جب وہ دوسرا مرد مر جائے یا طلاق دے دے تو عدت پوری کر کے پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے۔ اس کو حلالہ یعنی عورت کا اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہونا کہتے ہیں۔ دوسرا خاوند کئے بغیر پہلے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی۔ اگر دوسرا خاوند تو کیا لیکن ابھی وہ صحبت بھی نہ کرنے پایا تھا کہ مر گیا یا صحبت کرنے سے پہلے ہی طلاق دے دی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ پہلے مرد سے جب ہی نکاح ہو سکتا ہے کہ دوسرے مرد نے صحبت بھی کی ہو اگرچہ اس میں انزال شرط نہیں ہے۔ اس کے بغیر پہلے مرد سے نکاح درست نہیں۔ (5)

مسئلہ: اگر دوسرے مرد سے نکاح کے ایجاب وقبول کے درمیان یہ شرط ٹھہرائی کہ وہ صحبت کر کے عورت کو چھوڑ دے گا تو اس اقرار لینے کا اعتبار نہیں۔ اس کو اختیار ہے چاہے چھوڑے یا نہ چھوڑے اور جب جی

3- امرأة سمعت من زوجها انه طلقها ثلاثا ولا تقدر ان تمنع نفسها منه هل يسعها ان تقتله قال لها ان تقتله فی الوقت الذی یرید ان یقربها ولا تقدر علی منعه الا بالقتل...... وینبغی لها ان تفتدی بمالها او تهرب منه فان لم تقدر علی ذلک قتلته متی علمت انه یقربها لکن ینبغی ان تقتله بالدواء ولیس لها ان تقتل نفسها. (عالمگیری ص 475 ج 1).

4- رجل حلف ...لاق و شک الرجل انه طلق واحدة او ثلاثا فهی واحدة حتی یستبین اویکون اکثر ظنه علی خلافه. (خلاصة الفتاوی ص 120 ج 2) (امداد الاحکام: ص 657 تا 675 ج 2).

5- وان کان الطلاق ثلاثا فی الحرة...... لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره نکاحا صحیحا ویدخل بها ثم یطلقها او یموت عنها...... ویشترط ان یکون الایلاج موجبا للغسل وهو التقاء الختانین...... اما الانزال فلیس بشرط للاحلال. (عالمگیری ص 473 ج 1)

چاہے چھوڑے اور نکاح کے ایجاب وقبول میں یہ شرط کر کے نکاح کرنا بہت گناہ ہے۔اس طرح ایسے نکاح پر دوسرے مرد کا اجرت لینا بھی حرام ہے۔لیکن نکاح ہو جاتا ہے۔ سو اگر اس نکاح کے بعد دوسرے خاوند نے صحبت کر کے طلاق دے دی یا مر گیا تو عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی۔(6)

مسئلہ: اگر دوسرا مرد نہ تو ایجاب وقبول میں چھوڑنے کی شرط کرے اور نہ ہی اجرت طلب کرے اور محض پہلے میاں بیوی کے بچوں کی مجبوری کی وجہ سے یا اور کسی مجبوری کی وجہ سے کہ جس کا تدارک بڑا دشوار ہو عورت سے نکاح کر کے اور صحبت کرنے کے بعد پھر طلاق دیدے تو اس کی گنجائش ہے۔لیکن بلا مجبوری کے ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔(7)

مسئلہ: پاکستان کے عائلی قوانین کے تحت طلاق کا نوٹس بھیجنے کے بعد نوے دن کے اندر زوجین کے درمیان مصالحت ہو جانے پر طلاق اگر چہ تین ہی دی ہوں کالعدم قرار پاتی ہیں۔شریعت کے نزدیک یہ بات باطل ہے۔دی ہوئی طلاق کالعدم نہیں ہوتی۔

مسئلہ: تین طلاقوں کا کوئی کفارہ نہیں ہوتا۔

مسئلہ: طلاقنامہ میں اکٹھی تین طلاقیں لکھنے والے وکیل اور اشٹام فروش اس سے گناہ گار ہوتے ہیں اور لاعلم شوہر کے ساتھ ظلم وزیادتی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

ایک مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں واقع ہونے کے دلائل

1: ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ کی خدمت میں آ کر کہا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں اب اس کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا کہ تیرے چچا نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے (کہ ایک ہی مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں دے دیں اور طلاق دینے کے بہتر طریقوں کو چھوڑ دیا کہ یا تو صرف ایک طلاق دے کر چھوڑ دیتا یا ہر ماہ میں ایک طلاق دیتا) اور اب اس کی کوئی صورت نہیں بن سکتی۔(ابن ابی شیبہ)

2: ایک شخص نے حضرت ابن عباس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سوال کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔حضرت ابن عباس ﷺ نے اس پر سکوت اختیار کیا۔(ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ) ہم نے خیال کیا کہ شاید وہ اس عورت کو واپس اسے دلانا چاہتے ہیں۔مگر حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا کہ تم خود حماقت کا ارتکاب کرتے ہو اور پھر کہتے ہو اے ابن عباس اے ابن عباس! بات یہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے نہ ڈرے تو اس کے لیے کوئی راہ نہیں نکل سکتی۔ جب تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے (کہ طلاق دینے

6,7- وکره التزوج للثانی تحریما لحدیث لعن المحلل و المحلل له بشرط التحلیل کتزوجتک علی ان احللک و ان حلت للاول لصحة النکاح و بطلان الشرط...... اما اذا اضمرا ذلک لایکره و کان الرجل ماجورا القصد الاصلاح و تاویل اللعن اذا شرط الاجر. (درمختار ص 586,587 ج 2)

کے پسندیدہ طریقے کو چھوڑ کر طلاق دینے کا غیر پسندیدہ طریقہ اختیار کیا) تو اب تمہارے لیے کوئی گنجائش ہی نہیں۔تمہاری بیوی اب تم سے بالکل جدا ہوگئی۔(ابوداؤد)

3: حضرت ابو ہریرہ ؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ، حضرت علی ؓ، حضرت حسن ؓ، حضرت عمر ؓ سے بھی ایسا ہی فیصلہ منقول ہے۔

4: حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے تھے کہ اگر تم نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں تو بے شک رسول اللہ ﷺ نے (اس صورت میں) مجھے رجوع کرنے کا حکم دیا تھا اور اگر تم نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں تو یقیناً وہ تم پر حرام ہوگئی جب تک کہ وہ تمہارے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے۔ اور اسی طرح تم نے اپنی بیوی کو طلاق دینے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی بھی کی ہے۔(بخاری)

غرض اس بات پر تمام صحابہ ؓ کا اجماع واتفاق ہے کہ اگر شوہر ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دے یا یوں کہدے کہ تجھے تین طلاق تو تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

ضروری وضاحت

1: حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر ؓ کے عہد اور حضرت عمر ؓ کے ایام خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہی ہوتی تھیں۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ لوگوں نے اپنے معاملہ میں جلد بازی سے کام لیا۔ حالانکہ ان کو سوچنے اور سمجھنے کا وقت حاصل تھا۔ ہم کیوں نہ ان کو ان پر نافذ کردیں۔ تو حضرت عمر ؓ نے ان پر تین ہی نافذ کردیں۔(مسلم)

اس روایت سے یہ خیال کرنا کہ ایک مجلس میں دی گئی طلاقوں کے شرعی حکم کو حضرت عمر ؓ نے بدل ڈالا بڑی غلطی ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس عہد میں عموماً ایک وقت میں بجائے تین طلاقوں کے صرف ایک طلاق دی جاتی تھی۔ اسی مجلس میں اگر کوئی دوسری یا تیسری بار کہتا تو وہ محض تاکید کی غرض سے کہتا تھا۔ عدالت نیتوں سے بحث نہیں کرتی لہٰذا عدالتی ضابطہ کے مطابق کسی کی بات کہ میری نیت یہ تھی یا نہیں تھی قابل تسلیم نہیں ہوتی۔ لیکن صحابہ ؓ چونکہ غیر معمولی سچے تھے اس لیے عدالتی ضابطہ کو معطل کر کے ان کی بات کو مان لیا جاتا تھا۔ لیکن بعد میں جب اسلام پھیلا اور بہت سے لوگ مسلمان ہوئے لیکن وہ صحابہ ؓ کی طرح کے محتاط نہیں تھے اور ان میں بیک وقت تین طلاق دینے کا رواج بکثرت ہوگیا اور ان کی حالت کے پیش نظر ان کے تاکید کے دعویٰ کو بلاشک وشبہ تسلیم کرنا مشکل تھا۔ پہلے صحابہ ؓ جیسے محتاط لوگوں سے کبھی ایسا ہو جاتا تھا تو ان کے دعویٰ کو تسلیم کرلیا جاتا تھا لیکن اب حالات کے تغیر سے حضرت عمر ؓ نے شریعت کے عدالتی ضابطہ کو سامنے رکھ کر حکم دیا کہ ہم کو لوگوں کی نیت تک رسائی ممکن نہیں لہٰذا ہم نیت کا اعتبار نہیں کریں گے اور اگر کوئی تین دفعہ طلاق کا لفظ کہے گا تو ہم تین ہی شمار کریں گے۔

2: اسلام سے پہلے دستور تھا کہ دس بیس جتنی بار چاہتے بیوی کو طلاق دیتے اور رجوع کر لیتے اور اس طرح سے بعض لوگ عورتوں کو بہت ستاتے۔ اس پر یہ آیت اتری اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمۡسَاکٌ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌ بِاِحۡسَانٍ...... فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡ بَعۡدُ حَتّٰی تَنۡکِحَ زَوۡجًا غَیۡرَهٗ (سورہ بقرہ: 229) یعنی طلاق رجعی دو بار تک ہے۔ اس کے بعد عورت کو روک رکھنا ہے دستور کے موافق یا چھوڑ دینا ہے بھلے طریقے سے...... پھر اگر اس عورت کو طلاق دی یعنی تیسری بار تو اب وہ عورت شوہر کے لیے حلال نہیں جب تک وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔

اس آیت سے استدلال کرنا کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دی جائیں تو واقع نہیں ہوتیں یا صرف ایک واقع ہوتی ہے صحیح نہیں کیونکہ اس آیت میں اس مضمون سے سرے سے بحث ہی نہیں ہے۔

باب:18

کسی شرط پر طلاق دینے کا بیان

نکاح کے ساتھ مشروط طلاق

مسئلہ: نکاح کرنے سے پہلے کسی عورت کو کہا اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھ کو طلاق ہے تو جب اس عورت سے نکاح کرے گا تو نکاح کرتے ہی طلاق بائن پڑ جائے گی۔ بائن اس لیے کہ یہ طلاق رخصتی سے پہلے واقع ہو رہی ہے۔ اب اس سے دوبارہ نکاح کئے بغیر اس کو نہیں رکھ سکتا اور اگر یوں کہا ہو کہ اگر تجھ سے نکاح کروں تو تجھ پر دو طلاق تو دو طلاق بائن پڑ گئیں اور اگر تین طلاق کا کہا تو تینوں پڑ گئیں اور اب طلاق مغلظ ہو گئی۔(1)

مسئلہ: نکاح ہوتے ہی جب عورت پر طلاق پڑ گئی اور شوہر نے اسی عورت سے پھر نکاح کر لیا تو اب دوسرا نکاح کرنے سے طلاق نہ پڑے گی۔ ہاں اگر یوں کہا ہو کہ جتنی دفعہ تجھ سے نکاح کروں ہر مرتبہ تجھ کو طلاق ہے تو جب نکاح کرے گا ہر دفعہ طلاق پڑ جائے گی۔ اب اس عورت کو رکھنے کی کوئی صورت نہیں۔ دوسرا خاوند کر کے اگر اس مرد سے نکاح کرے گی تب بھی طلاق پڑ جائے گی۔(2)

مسئلہ: کسی نے کہا جس عورت سے نکاح کروں اس کو طلاق تو جس عورت سے نکاح کرے گا اس پر طلاق پڑ جائے گی۔ البتہ طلاق پڑنے کے بعد اگر پھر اسی عورت سے نکاح کر لیا تو طلاق نہیں پڑے گی۔(3)

مسئلہ: کسی نے کہا جب بھی میں کسی عورت سے نکاح کروں تو اس کو تین طلاق تو جس عورت سے نکاح کرے گا اس کو تین طلاق پڑ جائیں گی۔

1- اذا اضاف الطلاق الی النکاح وقع عقیب النکاح مثل ان یقول لا مرأة ان تزوجتک فانت طالق او کل امرأة اتزوجها فهی طالق (هدایه) ان تزوجت امرأة فهی طالق ثلاثا...... فتزوجها فبانت بثلاث ردالمحتار ص 543 ج 2)

2- و فیها (ای الفاظ الشرط) کلها تنحل ای تبطل الیمین ببطلان التعلیق اذا وجد الشرط مرة الا فی کلما فانه ینحل بعد الثلاث لاقتضائها عموم الافعال...... فلا یقع ان نکحها بعد زوج آخر الا اذا دخلت کلما علی التزویج نحو کلما تزوجت فانت کذا لدخولها علی سبب الملک و هو غیر متناه (درمختار ص 542,543 ج 2)

3- کل امرأة اتزوجها فهی طالق فتزوج نسوة طلقن ولو تزوج امرأة واحدة مرارا لم تطلق الا مرة واحدة (عالمگیری ص415 ج1)

تنبیہ: ایسے شخص کے لیے کوئی عورت اپنے نکاح میں لانے کی یہ صورت ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا شخص اس کا نکاح کر دے۔ پھر جب اس کو نکاح کی خبر پہنچے تو زبان سے اجازت نہ دے ورنہ تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی بلکہ خبر سن کر بالکل خاموش رہے۔ البتہ تحریری اجازت دیدے یا کل مہر یا اس کا کچھ حصہ بیوی کی طرف بھیج دے۔ تحریری اجازت یا مہر بھیجنے سے قبل اگر کوئی اس کو نکاح کی مبارکباد دے تو اس کو یوں کہے کہ میں ابھی اس پر غور کر رہا ہوں خاموش بھی نہ رہے کیونکہ ایسے موقع پر خاموشی اجازت کے حکم میں ہے۔(4)

مسئلہ: کسی نے یوں کہا جس دن تجھ سے نکاح کروں تجھ کو طلاق پھر رات کے وقت نکاح کیا تب بھی طلاق پڑ گئی کیونکہ بول چال میں اس کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت تجھ سے نکاح کروں تجھ کو طلاق۔(5)

دیگر کاموں کے ساتھ مشروط طلاق

مسئلہ: اگر اپنی بیوی سے کہا اگر تو فلانا کام کرے تو تجھ کو طلاق' اگر تو میرے پاس سے جائے تو تجھ کو طلاق۔ اگر تو اس گھر میں جائے تو تجھ کو طلاق یا کسی اور بات کے ہونے پر طلاق دی تو جب وہ کام کرے گی تب طلاق پڑ جائے گی اگر نہ کرے گی تو نہ پڑے گی اور طلاق رجعی پڑے گی جس میں بغیر نکاح بھی روک رکھنے کا اختیار ہوتا ہے۔ البتہ اگر کوئی کنایہ لفظ کہا ہو جیسے یوں کہے اگر فلانا کام کرے تو مجھ کو تجھ سے کچھ واسطہ نہیں تو جب وہ کام کرے گی تب طلاق بائن پڑے گی بشرطیکہ مرد نے اس لفظ کے کہتے وقت طلاق کی نیت کی ہو۔(6)

مسئلہ: یوں کہا اگر فلانا کام کرے تو تجھ کو دو طلاق یا تین طلاق تو جتنی طلاق کہیں اتنی پڑیں گی۔

تنبیہ: شوہر نے بیوی کو یوں کہا کہ اگر تو فلاں سے (مثلاً اپنے باپ سے) ملی تو تجھے تین طلاقیں ہیں۔ بعد میں شوہر پشیمان ہے اور بیوی کے لیے اپنے باپ سے ملے بغیر بھی چارہ نہیں تو اس سے خلاصی کی صورت یہ ہے کہ شوہر بیوی کو ایک طلاق جو کہ بہتر ہے کہ بائنہ ہو دیدے (مثلاً یوں کہدے کہ تجھے ایک طلاق بائن ہے) اس کے بعد عورت طلاق کی عدت گزارے۔ جب عدت مکمل ہو جائے اس وقت اپنے باپ سے مل لے۔ اس کے بعد دونوں باہمی رضامندی سے نکاح کرلیں۔ نکاح کے بعد عورت اپنے باپ سے ملے گی تو مزید طلاق نہ پڑے گی۔(7)

مسئلہ: اپنی بیوی سے کہا اگر تو اس گھر میں جائے گی تو تجھ کو طلاق اور وہ چلی گئی اور طلاق پڑ گئی۔ پھر

4- احسن الفتاوی ص 176 ج 5. اذا قال کل امرأة اتزوجها فهي طالق فزوجه فضولي و اجاز بالفعل بان ساق المهر و نحوه لا تطلق بخلاف ما اذا و کل به لانتقال العبارة اليه. (عالمگیری ص 419 ج 1)

5- من قال لامرأة یوم اتزوجک فانت طالق فتزوجها ليلا طلقت. (هدايه)

6- اذا اضافه الى شرط وقع عقيب الشرط مثل ان يقول لا مرأته ان دخلت الدارفانت طالق (هدايه)

7- تنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن ان وجد في الملک طلقت...... والا لا فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار ان يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها. (درمختار 544,545 ج 2)

عدت کے اندر اندر شوہر نے رجوع کر لیا۔ یا عدت گزر گئی تھی دوبارہ نکاح کر لیا تو اب دوبارہ گھر جانے سے طلاق نہ پڑے گی۔

البتہ اگر یوں کہا جتنی مرتبہ اس گھر میں جائے ہر مرتبہ تجھ کو طلاق یا یوں کہا ہو جب بھی تو گھر میں جائے ہر مرتبہ تجھ کو طلاق تو اس صورت میں عدت کے اندر روک لینے یا عدت کے بعد دوبارہ نکاح کر لینے کے بعد دوسری مرتبہ گھر میں جانے سے دوسری طلاق ہو جائے گی۔ پھر عدت کے اندر یا تیسرے نکاح کے بعد اگر تیسری دفعہ گھر میں جائے گی تو تیسری طلاق پڑ جائے گی۔ اب تین طلاق کے بعد اس سے نکاح درست نہیں۔ البتہ اگر دوسرا خاوند کر کے پھر اسی مرد سے نکاح کرے تو اب گھر میں جانے سے طلاق نہ پڑے گی۔(8)

مسئلہ: کسی نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو فلاں کام کرے تو تجھ کو طلاق۔ ابھی اس نے وہ کام نہیں کیا تھا کہ اس نے اپنی طرف سے ایک اور طلاق دیدی اور چھوڑ دیا اور عدت کے بعد پھر اسی عورت سے نکاح کر لیا اور اس نکاح کے بعد اب اس عورت نے وہی کام کیا تو پھر طلاق پڑ گئی۔ البتہ اگر طلاق پانے اور عدت گزر جانے کے بعد اس نکاح سے پہلے اس نے وہی کام کر لیا ہو تو اب اس نکاح کے بعد اس کام کے کرنے سے طلاق نہ پڑے گی اور اگر طلاق پانے کے بعد عدت کے اندر اس نے وہی کام کیا تب بھی دوسری طلاق پڑ گئی۔(9)

مسئلہ: اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو روزہ رکھے تو تجھ کو طلاق تو روزہ رکھتے ہی فوراً طلاق پڑ گئی۔ البتہ اگر یوں کہا اگر تو ایک روزہ رکھے یا دن بھر کا روزہ رکھے تو تجھے طلاق تو روزہ کے ختم پر طلاق پڑے گی اگر روزہ توڑ ڈالے تو طلاق نہ پڑے گی۔(10)

مسئلہ: کسی نے اپنی بیوی کو کہا اگر تجھ کو حیض آئے تو تجھ کو طلاق۔ اس کے بعد عورت نے خون دیکھا تو ابھی سے طلاق کا حکم نہ لگائیں گے بلکہ جب پورے تین دن رات خون آتا رہے تو تین دن تین رات کے بعد یہ حکم لگائیں گے کہ جس وقت سے خون آنا شروع ہوا تھا اسی وقت سے طلاق پڑ گئی تھی۔ اور اگر یوں کہا ہو جب تجھ کو ایک حیض آئے تو تجھ کو طلاق تو حیض کے ختم ہونے پر طلاق پڑے گی۔(11)

8- ففی هذه الالفاظ اذا وجد الشرط انحلت و انتهت الیمین لانها غیر مقتضیة للعموم والتکرار لغة فبوجود الفعل مرة یتم الشرط ولا بقاء للیمین بدونه الا فی کلمة کلما فانها تقتضی تعمیم الافعال...... ومن ضرورة التعمیم التکرار فان تزوجها بعد زوج آخر و تکرر الشرط لم یقع شیء. (هدایه)

9- التعلیق یبطل بزوال المحل لا بزوال الملک فلوعلق الثلاث او ما دونها بدخول الدار ثم نجز الثلاث ثم نکحها بعد التحلیل بطل التعلیق فلا یقع بدخو لها شی ولو کان نجز ما دونها لم یبطل فیقع المعلق کله. (در مختار)

10- و فی ان صمت یوما فانت طالق تطلق حین غربت الشمس من یوم صومها بخلاف ان صمت فانه یصدق بساعته. (درمختار ص 549 ج 2)

11- و فی ان حضت لا یقع برویة الدم لاحتمال الاستحاضة فان استمر ثلاثا وقع من حین رأت...... و فی ان حضت حیضة...... لایقع حتی تطهر منها لان الحیضة اسم للکامل. (درمختار ص 548,549 ج 2)

مسئلہ: شوہر نے بیوی سے کہا کہ اگر تم چاہتی ہو تو تمہیں طلاق ہے۔ عورت اگر فوری طور پر کہے کہ ہاں میں چاہتی ہوں تو طلاق ہو جائے گی۔ اور اگر وہ خاموش رہے یا کسی اور بات میں لگ جائے یا کہے کہ میں طلاق نہیں چاہتی یا یوں کہے کہ اگر تم چاہو یا میرا باپ چاہے تو میں چاہتی ہوں تو طلاق نہیں ہوگی کیونکہ عورت نے بات کو بدل دیا ہے۔ (12)

جب شرط میں فوری فعل مراد ہو دائمی نہیں

مسئلہ: عورت نے گھر سے باہر جانے کا ارادہ کیا مرد نے کہا ابھی مت جاؤ۔ عورت نہ مانی اس پر مرد نے کہا اگر تو باہر جائے تو تجھ کو طلاق تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ابھی باہر جائے گی تو طلاق پڑے گی اور اگر ابھی نہ گئی کسی اور دن گئی تو طلاق نہ پڑے گی کیونکہ اس کا مطلب یہی تھا کہ ابھی نہ جاؤ بعد میں جانا۔ یہ مطلب نہیں کہ عمر بھر نہ جانا۔ (13)

اگر مشروط طلاق کو بار بار کہا جائے

اگر شوہر مشروط طلاق کو بار بار کہے مثلاً یوں کہے کہ اگر تو فلاں جگہ گئی تو تجھے طلاق، اگر تو فلاں جگہ گئی تو تجھے طلاق، اگر تو فلاں جگہ گئی تو تجھے طلاق۔ تو چونکہ تین مرتبہ کہا ہے لہٰذا اگر عورت فلاں جگہ چلی جائے تو ایک دفعہ جانے سے ہی اس کو تین طلاقیں ہو جائیں گی اور اگر دو دفعہ کہا ہو تو دو طلاقیں ہو جائیں گی۔ البتہ اگر شوہر کہے کہ میری نیت تاکید کرنے کی اور زور دینے کی تھی تو دیانت کے اعتبار سے اس کی بات تسلیم کی جائے گی۔ (14)

طلاق کو دو یا تین کاموں کے ساتھ مشروط کرنا

دو یا تین کاموں کے ساتھ طلاق کو مشروط کیا جائے تو مندرجہ ذیل صورتوں میں طلاق اس وقت واقع ہو گی جب دونوں کام پائے جائیں۔

i- دونوں شرطوں کے درمیان حرف عطف ہو اور جزا کا ذکر آخر میں ہو مثلاً اگر تو زید کے گھر میں گئی اور اگر تو بکر کے گھر میں گئی تو تجھے طلاق تو طلاق اس وقت ہو گی جب عورت دونوں گھروں میں جائے۔ محض ایک کے گھر

12- ولو قال لها انت طالق ان شئت فقالت شئت يقع و يختص بالمجلس...... ولو قال لها انت طالق ان شئت فقالت شئت ان شئت فقال الزوج شئت ينوى الطلاق بطل الامر حتى لوقال شئت طلاقک يقع اذا نوى...... و عن هذا قلنا اذا قالت شئت ان شاء ابى كان ذلک باطلا (عالمگیری ص 404 ج 1)

13- شرط للحنث في قوله ان خرجت فانت طالق...... لمريد الخروج...... فعله فورا لان قصده المنع عن ذلک الفعل عرفا و مدار الايمان عليه. (در مختار ص 392 ج 2)

14- لو قال ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق وقع الثلاث. (درمختار ص 559 ج 2) و الظاهر انه ان نوى التاكيد يدين. (رد المحتار ص 559 ج 2)

میں جانے سے طلاق نہ ہوگی الا یہ کہ شوہر نے ایک میں جانے سے طلاق کی نیت کی ہو۔

ii- حرف عطف کو ذکر کئے بغیر صرف شرط کو مکرر ذکر کیا ہو مثلاً اگر تو نے کھایا اگر تو نے پہنا تو تجھے طلاق۔ تو یہ طلاق اس وقت ہوگی جب دونوں کام کئے ہوں اور ترتیب سے کئے ہوں یعنی پہلے کھایا ہو پھر پہنا ہو۔(15)

عورت کے شوہر کو گالی دینے یا برا بھلے کہنے پر

مثلاً عورت اپنے شوہر کو کمینہ وغیرہ کہے اور جواب میں شوہر کہے کہ اگر میں ایسا ہوں تو تجھ کو طلاق تو فوری طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ عام طور سے شوہر کا مقصد طلاق کو مشروط کرنا نہیں ہوتا بلکہ عورت کو سزا دینا ہوتا ہے۔ البتہ اگر شوہر کہے کہ اس کی نیت طلاق کو مشروط کرنے کی تھی تو اس کو جھوٹا نہ کہیں گے۔(16)

15- علق ..... الطلاق ولو الثلاث بشيئين حقيقة بتكرر الشرط اولا كان جاء زيد و بكر فانت كذا. (درمختار ص 550 ج 2) و ذلک بان عطف شرطا على آخر و اخر الجزاء نحو اذا قدم فلان و اذا قدم فلان فانت طالق فانه لا يقع حتى يقدما...... فان نوى الوقوع باحد هما صحت نيته بتقديم الجزاء على احدهما...... او بان كرر اداة الشرط بغير عطف كان اكلت ان لبست فانت طالق لا تطلق ما لم تلبس ثم تاكل ..... (رد المحتار ص 550 ج 2)

16- و من شرطه ان لا يكون الظاهر قصد المجازاة فلو سبته بنحو قرطبان و سفله فقال ان كنت كما قلت فانت طالق تنجيز سواء كان الزوج كما قالت او لم يكن لان الزوج فى الغالب لا يريد الا ايذائها بالطلاق فان اراد التعليق يدين. (رد المحتار ص 536 ج 2)

باب:19

بیمار کے طلاق دینے کا بیان

یہاں بیمار سے وہ شخص مراد ہے جو ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس سے عام طور پر موت واقع ہو جاتی ہے۔ جس شخص کو قصاص یا حد میں قتل کیا جا رہا ہو وہ بھی اسی بیمار کے حکم میں ہے۔(1)

مسئلہ: بیماری کی حالت میں کسی نے اپنی عورت کو طلاق دے دی پھر عورت کی عدت ختم نہ ہوئی تھی کہ اسی بیماری میں مر گیا تو شوہر کے مال میں سے جتنا بیوی کا حصہ ہوتا ہے اتنا اس عورت کو بھی ملے گا چاہے ایک طلاق دی ہو یا دو تین اور چاہے طلاق رجعی دی ہو یا بائن سب کا ایک حکم ہے۔ اور اگر عدت ختم ہو چکی تھی تب وہ مرا تو حصہ نہ پائے گی۔ اسی طرح اگر مرد اسی بیماری میں نہیں مرا بلکہ اس سے اچھا ہو گیا تھا پھر بیمار ہوا اور مر گیا تب بھی حصہ نہ پائے گی چاہے عدت ختم ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو۔(2)

مسئلہ: عورت نے طلاق بائن مانگی تھی اس لیے مرد نے طلاق بائن دے دی تو عورت حصہ پانے کی مستحق نہیں چاہے عدت کے اندر مرے یا عدت کے بعد دونوں کا ایک حکم ہے۔ البتہ اگر طلاق رجعی دی ہو خواہ عورت نے طلاق رجعی مانگی ہو یا طلاق بائن مانگی ہو اور عدت کے اندر شوہر مر جائے تو عورت میراث میں حصہ پائے گی۔(3)

مسئلہ: بیماری کی حالت میں عورت سے کہا کہ تو گھر سے باہر جائے تو تجھ کو بائن طلاق ہے۔ پھر عورت باہر گئی اور طلاق بائن پڑ گئی تو اس صورت میں حصہ نہ پائے گی کیونکہ اس نے خود ایسا کام کیا جس سے طلاق پڑی۔ اور اگر یوں کہا کہ اگر تو کھانا کھائے تو تجھ کو طلاق بائن ہے یا یوں کہا اگر تو نماز پڑھے تو تجھ کو طلاق بائن ہے۔ ایسی صورت میں اگر وہ عدت کے اندر مر جائے گا تو عورت کو حصہ ملے گا کیونکہ عورت کے اختیار سے

1- من غالب حالہ الهلاک بمرض او غیرہ بان اضناہ مرض عجز بہ عن اقامۃ مصالحہ خارج البیت...... او قدم لیقتل من قصاص او رجم. (در مختار ص 564,565 ج 2)

2- اذا طلق الرجل امرأتہ فی مرض موتہ طلاقا بائنا فمات وهی فی العدة ورثتہ وان مات بعد انقضاء العدة فلا میراث لها (هدایة) ولو انقضت عدتها ثم مات لم ترث و اذا طلقها بائنا فی مرض ثم صح ثم مات لا ترث. (عالمگیری)

3- وان طلقها ثلاثا بامرها او قال لها اختارت نفسها او اختلعت منہ ثم مات وهی فی العدة لم ترثہ. و ان قالت طلقنی للرجعة فطلقها ثلاثا ورثتہ. (عالمگیری)

طلاق نہیں پڑی اس لیے کہ کھانا کھانا اور نماز پڑھنا تو ضروری ہے۔(4)

مسئلہ: کسی تندرست آدمی نے کہا کہ جب تو گھر سے باہر نکلے تو تجھ کو طلاق بائن ہے۔ پھر جس وقت وہ گھر سے باہر نکلی اس وقت وہ بیمار تھا اور اسی بیماری میں عدت کے اندر مر گیا تب بھی حصہ نہ پائے گی۔(5)

مسئلہ: تندرستی کے زمانہ میں کہا جب تیرا باپ پردیس سے آئے تو تجھ کو طلاق بائن ہے۔ جب وہ پردیس سے آیا اس وقت شوہر بیمار تھا اور اسی بیماری میں مر گیا تو حصہ نہ پائے گی اور اگر بیماری کی حالت میں یہ کہا ہو اور اسی بیماری میں عدت کے اندر مر گیا تو حصہ پائے گی۔(6)

4,5 اذا قال الرجل لا مرأته وهو صحيح اذا جاء شهر الراس او اذا دخلت الدار او اذا صلى فلان الظهر او اذا دخل فلان الدار فانت طالق فكانت هذه الاشياء والزوج مريض لم ترث و ان كان القول فى المرض ورثت الا فى قوله اذا دخلت الدار. (عالمگیری ص 465 ج 1)

6- وان علقه بفعل اجنبى يعتبر فيه وقت الحنث واليمين جميعا ان كان مريضا فى الحالين ورثت والا فلا سواء كان له منه بدا اولم يكن كما اذا قدم فلان. (عالمگیری ص 465 ج 1)

باب:20

طلاق رجعی میں رجعت کر لینے کا بیان

مسئلہ: جب کسی نے ایک طلاق رجعی یا دو طلاقیں رجعی دیں تو عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے مرد کو اختیار ہے کہ اس کو روک رکھے۔ پھر سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور عورت چاہے راضی ہو یا نہ ہو اس کو کچھ اختیار نہیں ہے اور اگر تین طلاقیں دے دیں تو اس کا حکم اوپر بیان ہو چکا اس میں یہ اختیار نہیں۔(1)

مسئلہ: جس عورت سے ابھی صحبت نہ کی ہو خواہ تنہائی ہو چکی ہو اس کو ایک طلاق دینے سے روک رکھنے کا اختیار نہیں رہتا بلکہ اس کو جو طلاق دی جائے بائن پڑتی ہے۔(2)

مسئلہ: اگر دونوں ایک جگہ تنہائی میں تو رہے لیکن مرد کہتا ہے کہ میں نے صحبت نہیں کی پھر اس اقرار کے بعد طلاق دے دی تو اب طلاق سے رجوع کرنے کا اختیار اس کو نہیں۔(3)

مسئلہ: رجعت کرنے یا روک رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو صاف صاف زبان سے کہہ دے کہ میں تجھ کو پھر رکھے لیتا ہوں تجھ کو نہ چھوڑوں گا یا یوں کہہ دے میں اپنے نکاح میں تجھ سے رجوع کرتا ہوں یا عورت سے نہیں کہا کسی اور سے کہہ دیا کہ میں نے اپنی بیوی کو پھر رکھ لیا اور طلاق سے باز آیا۔ بس اتنا کہنے سے وہ پھر اس کی بیوی ہو گئی۔(4)

مسئلہ: رجعت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ زبان سے تو کچھ نہیں کہا لیکن اس سے صحبت کر لی یا اس کا بوسہ لیا' یا جوانی کی خواہش کے ساتھ اس کو ہاتھ لگایا تو ان سب صورتوں میں وہ پھر اس کی بیوی ہو گئی' پھر سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس طرح کے فعل کے ساتھ رجعت کرنے میں کراہت تنزیہی ہے۔(5)

1,2- ھی استدامة الملک القائم بلا عوض ما دامت فی العدة ای عدة الدخول حقیقة (ای الوطء) اذ لا رجعة فی عدة الخلوة (ای ولو کان معھا لمس او نظر بشھوة ولو الی الفرج الداخل و وجھه ان الاصل فی مشروعیة العدة بعد الوطء تعرف براءة الرحم تحفظا عن اختلاط الانساب و وجبت بعد الخلوة بلا وطء احتیاطا ولیس من الاحتیاط تصحیح الرجعة فیھا). (درمختار و ردالمحتار ص 574 ج 2)

3- ادعی الوطء بعد الدخول و انکرت فله الرجعة لا فی عکسه. (در مختار ص 574 ج 2)

4,5,6- ھی استدامة الملک...... بنحو...... راجعتک ورددتک و مسکتک بلا نیة لانه صریح و بالفعل مع الکراھة بکل

مسئلہ: رجعت کی نیت نہ تھی لیکن زبان سے ویسے ہی کہہ دیا کہ میں نے بیوی کو اپنے نکاح میں باقی رکھا تو اس سے بھی رجعت ہوگئی۔(6)

مسئلہ: جب عورت کو روک رکھنا منظور ہو تو بہتر ہے کہ کم از کم دو مردوں کو یا ایک مرد دو عورتوں کو گواہ بنا لے کہ شاید کبھی کچھ جھگڑا پڑے تو کوئی مکر نہ سکے۔ اگر کسی کو گواہ نہ بنایا تنہائی میں ایسا کہہ دیا تب بھی رجعت ہو جاتی ہے۔(7)

مسئلہ: اگر عورت کے سامنے رجعت نہ کی بلکہ اس سے علیحدہ ہو کر کی تو عورت کو رجعت کی خبر دینا مندوب ہے تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عدت کی مدت ختم ہونے پر وہ لاعلمی میں کسی اور سے نکاح کر لے۔(8)

مسئلہ: اگر عورت کی عدت گزر چکی تب مرد رجوع کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ اب اگر عورت منظور کرے اور راضی ہو تو پھر سے نکاح کرنا پڑے گا۔ نکاح کے بغیر نہیں رکھ سکتا۔ اگر وہ رکھے بھی تو عورت کو اس کے پاس رہنا درست نہیں۔(9)

مسئلہ: جس عورت کو ایک یا دو طلاق رجعی ملی ہوں جس میں مرد کو طلاق سے باز آنے اور رجوع کرنے کا اختیار ہوتا ہے ایسی عورت کو چاہئے کہ خوب بناؤ سنگھار کر کے رہا کرے کہ شاید مرد کا دل اس کی طرف جھک پڑے اور رجعت کر لے۔ اور اگر مرد کا قصد رجعت کرنے کا نہ ہو (بلکہ ہو تب بھی) اس کو مناسب ہے کہ جب گھر میں آئے تو کھانس کھنکار کے آئے تا کہ عورت اپنا بدن کچھ کھلا ہو تو ڈھک لے اور کسی بے موقع جگہ نگاہ نہ پڑے کیونکہ شرمگاہ کے اندرونی حصہ پر شہوت سے نظر کرنے سے رجعت ہو جاتی ہے اور چونکہ اس کا ارادہ رجعت کا نہیں ہے اس لیے اس کی احتیاط رکھی جائے کہ نگاہ بھی نہ پڑے۔(10)

مسئلہ: عورت کو معلوم ہے کہ مرد اس سے شدید بغض رکھتا ہے اور رجعت کی کچھ امید نہیں تو پھر بناؤ سنگھار نہ کرے۔(11)

مسئلہ: اگر ابھی رجعت نہ کی ہو تو اس عورت کو اپنے ساتھ سفر میں لے جانا جائز نہیں اور اس عورت کو اس کے ساتھ جانا بھی درست نہیں۔(12)

ما بوجب حرمة المصاهرة کمس. (درمختار ص 575 ج 2 قوله مع الكراهة الظاهر انها تنزيهية (رد المحتار ص 575 ج 2)

7-وندب الاشهاد بعد لين ولو بعد الرجعة بالفعل (در مختار ص 576 ج 2)

8- وندب اعلامها بها لئلا تنكح غيره بعد العدة. (در مختار ص 576 ج 2)

9- هی استدا مة الملک القائم بلا عوض ما دامت فی العدة ای عدة الدخول.

10,11- والمطلقة الرجعية تتزين...... لزوجها الحاضر لا الغائب...... اذا كانت الرجعة مرجوة والا فلا تفعل ...... لكن تكره الخلوة بها تنزيها ان لم يكن من قصده الرجعة و ندب عدم دخوله بلا اذنها عليها لتتاهب. (در مختار ص 576 ج 2)

12- ولا يخرجها من بيتها ولو لما دون السفر للنهى المطلق ما لم يشهد على رجعتها فتبطل العدة. (در مختار ص 583 ج 2)

مسئلہ: جس عورت کو ایک طلاق یا دو طلاق بائن دے دیں جس میں روک رکھنے کا اختیار نہیں ہوتا اس کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی اور مرد سے نکاح کرنا چاہے تو عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کرے عدت کے اندر نکاح درست نہیں۔ اور خود اسی طلاق دینے والے سے نکاح منظور ہو تو عدت کے اندر بھی ہو سکتا ہے۔ (13)

مسئلہ: جس عورت کو حیض آتا ہو اس کے لیے طلاق کی عدت تین حیض ہیں جب تین حیض پورے ہو چکیں تو عدت گزر چکی۔ جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب سمجھو کہ اگر تیسرا حیض پورے دس دن آیا ہے تب تو جس وقت دس دن پورے ہونے پر خون بند ہوا اسی وقت عدت ختم ہو گئی اور روک رکھنے کا جو اختیار مرد کو تھا جاتا رہا چاہے عورت نہا چکی ہو یا ابھی نہ نہائی ہو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ اور اگر تیسرا حیض دس دن سے کم آیا اور خون بند ہو گیا لیکن ابھی عورت نے غسل نہیں کیا اور نہ کوئی نماز اس کے اوپر واجب ہوئی تو اب بھی مرد کا اختیار باقی ہے۔ اب بھی اگر رجوع کرے گا تو پھر اس کی بیوی بن جائے گی۔ البتہ اگر خون بند ہونے پر اس نے غسل کر لیا یا غسل تو نہیں کیا لیکن ایک نماز کا وقت گزر گیا یعنی ایک نماز کی قضا اس کے ذمہ واجب ہو گئی۔ ان دونوں صورتوں میں مرد کا اختیار جاتا رہا۔ اب نکاح کئے بغیر نہیں رکھ سکتا۔ (14)

13- وینکح مبانته بما دون الثلاث فی العدة و بعدها بالا جماع و منع غیره فیها لا شتباه النسب(درمختار ص 582 ج 2)

14- و تنقطع الرجعة اذا طهرت من الحیض الاخیر...... لعشرة ایام مطلقا و ان لم تغتسل و لا قل لا تنقطع حتی تغتسل (در مختار ص 578 ج 2) وان انقطع لاقل من عشرة ایام لم تنقطع حتیٰ تغتسل او یمضی علیها وقت الصلوٰة (عالمگیری ص 471 ج 2)

باب 21

عورت کو تفویض طلاق

مسئلہ: شوہر کا اپنی بیوی سے کہنا کہ وہ اپنے اوپر طلاق ڈال لے یا طلاق کی نیت سے یہ کہنا کہ وہ اپنے آپ کو اختیار کر لے یا یہ کہنا کہ اس کا معاملہ اس کے ہاتھ میں اس کو تفویض طلاق کہتے ہیں۔(1)

مسئلہ: آخری دو الفاظ اگر شوہر نے غصہ کی حالت میں کہے ہوں یا طلاق کے مطالبہ پر کہے ہوں تو عدالت اس کو تفویض طلاق شمار کرے گی۔(2)

مسئلہ: جس مجلس ونشست میں شوہر نے طلاق تفویض کی ہو جب تک عورت کی وہ نشست قائم ہے وہ اپنا حق استعمال کرسکتی ہے اگرچہ وہ نشست کتنی ہی طویل ہو جائے۔(3)

مسئلہ: پانی پینے سے یا چائے پینے سے یا کوئی چھوٹی موٹی چیز منہ میں ڈالنے سے نشست نہیں بدلتی۔ نشست اسی صورت میں ختم ہوتی ہے اور بدلتی ہے جب عورت اٹھ جائے یا کسی اور کام میں لگ جائے۔(4)

مسئلہ: تفویض طلاق کے بعد شوہر کو اختیار نہیں رہتا کہ وہ اپنی بات سے پھر جائے یا عورت کو اس سے منع کردے یا اپنی بات کو فسخ کردے۔(5)

مسئلہ: شوہر نے کہا اپنے اوپر ایک طلاق ڈال لو لیکن عورت نے اکٹھی تین طلاقیں ڈال لیں تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک بھی طلاق نہ ہوگی جب کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ایک طلاق ہو جائے گی۔(6)

مسئلہ: شوہر نے کہا تو اپنے آپ پر جب چاہے طلاق ڈال لے تو عورت اسی نشست میں بھی اور اس

1- الفاظ التفویض ثلاثہ تخییر و امر بید و مشیئۃ قال لھا اختاری او امرک بیدک ینوی تفویض الطلاق لانھا کنایۃ فلا یعملان بلا نیۃ او طلقی نفسک. (درمختار ص 515 ج 2)

2- اما فی حالۃ الغضب او المذاکرۃ فلا یصدق قضاء فی انہ لم ینو الطلاق (رد المحتار ص 515 ج 2).

3- فلھا ان تطلق فی مجلس علمھا بہ مشافھۃ او اخبارا و ان طال یوما او اکثر. (درمختار ص 515 ج 2)

4- لو شربت ماءً لا یبطل خیارھا لانھا تشرب للتمکن من الخصومۃ و کذلک اذا اکلت شیئا یسیرا. (عالمگیری ص 387 ج 1) مالم تقم لتبدل مجلسھا حقیقہ او حکما بان تعمل ما یقطعہ مما یدل علی الاعراض لانہ تملیک فیتوقف علی قبولھا فی المجلس. (درمختار ص 516، 515 ج 2)

5- لیس للزوج ان یرجع فی ذلک ولا ینھاھا عما جعل الیھا و لا یفسخ. (عالگیری ص 387 ج 1)

6- لو قال لھا طلقی نفسک واحدۃ فطلقت نفسھا ثلاثا لا یقع فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ و قالا یقع. (عالمگیری ص 402 ج 1)

کے بعد بھی طلاق ڈال سکتی ہے لیکن صرف ایک مرتبہ۔(7)

مسئلہ: شوہر نے کہا جب جب تو چاہے اپنے اوپر طلاق ڈال لے تو عورت کو تین طلاقیں ڈالنے تک اختیار رہے گا۔(8)

مسئلہ: شوہر نے کہا جیسی چاہے اپنے اوپر طلاق ڈال لے تو عورت اپنے اوپر تین طلاقیں بھی ڈال سکتی ہے اور ایک یا دو بھی ڈال سکتی ہے خواہ رجعی ہوں یا بائن ہوں۔(9)

مسئلہ: اگر تفویض ایک مدت کے لئے ہو مثلاً کہا آج کے دن تجھے اپنے بارے میں اختیار ہے تو باقی دن تک اختیار ہوگا اور اگر کہا کہ اس مہینے میں اختیار ہے تو رواں مہینہ ختم ہونے تک اختیار ہوگا۔ اور اگر کہا کہ ایک مہینہ تک اختیار ہے تو کہنے کے وقت سے تیس دن تک اختیار ہوگا۔(10)

مسئلہ: شوہر تفویض طلاق اپنی بیوی کے بجائے اس کے باپ کو یا کسی اجنبی شخص کو کردے تو یہ بھی درست ہے۔(11)

مسئلہ: تفویض طلاق کسی شرط کے ساتھ مشروط ہوسکتی ہے۔ پھر اگر وہ شرط مدت سے خالی ہو مثلاً یوں کہا جب زید آئے تو تجھے اختیار ہوگا۔ زید آیا تو عورت کو اسی وقت خیار ہوگا جب اس کو اپنی اسی مجلس میں علم ہو جائے جس میں زید آیا۔(12)

مسئلہ: کوئی عورت نکاح کے وقت اپنے لئے تفویض طلاق رکھنا چاہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ نکاح نامہ میں اس کو لکھنے کے علاوہ ایجاب وقبول میں اس کو زبانی ذکر کیا جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایجاب عورت کی جانب سے ہو یعنی پہلے خود عورت کا ولی یا وکیل عقد نکاح کے وقت یوں کہے کہ میں نے مسماۃ فلاں بنت فلاں تمہارے نکاح میں اس شرط پر دی کہ اگر تم نے یہ کام کیا یا وہ کام کیا تو مسماۃ مذکور کو اسی وقت یا پھر کسی وقت اپنے اوپر ایک طلاق بائن ڈالنے کا اختیار ہوگا۔ اس کے جواب میں مرد یوں کہے کہ میں نے قبول کیا یا کہے کہ میں نے شرائط سمیت قبول کیا۔ اس پر عورت کو اختیار حاصل ہو جائے گا۔

تنبیہ: عورت جب اپنا حق استعمال کرے تو یوں کہے کہ میں اپنے حق کو استعمال کرتے ہوئے اپنے اوپر طلاق ڈالتی ہوں۔ یوں نہ کہے کہ میں شوہر کو طلاق دیتی ہوں کیونکہ اس سے طلاق نہیں ہوتی۔

7- ان قال لها طلقي نفسک متى شئت فلها ان تطلق في المجلس وبعده ولها المشيئة مرة واحدة. (عالمگیری ص 403 ج 1)

8- لو قال لها كلما شئت كان ذلک لها ابدا حتى يقع ثلاث. (عالمگیری ص 403 ج 1)

9- لو قال طلقي نفسک كيف شئت لها ان تطلق كما شاء ت بائنا او رجعيا واحدة او ثنتين او ثلاثاً و يختص بالمجلس. (عالمگیری ص 403 ج 1)

10- قال اختاري اليوم او امرک بيدک هذا الشهر خيرت في بقيتهما وان قال يوما او شهرا فمن ساعة تكلم الى مثلها من الغد والى تمام ثلاثين يوما. (در مختار ص 522 ج 2)

11- ولو قال امر امرأتي بيد فلان شهرا فهو على الشهر الذى يليه. (عالمگیری ص 396 ج 1)

12- والتفويض المعلق بشرط اما ان يكون مطلقا عن الوقت و اما ان يكون موقتا فان كان مطلقا بان قال اذا قدم فلان فامرک بيدک فقدم فلان فامرها بيدها اذا علمت في مجلسها الذى قدم فيه. (عالمگیری ص 396 ج 1)

باب:22

خلع کا بیان

اگر میاں بیوی میں کسی طرح نباہ نہ ہو سکے اور مرد طلاق بھی نہ دیتا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ کچھ مال دے کر یا اپنا مہر دے کر اپنے شوہر سے کہے کہ اتنا روپیہ لے کر مجھ سے خلع کر لے یعنی میری جان چھوڑ دے یا یوں کہے جو میرا مہر تیرے ذمہ ہے اس کے عوض میں مجھ سے خلع کر لے یعنی میری جان چھوڑ دے۔ اس کے جواب میں شوہر کہے میں نے چھوڑ دی تو اس عورت پر ایک طلاق بائن پڑ گئی۔ البتہ اگر شوہر نے اسی مجلس میں جواب نہیں دیا بلکہ اٹھ کھڑا ہوا یا شوہر تو نہیں اٹھا عورت اٹھ کھڑی ہوئی تب شوہر نے کہا اچھا میں نے چھوڑ دی تو اس سے کچھ نہیں ہوا۔ جواب وسوال دونوں ایک ہی مجلس میں ہونے چاہئیں۔ اس طرح جان چھڑانے کو شریعت میں خلع کہتے ہیں۔ (1)

مسئلہ: مرد نے کہا میں نے تجھ سے خلع کیا عورت نے کہا میں نے قبول کیا تو خلع ہو گیا۔ البتہ عورت نے اگر اسی جگہ جواب نہ دیا ہو وہاں سے کھڑی ہو گئی ہو یا عورت نے قبول ہی نہیں کیا تو کچھ نہیں ہوا۔ لیکن عورت اگر اپنی جگہ بیٹھی رہی اور مرد یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور عورت نے اس کے اٹھنے کے بعد قبول کیا تب بھی خلع ہو گیا۔ (2)

مسئلہ: اگر خلع کی پیشکش مرد کی جانب سے ہو تو وہ اس سے پھر نہیں سکتا اور اگر خلع کی پیشکش عورت کی جانب سے ہو تو وہ مرد کے قبول کرنے سے پیشتر اپنی پیشکش واپس لے سکتی ہے۔ (3)

1- الخلع ازالة ملک النکاح ببدل بلفظ الخلع. (عالمگیری ص 488 ج 1) ولاباس به عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق بما يصلح للمهر بغير عكس كلى. (درمختار ص605 ج 2) اذا كان الابتداء منها بان قالت اختلعت نفسى منک بكذا فلها ان ترجع عنه قبل قبول الزوج و يبطل بقيامها عن المجلس و بقيامه ايضا. (رد المحتار ص: 606 ج 2)

2- لو ابتدأ الزوج الخلع فقال خالعتک على الف درهم...... فلا يبطل بقيامه عنه قبل قبولها. (المحتار ص 606 ج ولوبدأ هو فقال خالعتک على الف اعتبر مجلسها دونه فلو ذهب ثم قبلت فى مجلسها ذالک صح. (رد المحتار ص 611 ج 2)

3- وهو يمين فى جانبه لانه تعليق الطلاق بقبول المال فلا يصح رجوعه عنه قبل قبولها...... ولا يقتصر على المجلس اى مجلسه ويقتصر قبولها على مجلس علمها و فى جانبها معاوضة بمال فصح رجوعها قبل قبوله...... ويقتصر على المجلس. (رد المحتار ص 611 ج 2)

مسئلہ: مرد نے فقط اتنا کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا اور عورت نے قبول کرلیا مہر یا روپے پیسے کا ذکر نہ مرد نے کیا نہ عورت نے تب بھی نکاح سے متعلق جو حق مرد کا عورت پر ہے اور نکاح سے متعلق جو حق عورت کا مرد پر ہے سب معاف ہوا۔ اگر مرد کے ذمہ مہر باقی ہے تو وہ بھی معاف ہوگیا اور اگر عورت پا چکی ہے تو خیر اس کا لوٹانا واجب نہیں۔ البتہ عدت ختم ہونے تک روٹی کپڑا اور رہنے کا گھر دینا پڑے گا۔ ہاں اگر عورت نے کہہ دیا ہو کہ عدت کا روٹی کپڑا اور رہنے کا گھر بھی تجھ سے نہ لوں گی تو وہ بھی معاف ہوگیا۔(4)

مسئلہ: اور اگر اس کے ساتھ کچھ مال کا بھی ذکر کر دیا جیسے یوں کہا دو ہزار روپے کے عوض میں نے تجھ سے خلع کیا پھر عورت نے قبول کرلیا تو خلع ہوگیا۔ اب عورت کے ذمہ دو ہزار روپے دینے واجب ہو گئے۔ اپنا مہر پا چکی ہو تب بھی دو ہزار روپے دینے پڑیں گے اور اگر مہر ابھی نہ پایا ہو تب بھی دینے پڑیں گے اور مہر بھی نہ ملے گا کیونکہ وہ خلع کی وجہ سے معاف ہوگیا۔(5)

مسئلہ: اگر خلع مہر پر کیا یعنی مرد نے یوں کہا میں نے تجھ سے مہر پر خلع کیا اور عورت نے قبول کرلیا تو اگر مہر ابھی وصول نہیں کیا تھا تو ساقط ہو جائے گا اور اگر وصول کر چکی تھی تو واپس لوٹانا پڑے گا۔(6)

مسئلہ: خلع میں اگر قصور مرد کا ہو تو مرد کو روپیہ اور مال لینا یا جو مہر مرد کے ذمہ ہے اس کے عوض میں خلع کرنا بڑا گناہ ہے۔ اگر کچھ مال لے لیا تو اس کو اپنے خرچ میں لانا بھی حرام ہے۔ اگر عورت ہی کا قصور ہو تو جتنا مہر دیا ہے اس سے زیادہ نہ لینا چاہئے بس صرف مہر ہی کے عوض میں خلع کر لے۔ اگر مہر سے زیادہ لے لیا تو بھی خیر بے جا تو ہوا لیکن کچھ گناہ نہیں۔(7)

مسئلہ: عورت خلع کرنے پر راضی نہ تھی مرد نے اس سے زبردستی کی اور خلع کرنے پر مجبور کیا یعنی مار پیٹ کر، دھمکا کر خلع کیا تو طلاق پڑ گئی لیکن مال عورت پر واجب نہیں۔ اگر مرد کے ذمہ مہر باقی ہو تو وہ بھی معاف نہیں ہوا۔(8)

خلع اور مال کے عوض طلاق کے درمیان فرق

یہ سب باتیں اس وقت ہیں جب خلع کا لفظ کہا ہو یا یوں کہا ہو کہ ہزار روپے پر یا پانچ ہزار روپے کے

4- ویسقط الخلع فی نکاح...... کل حق ثابت وقتهما. (شمل المهر و النفقة المفروضة)...... لکل منهما علی الآخر مما یتعلق بذلک النکاح...... الا نفقة العدة و سکناها فلا یسقطان الا اذا نص علیها فتسقط النفقة لا السکنی لانها حق الشرع الا اذا ابرأته عن مؤنة السکنی فیصح. (درمختار ص 614,615 ج 2)

5- فلا باس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها فاذا فعل ذلک وقع بالخلع تطلیقة بائنة ولزمها المال. (هدایه)

6- وان کان بکل المهر فان کان مقبوضا رجع بجمیعه والا سقط عنه. (رد المحتار ص614 ج2)

7- وکره تحریما اخذ شیء...... ان تشذ وان نشزت لا ولو منه نشوز ایضا ولو باکثر مما اعطاها علی الاوجه فتح و صحح الشمنی کراهة الزیادة و تعبیر الملتقی لا باس به یفید انها تنزیهیة وبه یحصل التوفیق. (درمختار ص 609 ج 2)

8- اکرهها الزوج علیه تطلق بلا مال لان الرضا شرط للزوم المال وسقوطه. (در مختار ص 609 ج 2)

عوض میں میری جان چھوڑ دے یا یوں کہا میرے مہر کے عوض میں مجھ کو چھوڑ دے اور اگر اس طرح نہیں کہا بلکہ طلاق کا لفظ کہا جیسے یوں کہے دو ہزار روپے کے عوض میں مجھے طلاق دیدو تو اس کو خلع نہ کہیں گے۔ اگر مرد نے اس مال کے عوض طلاق دیدی تو ایک طلاق بائن پڑ گئی اور اس میں کوئی حق معاف نہیں ہوا نہ وہ جو مرد کے اوپر ہیں اور نہ وہ جو عورت پر ہیں۔ مرد نے اگر مہر نہ دیا تو وہ بھی معاف نہیں ہوا۔ عورت اس کا دعوی کر سکتی ہے اور مرد یہ دو ہزار روپے عورت سے لے گا۔(9)

مال کے عوض طلاق کے چند مسائل

مسئلہ: مرد نے کہا میں نے تین ہزار روپے کے عوض میں طلاق دی تو عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہے۔ اگر نہ قبول کرے تو نہ پڑے گی اور اگر قبول کر لے تو ایک طلاق بائن پڑ گئی۔ لیکن اگر جگہ بدل جانے کے بعد قبول کیا تو طلاق نہیں پڑی۔(10)

مسئلہ: عورت نے کہا تین ہزار روپے کے عوض میں مجھ کو تین طلاق دے دے۔ اس پر شوہر نے ایک ہی طلاق دی تو فقط ایک ہزار روپیہ مرد کو ملے گا اور اگر دو طلاقیں دی ہوں تو دو ہزار۔ اگر تینوں دیدے تو پورے تین ہزار روپے عورت سے دلائے جائیں گے اور سب صورتوں میں طلاق بائن پڑے گی کیونکہ مال کا بدلہ ہے۔(11)

عدالتی یا جبری خلع

پاکستان کے عائلی قوانین کے تحت جب کوئی عورت اپنی کسی پریشانی میں عدالت سے رجوع کرتی ہے اور خلع کی بنیاد پر تفریق حاصل کرنا چاہتی ہے اور عدالت اس کے حق میں فیصلہ کرنا چاہتی ہے تو یہ حکم جاری کرتی ہے کہ خلع کی بنیاد پر نکاح فسخ کیا جاتا ہے جبکہ شوہر سے خلع پر رضا مندی بھی حاصل نہیں کی جاتی۔ خلع زوجین کے مابین ایک باہمی معاہدہ ہوتا ہے اور عدالت یکطرفہ طور پر جبراً خلع نہیں کرا سکتی۔ اس سے نکاح ختم نہیں ہوتا اور عورت کا آگے کسی اور سے نکاح کرنا صحیح نہیں ہوتا۔

مسئلہ: بعض اوقات یہ صورتحال ہوتی ہے کہ شوہر بیوی پر ظلم کرتا ہے اور بے جا مار پیٹ کرتا ہے۔ عورت مرد سے چھٹکارا چاہتی ہے لیکن شوہر طلاق دینے پر آمادہ نہیں اور اگر عورت عدالت سے خلع لینے کی درخواست دے تو شوہر عدالت میں بھی پیش نہیں ہوتا۔ عدالت یکطرفہ طور پر عورت کو خلع کی ڈگری دے دے تو اوپر یہ

9,10- ولو طلقها على مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال وكان الطلاق بائنا. (عالمگیری ص 495 ج 1)

11- قالت طلقني ثلاثا بالف او على الف فطلقها واحدة وقع في الاول بائنة بثلثه اى بثلث الالف ان طلقها في مجلسه (درمختار ص 611 ج 2) اذا قالت طلقني ثلاثا بالف فطلقها واحدة فعليها ثلث لالف الانها لما طلبت الثلاث بالف فقد طلبت كل واحدة بثلث وهذا لان حرف الباء تصحب الاعواض و العوض ينقسم على المعوض و الطلاق بائن لوجوب المال. (هدايه)

مسئلہ لکھا گیا کہ جبری خلع معتبر نہیں۔ حکومتی قانون بھی ایسا نہیں جو عورت کو شوہر کے ظلم وستم سے بچا سکے۔ ایسی صورت میں عورت کیا کرے۔

ایسی صورت میں چھٹکارے کی صورت یہ ہے کہ عورت جب تنسیخ نکاح کے لئے مقدمہ دائر کرے تو وکیل کو سمجھا دیا جائے کہ عورت کے واقعی مظلوم ہونے کی صورت میں وہ جج کو اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ حکم میں صرف یہ لکھے کہ مدعیہ کا نکاح فسخ کیا جاتا ہے۔ ''خلع کی بنیاد پر'' کے الفاظ نہ لکھے۔

اگر عدالت اس پر عمل نہ کرے یا عورت پہلے سے عدالتی خلع لے آئی ہو تو پھر عورت کے چھٹکارے کا طریقہ یہ ہے کہ کم از کم تین علماء کا ایک بورڈ بنا دیا جائے جو پورے مقدمہ کی تحقیق کرے۔ پھر اگر عورت کو واقعی مظلوم پائے تو کوشش کرے کہ کسی طریقہ سے شوہر کو بلوائے اور اس کو کہے کہ اب جب کہ عدالت نے خلع کی بنیاد پر تنسیخ نکاح کر دیا ہے تو تم بھی اس کو طلاق لکھ دو۔ اگر شوہر نہ آئے یا آنے کے باوجود طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو بورڈ از خود تنسیخ نکاح کر دے۔

اگر عورت خلع سے پہلے اپنا مسئلہ لے کر آئے تو علماء کا بورڈ اس کے حالات کی تفتیش کر کے یہ معلوم کرے کہ کیا عورت واقعی مظلوم ہے یا نہیں۔ اگر وہ مظلوم ہو تو اس کو مشورہ دے کہ وہ پہلے عدالتی خلع حاصل کرے پھر آئے۔ عدالتی خلع اگرچہ شرع میں معتبر نہیں لیکن علماء کے بورڈ کو اس سے شوہر کی زیادتیوں سے تحفظ رہے گا۔ عدالتی خلع حاصل کرنے کے بعد یہ بورڈ اس عورت کے نکاح کی تنسیخ کا حکم کر دے۔

تنبیہ : اگر بورڈ کے بلانے پر شوہر حاضر نہ ہو تو بورڈ شوہر کا اپنی طرف سے ایک وکیل یا نمائندہ مقرر کر دے جو گواہوں پر جرح کر سکے اور پھر بورڈ اس کی موجودگی میں اپنا حکم سنائے۔

باب:23

ایلاء یعنی بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھانا

ایلاء مندرجہ ذیل تین طریقوں سے ہوتا ہے

1: جس نے قسم کھالی اور یوں کہہ دیا کہ خدا کی قسم اب صحبت نہ کروں گا۔ خدا کی قسم تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا۔ تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے صحبت نہ کی تو چار مہینے گزرنے پر عورت پر ایک طلاق بائن ہو جائے گی۔ اب دوبارہ نکاح کئے بغیر میاں بیوی کی طرح نہیں رہ سکتے اور اگر چار مہینے کے اندر ہی اندر شوہر نے اپنی قسم توڑ ڈالی اور صحبت کر لی تو طلاق نہ پڑے گی البتہ شوہر کو قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا ایسی قسم کھانے کو شریعت میں ایلاء کہتے ہیں۔(1)

مسئلہ: خدا کی قسم نہیں کھائی بلکہ یوں کہا کہ اگر تجھ سے صحبت کروں تو تجھ کو طلاق ہے تب بھی ایلاء ہو گیا۔ صحبت کرے گا تو ابھی طلاق پڑ جائے گی اور قسم کا کفارہ اس صورت میں نہ دینا پڑے گا اور اگر صحبت نہ کی تو چار مہینے کے بعد طلاق بائن پڑ جائے گی۔(2)

3- اور اگر یوں کہا اگر تجھ سے صحبت کروں تو میرے ذمہ ایک حج ہے یا ایک عمرہ ہے یا دس روزے ہیں یا ہزار روپے خیرات ہے یا ایک قربانی ہے یا سو رکعت نماز ہے یعنی ایسی بات جو مشقت والی بھی ہو اور نذر سے لازم بھی ہو جاتی ہو۔ ان صورتوں میں بھی ایلاء ہو گیا۔ اگر صحبت کرے گا تو جو بات کہی ہے وہ کرنا ہو گی اور کفارہ نہ دینا پڑے گا اور اگر صحبت نہ کی تو چار مہینے گزرنے پر طلاق بائن پڑ جائے گی۔ اور اگر کوئی ایسی بات کہی جو مشقت والی نہ ہو اگرچہ نذر سے لازم ہو جاتی ہو مثلاً یوں کہا اگر میں تجھ سے صحبت کروں تو میرے ذمہ دو رکعت نماز ہے یا ایک روپیہ خیرات ہے تو ایلاء نہ ہو گا۔ اسی طرح اگر کوئی ایسی بات کہی جو مشقت والی تو ہو

1- لوقال واللہ ...... لا اقربک...... اربعة اشهر...... فان قربها فی المدة...... حنث و حينئذ ففی الحلف باللہ وجبت الكفارة و فی غيره وجب الجزاء وسقط الا يلاء لانتهاء اليمين والا يقربها بانت بواحدة بمضيها. (درمختار ص 595 ,594 ج 2)

2- ان قربتک ...... فانت طالق او عبده حر...... فان قربها فی المدة...... حنث و ...... وجب الجزاء و سقط الايلاء. (در مختار ص 595 ج 2)

لیکن نذر سے لازم نہ ہو مثلاً یوں کہا اگر میں تجھ سے صحبت کروں تو میرے ذمہ ایک ہزار مرتبہ وضو ہے تو اس سے بھی ایلاء نہ ہوگا۔(3)

مسئلہ: ہمیشہ کے لیے صحبت نہ کرنے کی قسم نہیں کھائی بلکہ فقط چار مہینے کے لیے قسم کھائی اور یوں کہا خدا کی قسم چار مہینے تک تجھ سے صحبت نہ کروں گا تو اس سے ایلاء ہوگیا اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر چار مہینے تک صحبت نہ کرے تو طلاق بائن پڑ جائے گی اور اگر چار مہینے سے پہلے صحبت کرلے تو قسم کا کفارہ دے۔(4)

مسئلہ: اگر چار مہینے سے کم کے لیے قسم کھائی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ اس سے ایلاء نہ ہوگا۔ چار مہینے سے ایک دن بھی کم کر کے قسم کھائے تب بھی ایلاء نہ ہوگا البتہ جتنے دنوں کی قسم کھائی ہے اتنے دنوں سے پہلے پہلے صحبت کرے گا تو قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا اور اگر صحبت نہ کی تو عورت کو طلاق نہ پڑے گی اور قسم بھی پوری رہے گی۔(5)

مسئلہ: کسی نے فقط چار مہینے کے لیے قسم کھائی پھر اپنی قسم نہیں توڑی اس لیے چار مہینے کے بعد طلاق پڑ گئی اور طلاق کے بعد پھر اسی مرد سے نکاح ہوگیا تو اب اس نکاح کے بعد اگر چار مہینے تک صحبت نہ کرے تو کچھ حرج نہیں اب کچھ نہ ہوگا۔ اور اگر ہمیشہ کے لیے قسم کھائی جیسے یوں کہدیا قسم کھاتا ہوں کہ اب تجھ سے صحبت نہ کروں گا یا یوں کہا خدا کی قسم تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا پھر اپنی قسم نہیں توڑی اور چار مہینے بعد طلاق پڑ گئی۔ اس کے بعد پھر اس سے نکاح کرلیا اور نکاح کے بعد پھر چار مہینے تک صحبت نہیں کی تو اب پھر دوسری طلاق پڑ گئی۔ اگر تیسری دفعہ پھر اسی سے نکاح کرلیا تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اس نکاح کے بعد اگر چار مہینے تک صحبت نہ کرے گا تو تیسری طلاق پڑ جائے گی اور دوسرا خاوند کئے بغیر اس سے نکاح بھی نہ ہو سکے گا۔ البتہ اگر دوسرے یا تیسرے نکاح کے بعد صحبت کر لیتا تو قسم ٹوٹ جاتی اور پھر طلاق نہ پڑتی ہاں قسم توڑنے کا کفارہ دینا ہوتا۔

تین طلاقیں پوری ہونے کے بعد دوسرے خاوند سے نکاح کرنے اور پھر اس کے طلاق دینے کے بعد دوبارہ پہلے شوہر سے نکاح کرے گی تو اب ایلاء نہ رہے گا۔(6)

3- ولو حلف بان يقول ان قربتك فعلى حجة او عمرة او صدقة او صيام اوهدى او اعتكاف...... فهو مول ولو قال فعلى اتباع جنازة او سجدة تلاوة او قراءة القرآن او الصلاة فى بيت المقدس او تسبيحة فليس بمول. وتجب صحة الا يلاء فيما لو قال فعلى مائة ركعة و نحوه مما يشق عادة...... ولو قال ان قربتك فعلى اطعام مسكين اوصوم يوم فهومول بالاتفاق. (عالمگیری ص 478 ج 1)

بخلاف فعلى صلاة ركعتين فليس بمول لعدم مشقتهما (درمختار ص 595 ج 2)

4- والله لا اقربك لا اجامعك...... اربعة اشهر...... فان قربها فى المدة ...... حنث...... والا يقربها بانت موجدة بمضيها. (در مختار ص 594,595 ج 2)

5- فان حلف على اقل من اربعة اشهر لم يكن موليا (هدايه)

6- فان كان حلف على اربعة فقد سقطت اليمين لانها كانت مؤقتة به و ان كان حلف على الابد فاليمين باقية لانها

مسئلہ: ہمیشہ کی قسم کھانے کے بعد چار مہینے گزر گئے اور عورت کو ایک طلاق بائنہ ہوگئی۔ عدت کے بعد عورت نے کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لیا۔ پھر اس سے طلاق ملنے کے بعد اور عدت گزارنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کر لیا تو ایلاء باقی نہ رہے گا۔(7)

مسئلہ: اگر عورت کو طلاق بائن دے دی پھر اس سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھائی تو ایلاء نہیں ہوا۔ اب پھر سے نکاح کرنے کے بعد اگر صحبت نہ کرے تو طلاق نہ پڑے گی لیکن جب صحبت کرے گا تو قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا۔ اگر طلاق رجعی دے دینے کے بعد عدت کے اندر ایسی قسم کھائی تو ایلاء ہو گیا۔ اب اگر رجعت کر لے اور صحبت نہ کرے تو چار مہینے کے بعد طلاق پڑ جائے گی اور اگر صحبت کرے تو قسم کا کفارہ دے۔(8)

مسئلہ: اگر شوہر بیوی سے صحبت کرنے سے حقیقتاً عاجز ہو مثلاً دونوں میں سے کوئی ایک مریض ہو یا ایک نابالغ ہو یا شوہر نامرد ہو یا مقطوع الذکر ہو یا عورت کی شرمگاہ میں دخول سے مانع کوئی رسولی ہو یا شوہر بیوی کا مدت ایلاء میں ملاپ ممکن نہ ہو مثلاً شوہر ناحق قید میں ہو اور قید خانے میں ایسا کوئی موقع نہ ہو کہ بیوی اس کے پاس چلی جائے اور شوہر اس سے صحبت کر سکے یا شوہر دور کے سفر میں ہو اور مدت ایلاء میں اس کا واپس پہنچنا ممکن نہ ہو تو اس وقت ایلاء سے رجوع کی صورت یہ ہے کہ شوہر زبان سے کہے کہ میں نے بیوی سے رجوع کر لیا یا میں نے اپنے کہے سے رجوع کیا یا میں نے ایلاء کو باطل کیا۔ اس طرح کہنے سے مدت ایلاء ختم ہونے پر طلاق نہ پڑے گی البتہ پھر صحبت کرے گا تو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا۔ پھر اگر ایلاء کی مدت میں کسی طرح سے صحبت کرنے پر قدرت ہوگئی تو زبانی رجوع کالعدم ہو جائے گا اور اب رجوع کے لیے بالفعل صحبت کرنا ہوگی۔(9)

مطلقة ولم يوجد الحنث لترتفع به الا انه لا يتكرر الطلاق قبل التزوج لانه لم يوجد منع الحق بعد البينونة فان عاد فتزوجها عاد الايلاء فان وطئها والا وقعت بمضى اربعة اشهر تطليقة اخرى...... فان تزوجها ثالثا عاد الايلاء ووقعت بمضى اربعة اشهر اخرى ان لم يقربها لما بيناه فان تزوجها بعد زوج آخر لم يقع بذلك الايلاء طلاق ...... واليمين باقية لاطلاقها وعدم الحنث فان وطئها كفر عن يمينه لوجود الحنث (هدايه)

7- لو تزوجها بعد زوج آخر في الايلاء المؤبد لا يعود الا يلاء. (رد المحتار ص 596 ج 2)

8- وان آلى من المطلقة الرجعية كان موليا و ان آلى من البائنة لم يكن موليا. (هدايه)

9- وان كان المولى مريضا لا يقدر على الجماع او كانت مريضة او رتقاء او صغيرة لا تجامع او كانت بينهما مسافة لايقدر ان يصل اليها فى مدة الا يلاء ففيؤه ان يقول بلسانه فئت اليها فى مدة الايلاء. فان قال ذلك سقط الايلاء...... ولو قدر على الجماع فى المدة بطل ذلك الفئ وصار فيئه بالجماع. (هدايه)

باب: 24

ظہار

کسی مسلمان کا اپنی بیوی کو اپنی نسبی یا رضاعی یا سسرالی محرم عورت کہ جس سے کبھی نکاح نہیں ہوسکتا اس کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا اس کے لیے حرام ہے مثلاً یوں کہے کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت یا میری بہن کے پیٹ کی طرح ہے۔ شرع میں اس کو ظہار کہتے ہیں۔(1)

مسئلہ: نابالغ لڑکے اور پاگل آدمی کے ظہار کا اعتبار نہیں ہے۔ البتہ جو نشے میں ہو یا جس سے زبردستی کہلوایا گیا ہو یا جو کہنا کچھ اور چاہتا تھا لیکن غلطی سے ظہار کے الفاظ نکل گئے تو ان تینوں کا ظہار ہو جاتا ہے۔(2)

مسئلہ: اگر کوئی غیر عورت سے ظہار کرے جس سے ابھی نکاح نہیں کیا ہے تو بھی کچھ نہیں ہوا اس سے نکاح کرنا درست ہے۔(3)

ظہار کا حکم

وہ یہ ہے کہ عورت رہے گی تو اسی کے نکاح میں لیکن مرد جب تک اس کا کفارہ نہ ادا کرے تب تک صحبت کرنا، شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا، منہ چومنا، پیار کرنا حرام ہے۔ جب تک کفارہ نہ دے گا تب تک وہ عورت حرام رہے گی چاہے جتنے برس گزر جائیں۔ جب مرد کفارہ دے دے تو دونوں میاں بیوی کی طرح رہیں پھر سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں اور اس کا کفارہ اسی طرح دیا جاتا ہے جس طرح روزہ توڑنے کا کفارہ دیا جاتا ہے۔(4)

1- هو تشبيه المسلم فلا ظهار لذمى عندنا زوجته ولو كتابية او صغيرة او مجنونة او تشبيه ما يعبر به عنها من اعضاء نها او تشبيه جزء شائع منها بمحرم عليه تابيدا بوصف لا يمكن زواله در مختار ص 623,624 ج 2 قوله (بمحرم عليه) اى بعضو يحرم النظر اليه من اعضاء محرمة عليه نسبا او صهرية او رضاعا. (در المحتار ص 623 ج 2)

2- لا يصح ظهار المجنون والصبى...... و يصح من السكران و المكره و الخاطى. (رد المحتار ص 623 ج 2)

3- (قوله زوجته)...... خرجت مملوكته والا جنبية. (ردالمحتار ص 623 ج 2)

4- فيحرم وطؤها عليه و دواعيه للمنع عن التماس الشامل للكل و كذا يحرم عليها تمكينه ولا يحرم النظر حتى يكفر. (درمختار ص 625 ج 2)

مسئلہ: اگر کفارہ دینے سے پہلے ہی صحبت کرلی تو بڑا گناہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرے اور اب سے پکا ارادہ کرے کہ اب بے کفارہ دیئے پھر کبھی صحبت نہ کروں گا اور عورت کو چاہئے کہ جب تک مرد کفارہ نہ دے تب تک اس کو اپنے پاس نہ آنے دے۔(5)

مسئلہ: جب تک کفارہ نہ دے تب تک دیکھنا' بات چیت کرنا حرام نہیں البتہ شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہیں۔(6)

مسئلہ: اگر کئی بیویوں سے ایسا کہا تو جتنوں سے کہا ہے اتنے کفارے دے۔(7)

مسئلہ: ظہار کا لفظ اگر کئی دفعہ کہے جیسے دو دفعہ یا تین دفعہ یہی کہا کہ تو میرے لیے ماں کے برابر ہے تو جتنی دفعہ کہا ہے اتنے کفارے دینے پڑیں گے۔ البتہ اگر دوسری اور تیسری مرتبہ کہنے سے خوب مضبوط اور پکے ہو جانے کی نیت کی ہو نئے سرے سے ظہار کرنا مقصود نہ ہو تو ایک ہی کفارہ دے۔(8)

مسئلہ: کفارے میں روزے رکھنے کی طاقت تھی اور روزے رکھنے شروع کر دیئے تو اب جب تک روزے ختم نہ ہو جائیں تب تک اس عورت سے صحبت نہ کرے۔ اگر روزے ختم ہونے سے پہلے اسی عورت سے صحبت کرلی تو اب سب روزے پھر سے رکھے۔ چاہے دن میں اس عورت سے صحبت کی ہو یا رات میں اور چاہے قصداً ایسا کیا ہو یا بھول سے سب کا ایک ہی حکم ہے۔(9)

مسئلہ: اگر روزوں کی طاقت نہ تھی اور ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلانے لگا۔ اگر سب فقیروں کو ابھی نہیں کھلا چکا تھا کہ بیچ میں صحبت کرلی تو گناہ ہوا مگر اس صورت میں کفارہ دہرانا نہ پڑے گا۔(10)

مسئلہ: کسی کے ذمہ ظہار کے دو کفارے تھے اس نے ساٹھ مسکینوں کو فی کس ساڑھے تین کلو گیہوں دے دیئے اور یہ سمجھا کہ ہر کفارے سے پونے دو کلو دیتا ہوں اس لیے دونوں کفارے ادا ہو گئے تب بھی ایک ہی کفارہ ادا ہوا۔ دوسرا کفارہ پھر دے اور اگر ایک کفارہ روزہ توڑنے کا تھا دوسرا ظہار کا اس میں ایسا کیا تو دونوں

5- فان وطئ قبله تاب و استغفر و كفر للظهار فقط...... ولا يعود لوطئها ثانيا قبل الكفارة وعوده المذكور في الآية. عزمه عزما مؤكدا. (درمختار ص 625 ج 2)

6- ولا يحرم النظر اى الى ظهرها و بطنها ولا الى الشعر و الصدر بحراى ولو بشهوة بخلاف النظر الى الفرج بشهوة. (رد المحتار ص 625 ج 2)

7- انتن على كظهرا مى ظهار منهن اجماعا و كفر لكل. (در مختار ص 627 ج 2)

8- ظاهر من امراته مرارا في مجلس او مجالس فعليه لكل ظهار كفارة فان عنى التكرار او التاكيد فان بمجلس صدق قضاء والا لا. (درمختار ص 627 ج 2)

9,10- فان افطر بعذر كسفر و نفاس بخلاف الحيض الا اذا ايست او بغيره او وطئها اى المظاهر منها...... فيهما اى الشهرين مطلقا ليلا أونهارا عامدا او ناسيا...... استانف الصوم لا الاطعام ان وطئها في خلاله لاطلاق النص في الا طعام. (درمختار ص 631 ج 2)

ادا ہو گئے۔(11)

مسئلہ: اگر شوہر ظہار کرنے کے بعد کفارہ نہیں دیتا جس سے عورت جماع کے اپنے حق سے جواز روئے دیانت واجب ہے محروم رہتی ہے تو عدالت شوہر کو کفارہ ادا کرنے پر مجبور کر سکتی ہے۔ اور مجبور کرنے کی خاطر اس کو قید وضرب کی سزا بھی دے سکتی ہے۔(12)

ظہار اور روزہ توڑنے میں کفارہ بالصوم

مضمون کا مقصد

و کفر ککفارة المظاهر الثابتة بالکتاب و اما هذه فبالسنة. (تنویر مع الدر) (قوله و کفر) ای مثلها فی الترتیب فیعتق اولا. فان لم یجد صام شهرین متتابعین فان لم یستطع اطعم ستین مسکینا لحدیث الاعرابی المعروف فی الکتب السنة. (ردالمحتار ص: 119 ج 2)

فان عجز عن الصوم لمرض لایرجی برؤه او کبر اطعم ای ملک ستین مسکینا. (درمختار، کفارة ظهار) فلو برئ وجب الصوم.

فقہ وفتاوی کی کتابوں سے معلوم ہوا کہ کفارہ میں روزہ رکھنا ہی متعین ہے الا یہ کہ آدمی کو بڑھاپے کی وجہ سے یا نا قابل علاج مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو بلکہ ان کتابوں میں تو یہاں تک ہے کہ اگر مذکور مریض بعد میں کبھی ٹھیک ہو جائے تو اس کا اطعام کالعدم ہو جائے گا اور روزہ رکھنا واجب ہو گا جیسا کہ (ردالمحتار ص 632ج 2)۔ میں ہے **فلو برئ وجب الصوم** اور اسی طرح بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ ”لیکن اگر بعد میں صحت وتندرستی حاصل ہو جائے تو روزے رکھنے پڑیں گے۔“

ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ظہار توڑنے کے اور روزہ توڑنے کے کفارہ میں روزہ رکھنے کی طاقت واستطاعت سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے (1) وہ صحت وتندرستی مراد ہے جو عمر بھر میں جب بھی حاصل ہو جائے اور اس میں ان عوارض کا لحاظ نہ کیا جائے جو روزہ رکھنے میں مشقت کے موجب ہیں یا (2) وہ صحت وتندرستی مراد ہے جو خاص ادائیگی کے وقت ہو یا (3) وہ صحت وتندرستی مراد ہے جس میں مشقت کے موجب عوارض نہ ہوں مثلا شدت شہوت، بھوک کی عدم برداشت اور روزے کا طبیعت پر گراں ہونا یا دوسرے لفظوں میں روزے کی عادت نہ ہونا۔

روزے کی استطاعت اس وقت ہے جب مشقت کے موجب عوارض نہ ہوں اور

11- اذا اطعم عن ظهارین ستین مسکینا لکل مسکین صاعامن برلم یجزه الا من واحد و ان افطر ذلک من افطار و ظهار اجزاه عنهما. (هدایه)

12- وعلی القاضی الزامه به بالتکفیر دفعا للضرر عنها بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق. (درمختار ص 626 ج 2)

استطاعت میں ادائیگی کے وقت کا اعتبار ہے

ہم نے دلائل پر جتنا غور کیا ہے اس سے ہمارے سامنے یہ بات آئی ہے کہ دو مہینے متواتر روزے رکھنے کی استطاعت میں ادائیگی کے وقت کا بھی اعتبار ہے اور مشقت کے موجب عوارض کا بھی اعتبار ہے اور کفارہ میں متواتر ساٹھ روزے رکھنے کی استطاعت اس وقت کہلائے گی جب ادائیگی کے وقت صحت وتندرستی بھی ہو اور مشقت کے موجب عوارض بھی نہ ہوں۔

دیکھئے ایک صحابی نے اس وجہ سے کہ کہیں رمضان میں اپنا روزہ نہ توڑ بیٹھیں اپنی بیوی سے ظہار کر لیا لیکن پھر ایک رات ان سے صبر نہ ہو سکا اور بیوی سے صحبت کر بیٹھے۔ پھر آ کر رسول اللہ ﷺ کو خبر دی۔ آپ نے جب ان کو کفارے میں متواتر ساٹھ روزے رکھنے کو کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ **هل اصبت الذی اصبت الا من الصیام** اور اس طرح اپنی شدت شہوت کی طرف اشارہ کیا جس کا بیان حدیث کے شروع میں ہوا ہے کہ **کنت امرأ اصیب من النساء ما لا یصیب غیری.** (ابو داؤد. باب فی الظهار) اور بتایا کہ ان میں شدت شہوت کی وجہ سے متواتر روزے رکھنے کی استطاعت نہیں ہے۔ اس جواب پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **فاطعم وسقا من تمر بین ستین مسکینا.**

آپ ﷺ نے نہ تو ان سے یہ فرمایا کہ ابھی تو صدقہ دے دو پھر بعد میں کبھی عمر بھر میں شہوت کی شدت ٹوٹ جائے تو متواتر ساٹھ روزے رکھنا اور نہ ہی یہ فرمایا کہ تم صحت وتندرست ہو اور تم میں روزے رکھنے کی استطاعت ہے لہٰذا تم کو روزے رکھنے ہی ہوں گے۔ غرض آپ ﷺ نے ایک تو ادائیگی کے وقت استطاعت کے ہونے نہ ہونے کا اعتبار کیا اور دوسرے محض صحت وتندرستی کو کافی نہ سمجھا بلکہ شدت شہوت کی موجودگی کا بھی اعتبار کیا۔

روزہ توڑنے سے متعلق حدیث میں جو واقعات ذکر ہوئے ہیں ان میں سے ایک میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے صاحب قصہ سے پوچھا **فهل تستطیع ان تصوم شهرین متتابعین** یا ان سے فرمایا **صم شهرین متتابعین** تو انہوں نے فوراً یہ جواب دیا کہ **لا استطیع** یا **لا اقدر** یعنی مجھے متواتر دو مہینے کے روزے رکھنے کی طاقت واستطاعت نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بلا کسی پس وپیش کے ان کی بات کو قبول فرما لیا اور ان کو اگلی شق یعنی اطعام کا حکم دیا حالانکہ وہ صاحب تندرست وتوانا تھے کہ رمضان کے روزے بھی رکھ رہے تھے اور پھر روزے ہی کی حالت میں جماع کیا تھا۔ اس قصہ میں شدت شہوت کا مسئلہ بھی نہیں تھا کیونکہ ظہار کے کفارہ کے برعکس وہ اپنے کفارہ میں روزوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ رات کو بیوی سے صحبت کر سکتے تھے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک تندرست وتوانا آدمی جس میں شدت شہوت کا مسئلہ بھی نہیں تھا اس کے عدم استطاعت اور عدم قدرت کے دعوے کو کس عارض کی وجہ سے قبول کیا گیا۔

اس بارے میں جو جامع بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ آیت اور حدیث میں استطاعت سے مراد وہ استطاعت ہے جو مشقت کے موجب عوارض سے خالی ہو۔ اور یہ عوارض بہت سے ہو سکتے ہیں مولانا مفتی شفیع رحمہ اللہ بھی احکام القرآن میں لکھتے ہیں۔

"یدخل فی من لا یستطیع اصل الصیام او لا یستطیع تتابعہ بسبب من الاسباب ککبر او مرض لا یرجی زوالہ او فرط شھوۃ لا یصبر بھا عن الجماع کما یؤیدہ الحدیث الوارد فی ذلک۔ (احکام القرآن ص 19 جزء 5)

روزہ رکھنے کی استطاعت نہ رکھنے والوں میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو سرے سے روزہ نہیں رکھ سکتے یا متواتر روزے نہیں رکھ سکتے خواہ کوئی بھی سبب ہو مثلاً بڑھاپا یا لازوال مرض یا شدت شہوت، جس کی وجہ سے جماع کے بغیر نہیں رہ سکتا جیسا کہ اس کی تائید اس حدیث سے ہوئی ہے جو اس بارے میں وارد ہوئی ہے۔

غرض یہ عوارض مندرجہ ذیل ہیں:

i- شدت شہوت جس کا بیان اوپر ظہار کی حدیث میں گزرا

ii- شدت جوع جیسا کہ ابوحیان کی ذکر کردہ ایک حدیث میں مذکور ہے۔

ان رسول اللہ ﷺ قال فھل تستطیع ان تصوم شھرین متتابعین فقال واللہ یا رسول اللہ انی اذا لم آکل فی الیوم و اللیلۃ ثلاث مرات کل بصری و خشیت ان تعشو عینی. (روح المعانی ص 15 جزو 28)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا تم متواتر دو مہینے کے روزے رکھنے کی طاقت رکھتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ واللہ یا رسول اللہ اگر میں دن رات میں تین مرتبہ کھانا نہ کھاؤں تو میری آنکھیں پتھرا جاتی ہیں اور مجھے ڈر ہوتا ہے کہ کہیں میری آنکھیں بھینگی نہ ہو جائیں۔

iii- پان، تمباکو، سگریٹ اور چائے کی پختہ عادت۔

iv- کوئی پیشہ ایسا ہو جس کے ساتھ روزے رکھنا بہت مشکل ہو۔

v- موسم بہت گرم ہو اور آدمی میں روزے کے ساتھ موسم کی برداشت نہ ہو۔

vi- روزے کا طبیعت پر زیادہ گراں ہونا۔

آخری چار باتوں کا بیان یہ ہے کہ اوپر روزہ توڑنے والے کے قصہ میں روزوں کی استطاعت کے نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں بتائی۔ لہٰذا اس میں ہر ایسے عارضہ کا احتمال ہے جو موجب مشقت ہو۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ خوشی خوشی روزے کی مشقت کو برداشت کرتے ہیں اور بہت سے نفلی روزے رکھ لیتے ہیں اور آخرت میں باب الریان سے بلائے جانے کے حقدار ہوں گے جب کہ بعض ایسے ہوتے ہیں جو فرض روزوں

کے علاوہ نفلی روزے شاذ و نادر ہی رکھتے ہیں اور روزوں میں بہت گرانی محسوس کرتے ہیں۔ ان لوگوں کیلئے متواتر ساٹھ روزے رکھنا تو سخت مشقت کی بات ہے۔

خصوصیت کا دعویٰ اور اس کا جواب

ہماری بات کے برعکس عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ ظہار کے قصہ میں بھی اور روزہ توڑنے کے قصہ میں بھی صاحب قصہ کو خصوصی رعایت دی گئی تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ ان قصوں میں دو باتیں مذکور ہیں۔

i- صاحب قصہ کے عدم استطاعت کے دعوے کو قبول کرنا۔

ii- کفارہ کی کھجوریں اپنے گھر والوں کو کھلانے کو کہنا۔

پہلی بات میں خصوصیت کا دعوی کرنا دعوی بلا دلیل ہے۔ حالانکہ خصوصیت پر کوئی دلیل و قرینہ ہونا ضروری ہے۔ اس ضرورت کی تائید اس عبارت سے ہوتی ہے۔

قال فی نصب الرایۃ قال المنذری فی حواشیہ و قول الزہری انما کان ہذا رخصۃ لہ خاصۃ دعوی لم یکن علیہا برہان و قال غیرہ انہ منسوخ و ہو ایضا دعوی

دوسری بات میں صاحب قصہ کی خصوصیت مسلم ہے کیونکہ کفارہ میں صدقہ غیروں کو دینا ہوتا ہے اور ان کو اسی کا حکم دیا گیا۔ ان کے یہ عرض کرنے پر کہ میرے گھر والوں سے زیادہ غریب تو پورے مدینہ میں کوئی نہیں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھا اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔ یہ گفتگو خصوصیت پر قرینہ ہے اور اس خصوصیت کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابوداؤد میں ہے۔

زاد الزہری و انما کان ہذا رخصۃ لہ خاصۃ. (و حاصل معنی ہذا القول انہ لما وجب علیہ الکفارۃ بافساد الصوم بالجماع ثم امرہ ﷺ بادائہا باعطاء العرق لہ فاعتذر بالفقر و الجوع فاباحہ رسول اللہ ﷺ باطعامہ اہلہ فہذا الحکم مختص بہ) فلو ان رجلا فعل ذلک (ای افساد الصوم) الیوم (ای بعد زمان رسول اللہ ﷺ) لم یکن لہ بد من التکفیر (ای من اداء الکفارۃ. فلو اطعم الیوم قدر الکفارۃ من التمر وغیرہ اہلہ لا یکون مؤدیا لہا بل یکون دینا علیہ ویجب علیہ ادائہا.

مظاہر اور مفطر صوم کے قصوں میں خصوصیت کے دعوی سے متعلق مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ معارف السنن میں لکھتے ہیں۔

وقع فی روایۃ وہل لقیت ما لقیت الامن الصیام و ہی روایۃ محمد بن اسحاق عن الزہری کما فی العمدۃ و الفتح رواہا البزار کما فی التلخیص...... و یؤیدہ ما فی حدیث سلمۃ بن صخر عند ابی داؤد فی المظاہر زوجتہ و ہل اصبت الذی اصبت الا من الصیام ..... فاقتضت ان عدم استطاعتہ الصیام لشدۃ شبقہ و عدم صبرہ عن الوقاع وہل یکون ذلک عذرا.

قال الشیخ فالصحیح عند الشافعیة ان ذلک عذر و لیس بعذر عند الحنفیة ولم یجب الحنفیة عن هذا الاشکال. قال یحمل هذا علی خصوصیة هذا الرجل. قال و اخذت هذا من ان کل فریق من الحنفیة و الشافعیة مضطرون الی دعوی الخصوصیة. فاضطر الشافعیة الیها فی اجراء الکفارة باداء الطعام الی اهله فی وجه عندهم خصوصیة لذلک الرجل و لا تتأدی الکفارة بمثل هذا عند بعضهم وان الکفارة دین علی ذمته یوخر الی حین قدرته.

فاذا جاز لهم ادعاء الخصوصیة فی مسالة جاز لنا ادعاؤها فی مسألة اخری و هی العدول عن الصیام الی الاطعام لشدة شبقه و عدم صبره عن الجماع. نعم ان ادعاء الخصوصیة لیس له ضابطة معینة و انما یعرف ذلک بالذوق السلیم. و من الخصوصیة جواز تضحیة ابی بردة بن النیار بالجذع حین امره النبی ﷺ وقال لا تجزئ عن احد بعدک رواه البخاری فی صحیحه فی الاضاحی. (معارف السنن ص 398. 396 ج 5)

یہاں مولانا بنوری مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ سے یہ نقل کرتے ہیں کہ مذکور قصوں میں دو باتیں ہیں: دوسری بات یعنی کفارہ کی کھجوریں اپنے گھر والوں کو کھلانے کے حکم میں صاحب قصہ کی خصوصیت تھی۔ شافعیہ نے اس خصوصیت کا قول کیا ہے۔ مولانا کشمیری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ پہلی بات یعنی تندرست وتوانا صاحب قصہ سے عدم استطاعت صوم کے قول کو قبول کر کے صدقہ کا حکم کرنا اس کے بارے میں حنفیہ نے کچھ کلام نہیں کیا۔ لیکن خود مولانا رحمہ اللہ یہ جواب دیتے ہیں کہ شافعیہ جب دوسری بات میں خصوصیت کا قول کرتے ہیں تو ہم حنفیہ پہلی بات میں (بھی) خصوصیت کا قول کرتے ہیں اور اس میں مولانا کشمیری مدار ذوق سلیم کو بناتے ہیں۔

اس کلام پر ہمارا تبصرہ

1- مولانا کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان ادعاء الخصوصیة لیس له ضابطة معینة و انما یعرف ذلک بالذوق السلیم یعنی خصوصیت کے لئے کوئی متعین ضابطہ نہیں ہے جس سے خصوصیت کی پہچان ہو سکے۔ اس کو تو صرف ذوق سلیم سے پہچانا جا سکتا ہے۔

ہم کہتے ہیں مولانا رحمہ اللہ کی اس بات سے اتفاق کرنا مشکل ہے۔ خصوصیت کو محض ذوق سلیم کی بنیاد پر ثابت نہیں مانا جا سکتا بلکہ اس کے لئے قرائن و دلائل کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ اوپر علامہ منذری رحمہ اللہ کے حوالہ سے بھی ذکر ہوا۔ پھر خود مولانا رحمہ اللہ نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت کی جو مثال ذکر کی ہے اسی کے ساتھ حدیث میں خصوصیت پر دلالت کرنے والے الفاظ بھی ہیں کہ وقال لا تجزی عن احد بعدک ظاہری دلیل وقرینہ نہ ہونے کی صورت میں حکم کو صرف اس وقت خصوصیت پر محمول کیا جا سکتا ہے جب

اس کی کوئی اور توجیہ ممکن نہ ہو اور جب کوئی اور توجیہ ممکن ہو تو خصوصیت پر محمول کرنا خلاف اصل ہے۔

ظہار کے باقی مسائل

مسئلہ: اگر ہمیشہ کے لیے ظہار نہیں کیا بلکہ کچھ مدت مقرر کر دی جیسے یوں کہا سال بھر کے لیے یا چار مہینے کے لیے تو میرے لیے ماں کے برابر ہے تو جتنی مدت مقرر کی ہے اتنی مدت تک ظہار رہے گا اور اگر اس مدت کے اندر صحبت کرنا چاہے تو کفارہ دے اور اگر مدت کے بعد صحبت کرے تو کچھ نہ دینا پڑے گا۔ عورت حلال ہو جائے گی۔(13)

مسئلہ: اگر یوں کہا کہ تو میرے لیے ماں کی طرح حرام ہے تو اگر طلاق دینے کی نیت کی ہو تو طلاق پڑے گی اور اگر ظہار کی نیت کی ہو یا کچھ نیت نہ کی ہو تو ظہار ہو جائے گا۔ کفارہ دے کر صحبت کرنا درست ہے۔ اور اگر ایلاء کی نیت کی ہے تو ایلاء ہو جائے گا۔(14)

مسئلہ: کسی نے اپنی بیوی سے کہا تو میری ماں کے برابر ہے یا یوں کہا کہ تو میرے لیے ماں کے برابر ہے یا تو میرے نزدیک ماں کے برابر ہے یا تو میرے نزدیک ماں کے مثل ہے۔ ماں کی طرح ہے تو دیکھو اس کا مطلب کیا ہے۔ اگر یہ مطلب لیا کہ تعظیم میں بزرگی میں ماں کے برابر ہے یا یہ مطلب لیا کہ تو بالکل بڑھیا ہے عمر میں میری ماں کے برابر ہے تب تو اس کے کہنے سے کچھ نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر اس نے کہتے وقت کچھ نیت نہیں کی اور کچھ مطلب نہیں لیا یوں ہی کہہ دیا تب بھی کچھ نہیں ہوا اور اگر اس کہنے سے طلاق دینے اور چھوڑنے کی نیت کی ہے تو اس کو ایک طلاق بائن پڑ گئی اور اگر طلاق دینے کی نیت نہیں تھی اور عورت کو چھوڑنا بھی مقصود نہیں تھا بلکہ مطلب فقط اتنا تھا کہ اگرچہ تو میری بیوی ہے اپنے نکاح سے تجھے الگ نہیں کرتا لیکن اب تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا تجھ سے صحبت کرنے کو اپنے اوپر حرام کر لیا بس روٹی کپڑا لے اور پڑی رہ تو یہ ظہار ہو گیا۔(15)

مسئلہ: اگر برابر کا لفظ نہیں کہا نہ مثل اور طرح کا لفظ کہا بلکہ یوں کہا کہ تو میری ماں ہے یا یوں کہا کہ تو میری بہن ہے تو اس سے کچھ نہیں ہوا۔ عورت حرام نہیں ہوئی۔ لیکن ایسا کہنا گناہ کی بات ہے۔(16)

13- اما فی الموقت کما اذا ظاھر مدۃ معلومۃ کالیوم والشھر والسنۃ فانہ ان قربھا فی تلک المدۃ تلزمہ الکفارۃ و ان لم یقربھا حتی مضت المدۃ سقطت عنہ الکفارۃ و بطل الظھار. (عالمگیری ص 507 ج 1) والظاھر ان الوقت اذا کان اربعۃ اشھر فاکثر انہ لایکون ایلاء. (ردالمحتار ص 626 ج 2)

14- وبانت علی حرام کامی صح ما نواہ من ظھار او طلاق...... وان لم ینو ثبت الادنی و ھو الظھار. (درمختار ص 626,627 ج 2) و فیھا عن الخانیۃ ان نوی الطلاق او الظھار او الایلاء فھو علی ما نوی. (رد المحتار ص 627 ج 2)

15,16- ای نوی بانت علی مثل امی او کامی و کذا لو حذف علی خانیۃ برا او ظھارا او طلاقا صحت نیتہ و وقع ما نواہ لانہ کنایۃ و الا ینو شیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ. (درمختار ص 626 ج 2)

مسئلہ: کسی نے یوں کہا اگر تجھ کو رکھوں تو ماں کو رکھوں یا یوں کہا اگر تجھ سے صحبت کروں تو گویا ماں سے کروں اس سے بھی کچھ نہیں ہوا۔(17)

مسئلہ: کسی نے کہا تو میرے لیے سور کے برابر ہے تو اگر طلاق دینے اور چھوڑنے کی نیت تھی تب تو طلاق پڑ گئی اور اگر ظہار کی نیت کی تو کچھ نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر کچھ نیت نہیں کی تب بھی کچھ نہیں ہوا۔(18)

مسئلہ: اگر شوہر ظہار کرنے کے بعد کفارہ نہ دیتا ہو اور اس طرح بیوی سے صحبت نہ کرتا ہو تو چونکہ چار مہینے میں ایک دفعہ صحبت ہونا عورت کا بعض حضرات کے نزدیک ازروئے قضا بھی حق ہے اور ازروئے دیانت تو سب کے نزدیک ہے اس لیے عورت شوہر سے مطالبہ کر سکتی ہے کہ وہ کفارہ ادا کر کے اس کا حق ادا کرے۔(19)

17- لو قال ان وطئتک وطئت امی فلا شئ علیه. (عالمگیری ص 507 ج 1)

18- ولو قال لا مرأته انت علی کالمیتة و الدم و لحم الخنزیر اختلفت الروایات فیه والصحیح انه ان لم ینو شیئا لا یکون ایلاء وان نوی الطلاق یکون طلاقا وان نوی الظهار لا یکون ظهارا. (ردالمحتار ص 624 ج 2)

19- وللمرأة ان تطالبه بالوطء لتعلق حقها به و علی القاضی الزامه به بالتکفیر دفعا للضرر عنها بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق. (در مختار ص 626 ج 2)

باب:25

لعان کا بیان

جب کوئی شخص دارالاسلام میں اپنی زندہ بیوی پر زنا کی تہمت لگائے جس سے اس کا نکاح صحیح تھا فاسد نہیں تھا اور جس نے عمدا یا شبہ سے حرام صحبت بھی نہ کی ہو اور میاں بیوی دونوں گواہی دینے کے لائق ہوں یا جو بچہ پیدا ہوا اس کے بارے میں کہے کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے نہ معلوم کس کا ہے اور عورت چاہے کہ شوہر پر اس الزام کی وجہ سے قذف کی حد لگے تو اس کا حکم یہ ہے کہ عورت مسلمان جج کی عدالت میں جائے اور فریاد کرے۔ عدالت میں اگر شوہر اپنے الزام کے جھوٹا ہونے کا اقرار کر لے تو اس کو حد قذف لگے گی اور اگر وہ اپنے الزام پر قائم رہے تو عدالت دونوں سے قسم لے۔ پہلے شوہر سے اس طرح کہلائے۔ کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ جو تہمت میں نے اس کو لگائی ہے اس میں میں سچا ہوں۔ چار دفعہ شوہر اس طرح کہے پھر پانچویں دفعہ کہے اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ جب مرد پانچویں دفعہ کہہ چکے تو عورت چار دفعہ اسی طرح کہے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ اس نے جو تہمت مجھے لگائی ہے اس تہمت میں یہ جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے اگر اس تہمت لگانے میں یہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ٹوٹے۔ اس طرح سے دونوں کے قسمیں کھانے کو شریعت میں لعان کہتے ہیں۔(1)

جب دونوں قسم کھالیں تو جج دونوں میں جدائی کرادے گا جس سے ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اور اگر شوہر نے بچے کی وجہ سے تہمت لگائی تھی تو جج باپ سے بچے کا نسب ختم کردے گا اور اس کو ماں کے حوالے کردے گا۔

مسئلہ: اگر شوہر نے کہا تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے تو لعان نہ ہوگا۔ ہاں بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کی نفی کرے گا تو لعان ہوگا۔(2)

1- من قذف بصريح الزنا فى دار الاسلام زوجته الحية بنكاح صحيح ولو فى عدة الرجعى العفيفة عن فعل الزنا وتهمته بان لم توطا حراما ولومرة بشبهة و لا نبكاح فاسد و لالها ولد بلا اب وصلحا لاداء الشهادة على المسلم ...... او من نفى نسب الولد منه او من غيره و طالبته او طالبه الولد المنفى به اى بموجب القذف و هو الحد عند القاضى...... لاعن...... ان اقر بقذفه او ثبت قذفه بالبينة...... فان لا عن لاعنت بعده لانه المدعى...... فان التعنا ولو اكثره بانت بتفريق القاضى...... وان قذف الزوج بولد حي نفى الحاكم نسبه من ابيه و الحقه بامه. (درمختار ص 636-640 ج 2)

2- لا لعان بنفى الحمل لعدم تيقنه عند القذف. (درمختار ص 641 ج 2)

مسئلہ: جب تک بچہ ہونے کی مبارکباد دی جاتی ہے مثلاً سات دن تک تو اگر اس مدت کے اندر شوہر نے بچے کی اپنے سے ہونے کی نفی کی تو اس نفی کا اعتبار ہوگا اس کے بعد کی تو اعتبار نہ ہوگا۔(3)

مسئلہ: اگر شوہر نے کہا تو نے زنا کیا ہے اور یہ حمل زنا سے ہے تو چونکہ زنا کی صریح تہمت پائی گئی لہٰذا لعان ہوگا البتہ عدالت ابھی حمل کی شوہر سے نفی کا حکم نہیں لگائے گی۔ کیونکہ ہوسکتا ہے وہ رسولی ہو حمل نہ ہو البتہ اگر الٹرا ساؤنڈ میں بچہ موجود ہو تو اس کی بنیاد پر عدالت نفی کا حکم لگا سکتی ہے۔(4)

مسئلہ: اگر شوہر لعان کی قسمیں کھانے سے انکار کرے تو اس کو قید کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ یا تو قسمیں کھالے یا تہمت لگانے میں اپنے جھوٹا ہونے کا اعتراف کر لے۔ اپنے جھوٹا ہونے کا اعتراف کرنے کی صورت میں شوہر پر حد قذف لگے گی۔(5)

مسئلہ: اگر شوہر لعان کی قسمیں کھالے لیکن عورت قسمیں کھانے پر تیار نہ ہو تو اس کو قید کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ یا تو قسمیں کھالے یا مرد کے الزام کی تصدیق کر دے۔ محض الزام کی تصدیق پر عورت پر زنا کی حد نہیں لگے گی کیونکہ یہ اقرار نہیں ہے۔(6)

مسئلہ: لعان کے واجب ہونے کے بعد اگر نکاح ٹوٹ جائے مثلاً زوجین کے درمیان کسی اور وجہ سے نکاح فسخ کر دیا جائے یا شوہر طلاق بائن دیدے یا شوہر مر جائے تو لعان ساقط ہو جائے گا اور طلاق بائن دینے کے بعد اگر شوہر اس عورت سے دوبارہ نکاح کر لے تو لعان واپس نہ لوٹے گا۔(7)

مسئلہ: لعان کی قسمیں پوری ہونے کے بعد لیکن زوجین میں تفریق کا حکم کئے جانے سے پہلے شوہر کے لیے بیوی سے صحبت کرنا اور اس کے دواعی کا ارتکاب کرنا جائز نہیں۔(8)

مسئلہ: لعان اور جدائی کا حکم لگنے کے بعد شوہر اسی عورت سے صرف اس وقت دوبارہ نکاح کر سکتا ہے جب وہ تہمت لگانے میں اپنے جھوٹے ہونے کا اعتراف کر لے۔(9)

3- نفي الولدالحي عند التهنئة و مدتها سبعة ايام عادة...... صح وبعده لا لاقراره به دلالة. (در مختار ص 641ج 2)

4- وتلاعنا بقوله زنيت وهذا الحمل منه للقذف الصريح ولم ينف الحاكم الحمل لعدم الحكم عليه قبل ولادته و نفيه عليه الصلاة والسلام ولد هلال لعلمه بالوحي. (درمختار ص 641 ج 2)

5- فان ابى حبس حتى يلاعن او يكذب نفسه فيحد للقذف. (درمختار ص 637 ج 2)

6- والا حبست حتى تلاعن اوتصدقه فيندفع به اللعان ولا تحد و ان صدقته اربعا لانه ليس باقرار قصدا. (درمختار ص 638 ج 2)

7- ويسقط اللعان بعد وجوبه بالطلاق البائن ثم لا يعود بتزوجها بعده لان الساقط لا يعود (درمختار ص 639 ج 2)

8- وحرم وطؤها بعد اللعان قبل التفريق. (درمختار ص 640ج 2)

9- وله بعد ما كذب نفسه ان ينكحها حد او لا (درمختار ص 640 ج2)

باب:26

مفقود اور غائب کا حکم

مفقود یعنی لاپتہ شخص کی زوجہ کا حکم (1)

جس عورت کا شوہر ایسا لاپتہ ہو گیا ہو کہ اس کا کچھ پتہ نہ چلتا ہو اور عورت کے لیے خرچہ کا انتظام نہ ہو سکے یا معصیت کے خوف کی وجہ سے اس کا بیٹھنا مناسب نہ سمجھا جائے تو اس وقت عورت قاضی کی عدالت میں مرافعہ یعنی اپیل کرے اور بذریعہ شہادت شرعیہ یہ ثابت کرے کہ میرا فلاں شخص سے نکاح ہوا تھا۔ اگر نکاح کے عینی گواہ موجود نہ ہوں تو اس معاملہ میں شہرت کی بناء پر بھی شہادت کافی ہے۔ اس کے بعد گواہوں سے اس کا مفقود ولاپتہ ہونا ثابت کرے۔ بعدازاں قاضی خود بھی مفقود کی تفتیش وتلاش کرے اور جب پتہ ملنے سے مایوس ہو جائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے۔ پھر اگر ان چار سالوں میں بھی مفقود کا پتہ نہ چلے تو اس مدت کے ختم ہونے پر مفقود کو مردہ تصور کیا جائے گا۔ اس کے بعد عدت وفات یعنی چار ماہ دس دن کی عدت گزار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا۔

تنبیہات

1: بہتر ہے کہ چار سال گزرنے پر قاضی کی عدالت سے حکم بالموت بھی حاصل کر لیا جائے۔

2: قاضی جو چار سال کی مدت مقرر کرے گا اس کی ابتداء اس وقت سے لی جائے گی جب خود وہ تفتیش کر کے پتہ چلنے سے مایوس ہو جائے۔ قاضی کی عدالت میں پہنچنے سے پہلے خواہ کتنی ہی مدت گزری ہو اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

یہ اس صورت میں ہے جب عورت کے لیے نفقہ اور گزارہ کا بھی کچھ انتظام ہو اور عصمت وعفت کے ساتھ یہ مدت گزارنے پر قدرت بھی ہو۔

3: اگر اس کے نفقہ اور گزارہ کا انتظام نہ ہو نہ تو شوہر نے چھوڑا ہو اور نہ ہی کسی عزیز وقریب نے یا حکومت نے کفالت کی ہو اور خود بھی محنت ومزدوری پردہ وعفت کے ساتھ کر کے اپنے گزارہ نہیں کر سکتی تو کم از کم ایک

1- حیلہ ناجزہ ص 156 تا 163، احسن الفتاوی ص 422-420 ج 5

ماہ صبر و انتظار کر کے کسی مسلمان جج کی عدالت میں فسخ نکاح کا مطالبہ کرے اور وہ جج تحقیق و تفتیش مکمل ہو جانے پر نکاح فسخ کر دے۔

4: اگر نفقہ و گزارہ کا تو انتظام ہے مگر شوہر کے بغیر زنا و بدکاری میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے تو ایک سال انتظار کے بعد مسلمان جج کی عدالت میں فسخ نکاح کا دعوی کرے۔ وہ جج تحقیق و تفتیش مکمل ہونے پر نکاح کو فوری فسخ کر دے۔

5: اگر دوسرے شوہر سے نکاح کے بعد پہلا شوہر واپس آ جائے تو دوسرا نکاح باطل ہو جائے گا اور عورت پہلے شوہر کو واپس ملے گی۔ البتہ اگر خلوت صحیحہ ہو چکی ہو تو عورت کو دوسرے شوہر سے پورا مہر بھی ملے گا اور اس کی عدت بھی گزارنی ہوگی۔

غائب غیر مفقود کی زوجہ کا حکم

جو شخص غائب ہو جائے اور پتہ اس کا معلوم ہو لیکن نہ وہ خود آتا ہے نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ اس کے خرچے وغیرہ کا انتظام کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے۔

اس شخص کی زوجہ کے لیے جو صورت بالاتفاق صحیح ہے وہ یہ ہے کہ اس کے خاوند کو خلع پر راضی کیا جائے۔ اگر وہ اس پر راضی نہ ہو تو پھر اگر یہ عورت صبر کر کے اپنا زمانہ عفت میں گزار سکے تو بہتر ورنہ جب گزارہ اور نان نفقہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو سخت مجبوری میں یہ گنجائش ہے کہ وہ پہلے قاضی کے پاس مقدمہ پیش کر کے گواہوں سے اس غائب کے ساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے۔ پھر یہ ثابت کرے کہ وہ مجھ کو خرچہ دے کر نہیں گیا اور نہ وہاں سے میرے لیے خرچہ بھیجا نہ یہاں کوئی انتظام کیا اور نہ میں نے خرچہ معاف کیا اور خرچہ سے متعلق باتوں پر حلف بھی اٹھائے۔

اس کے بعد اگر کوئی عزیز یا اجنبی اس کے خرچہ کی کفالت کرے تو خیر ورنہ قاضی اس کے پاس دو ثقہ آدمیوں کے ذریعہ یا کسی جدید باوثوق ذریعہ سے حکم بھیجے کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اس کو بلا لو یا وہیں سے کوئی انتظام کر دو ورنہ اس کو طلاق دے دو۔ اور اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بھی نہ کی تو پھر ہم خود تم دونوں میں تفریق کر دیں گے۔ اس پر بھی اگر خاوند کوئی صورت قبول نہ کرے تو قاضی ایک مہینے کے مزید انتظار کا حکم دے۔ اس مدت میں بھی اگر اس کی شکایت رفع نہ ہو تو قاضی اس عورت کو اس غائب شخص کی زوجیت سے الگ کر دے۔ یہ تفریق طلاق رجعی شمار ہوگی۔

تنبیہ: اگر غائب تفریق کئے جانے کے بعد واپس آ جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(1) یہ کہ عدت کے اندر اندر واپس آ جائے اور با قاعدہ خرچ وغیرہ دینے پر آمادہ ہو تو اس صورت میں

2- حیلہ ناجزہ ص 165-167

اس کو رجوع کرنے کا حق ہے۔

(2) یہ کہ عدت ختم ہونے کے بعد آیا ہو۔ اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس نے عورت کے دعوی کے خلاف کوئی بات ثابت کر دی مثلاً یہ کہ میں نے اس کو پیشگی خرچہ دے دیا تھا تو اس کو ہر حال میں بیوی مل جائے گی اور اگر خاوند نے عورت کے دعوی کے خلاف کوئی بات ثابت نہ کی تو عورت اس کو نہ ملے گی کیونکہ عدت کے بعد رجعت کا حق نہیں رہتا۔

باب: 27

اولاد کے حلالی ہونے کا بیان

مسئلہ: جب کسی شوہر والی عورت کے اولاد ہوگی تو وہ اسی شوہر کی اولاد کہلائے گی۔ کسی پر یہ شبہ رکھنا کہ یہ بچہ اس کے شوہر کا نہیں ہے بلکہ کسی دوسرے کا ہے درست نہیں اور اس بچہ کو حرامی کہنا درست نہیں۔ اگر اسلامی حکومت ہو تو ایسا کہنے والے کو کوڑے مارے جائیں گے۔

مسئلہ: شریعت کا قاعدہ ہے کہ جب تک ہو سکے تب تک بچہ کو حرامی نہ کہیں گے جب بالکل مجبوری ہو جائے تب حرامی ہونے کا حکم لگائیں گے اور عورت کو گناہگار ٹھہرائیں گے۔(1)

مسئلہ: حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینے ہے اور زیادہ سے زیادہ دو برس یعنی کم سے کم چھ مہینے بچہ پیٹ میں رہتا ہے پھر پیدا ہوتا ہے۔ چھ مہینے پہلے صحیح وسالم بچہ پیدا نہیں ہوتا اور زیادہ سے زیادہ دو برس پیٹ میں رہ سکتا ہے۔ اس سے زیادہ پیٹ میں نہیں رہ سکتا۔(2)

مسئلہ: کسی نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے دی پھر دو سال سے کم میں عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو بچہ اسی شوہر کا ہے اس کو حرامی کہنا درست نہیں۔ اگر دو سال سے ایک دن بھی کم ہو تب بھی یہی حکم ہے۔ ایسا سمجھیں گے کہ طلاق سے پہلے کا حمل ہے اور دو برس تک بچہ پیٹ میں رہا اور اب بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کی عدت ختم ہوئی اور نکاح سے الگ ہوئی۔ ہاں اگر وہ عورت اس جننے سے پہلے خود ہی اقرار کر چکی ہو کہ میری عدت ختم ہوگئی تو مجبوری ہے اب یہ بچہ حرامی ہے الا یہ کہ اقرار سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا ہو کیونکہ اس وقت معلوم ہوا کہ اس کا اقرار غلط تھا۔

جس عورت کو طلاق رجعی ملی ہو اس کے ہاں اگر دو برس کے بعد بچہ ہوا اور ابھی تک عورت نے اپنی عدت ختم ہونے کا اقرار نہیں کیا ہے تب بھی وہ بچہ اسی شوہر ہی کا ہے چاہے جتنے سال بعد ہوا ہو اور ایسا سمجھیں گے کہ طلاق دے دینے کے بعد عدت میں صحبت کی تھی یعنی رجوع کر لیا تھا۔ اس لیے وہ عورت اب بچہ پیدا

1- والنسب يحتاط في اثباته يعني وان كان نادرا لكن النسب يحتاط في اثباته فيجب بناؤه على هذا النادر (عناية ص 349 ج 4)

2- اكثر مدة الحمل سنتان......واقلها ستة اشهر اجماعا. (درمختار ص 676 ج 2)

ہونے کے بعد اسی کی بیوی ہے اور دونوں کا نکاح نہیں ٹوٹا۔ ہاں اگر مرد کا بچہ نہ ہو تو وہ کہدے کہ میرا نہیں ہے اور جب انکار کرے گا تو لعان کا حکم ہوگا۔(3)

مسئلہ: کسی جوان عورت کا شوہر مر گیا تو مرنے کے وقت سے اگر دو برس کے اندر بچہ پیدا ہوا تو وہ حرامی نہیں بلکہ شوہر کا بچہ ہے۔ ہاں اگر وہ عورت اپنی عدت ختم ہونے کا اقرار کر چکی ہو تو مجبوری ہے اب حرامی کہا جائے گا۔ البتہ اگر اقرار سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہو تو حرامی نہ ہوگا اور اقرار جھوٹا قرار پائے گا اور اگر شوہر کی وفات کے دو برس کے بعد پیدا ہو تب بھی حرامی ہے۔(4)

مسئلہ: نکاح کے بعد چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو وہ حرامی ہے اور پورے چھ مہینے یا اس سے زیادہ مدت میں ہوا تو وہ شوہر کا ہے۔ اس پر بھی شبہ کرنا گناہ ہے۔ البتہ اگر شوہر انکار کرے اور کہے میرا نہیں ہے تو لعان کا حکم ہوگا۔(5)

مسئلہ: نکاح ہو گیا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ لڑکا پیدا ہو گیا تو وہ لڑکا شوہر ہی سے ہے حرامی نہیں ہے اور اس کو حرامی کہنا درست نہیں۔ اور یہ سمجھیں گے کہ کسی طرح سے میاں بیوی کا ملاپ ہو گیا ہوگا۔ ہاں اگر شوہر کا نہ ہو تو انکار کرے اور انکار کرنے پر لعان کا حکم ہوگا۔(6)

مسئلہ: میاں پردیس میں ہے اور کئی سال گزر گئے کہ گھر نہیں آیا اور یہاں بچہ پیدا ہو گیا اور شوہر اس کو اپنا ہی بتاتا ہے تب بھی وہ قانون شریعت کے مطابق حرامی نہیں۔ اسی شوہر کا ہے اور یہ سمجھیں گے کہ کسی کرامت سے دونوں ایک جگہ جمع ہو گئے ہونگے۔ البتہ اگر شوہر کا نہیں ہے تو وہ خبر پا کر انکار کر سکتا ہے۔ اس پر لعان ہوگا۔(7)

مسئلہ: اگر طلاق بائن دے دی تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر طلاق کے دو برس کے اندر اندر پیدا ہوا تب تو اسی شوہر کا ہوگا بشرطیکہ عورت نے عدت گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو۔ اور اگر دو برس کے بعد ہو تو وہ حرامی

3- فيثبت نسب ولد معتدة الرجعي ولو بالا شهر لاياسها...... و ان ولدت لاكثر من سنتين ولو لعشرين سنة فاكثر لاحتمال امتداد طهرها و علوقها فى العدة ما لم تقر بمضى العدة والمدة تحتمله وكانت الولادة رجعة لو فى الاكثر منهما او لتمامهما لعلوقها فى المدة. (درمختار ص 676,677 ج 2)

4- يثبت نسب ولد المتوفى عنها زوجها ما بين الوفاة و بين السنتين...... واذا اعترفت المعتدة بانقضاء عدتها ثم جاءت بالولد لا قل من ستة اشهر يثبت نسبه لانه ظهر كذبها بيقين فبطل الا قرار وان جاء ت به لستة اشهر لم يثبت لانا لم نعلم ببطلان الاقرار لاحتمال الحدوث بعده. (هدايه)

5- اذا تزوج الرجل امرأة فجاء ت بولد لاقل من ستة اشهر منذ يوم تزوجها لم يثبت نسبه لان العلوق سابق على النكاح فلا يكون منه وان جاء ت به لستة اشهر فصاعدا يثبت منه اعترف به الزوج او سكت لان الفراش قائم والمدة تامة حتى لو نفاه الزوج يلاعن. (هدايه)

6,7- اكتفوا بقيام الفراش بلا دخول كتزوج المغربى بمشرقية بينهما سنة فولدت لستة اشهر مذ تزوجها لتصوره كرامة او استخداما. (در مختار ص 684 ج 2)

ہے۔ ہاں اگر دو برس کے بعد پیدا ہونے پر بھی مرد دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرا ہے تو حرامی نہ ہوگا اور ایسا سمجھیں گے کہ عدت کے اندر غلط فہمی سے صحبت کر لی ہوگی اس سے حمل ٹھہر گیا ہوگا۔(8)

مسئلہ: اگر نابالغ لڑکی کو طلاق بائن مل گئی ہو جو ابھی بالغ تو نہیں ہوئی لیکن بلوغت کے قریب ہو گئی ہے۔ پھر طلاق کے بعد پورے نو مہینے میں بچہ پیدا ہوا تو وہ حرامی ہے اور اگر نو مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو شوہر کا ہے۔ البتہ وہ لڑکی عدت کے اندر یعنی تین مہینے سے پہلے اقرار کر لے کہ مجھے حمل ہے تو وہ بچہ حرامی نہ ہوگا۔ اور اس صورت میں دو برس کے اندر اندر پیدا ہونے سے باپ کا کہلائے گا اور اگر طلاق رجعی ملی ہو تو ستائیس مہینے سے کم میں پیدا ہونے سے بھی باپ ہی کا کہلائے گا۔(9)

مسئلہ: شوہر نے تین طلاقیں دیں پھر حلالہ کے بغیر اس سے دوبارہ نکاح کر لیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت السب ہوگا حرامی نہ ہوگا۔

مسئلہ: ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا اس سے حمل ٹھہر گیا پھر اس شخص نے اسی عورت سے نکاح کر لیا۔ اگر بچہ نکاح سے چھ ماہ یا زائد پر پیدا ہوا تو شوہر کا کہلائے گا اور اگر چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوا تو اس کا نسب ثابت نہ ہوگا الا یہ کہ شوہر اس کا اپنا ہونے کا دعویٰ کرے اور یہ نہ کہے کہ یہ زنا سے ہے تو پھر اس کا نسب ثابت مانا جائے گا۔

8- کما یثبت بلا دعوة احتیاطا فی مبتوتة جاء ت به لاقل منهما من وقت الطلاق لجواز وجوده وقت (ای وجود الحمل وقت الطلاق) ولم تقر بمضیها کما مرولو لتمامهما لایثبت النسب...... الا بدعوته لانه التزمه وهی شبهة عقد ایضا.

9- فان کانت المبتوتة صغیرة یجامع مثلها (ای المراهقة المدخول بها) فجاء ت بولد لتسعة اشهر لم یلزمه حتی تاتی به لا قل من تسعة اشهر عند ابی حنیفة و محمد. و قال ابو یوسف یثبت النسب منه الی سنتین لانها معتدة یحتمل ان تکون حاملا ولم تقر بانقضاء العدة فاشبهت الکبیرة ...... وان کانت مطلقة طلاقا رجعیا فکذلک الجواب عندهما وعنده یثبت الی سبعة و عشرین شهرا لانه یجعل واطئا فی آخر العدة وهی الثلاثة الاشهر ثم تاتی لاکثر مدة الحمل و هو سنتان. (هدایه)

باب:28

اولاد کی پرورش کا بیان

پرورش کا حق کس کو ہے

مسئلہ: میاں بیوی میں جدائی ہوگئی اور طلاق مل گئی اور گود میں بچہ ہے تو اس کی پرورش کا حق سب سے پہلے ماں کو ہے۔ ماں لینے پر تیار نہ ہو اور دوسرے لینے پر تیار ہوں تو پھر پرورش کا حق نانی کو پھر پرنانی کو اس کے بعد دادی کو ہے۔ یہ نہ ہوں تو سگی بہنوں کو حق ہے کہ وہ اپنے بھائی کی پرورش کریں۔ اس کی بہنیں نہ ہوں تو سوتیلی بہنیں مگر جو ماں شریک بہنیں ہیں وہ پہلے ہیں پھر باپ شریک بہنیں ہیں۔ پھر خالہ اور پھر پھوپھی۔ اگر ان عورتوں میں سے کوئی نہ ہو تو پھر باپ زیادہ مستحق ہے پھر دادا پھر سگا بھائی پھر باپ شریک بھائی پھر سگے بھائی کے لڑکے پھر باپ شریک بھائی کے لڑکے وغیرہ پھر چچا تایا پھر چچا زاد بھائی وغیرہ۔ اگر یہ مرد رشتہ دار جن کا ذکر ہوا اور جو عصبہ ہیں یعنی جن کے ساتھ رشتہ میں عورت کا واسطہ نہیں آتا اگر نہ ہوں تو پھر ذوی الارحام یعنی وہ رشتہ دار جن کے ساتھ رشتے میں عورت کا واسطہ آتا ہے ان کا حق ہے۔ ان میں مقدم ماں شریک بھائی ہے۔ پھر اس کا بیٹا ہے پھر ماں شریک چچا پھر سگا ماموں ہے۔ پھر ماں شریک ماموں ہے وغیرہ۔(1)

مسئلہ: اگر ایک درجے میں ایک سے زیادہ افراد ہوں مثلاً ایک سے زیادہ سگی بہنیں ہیں یا ایک سے زیادہ سگے بھائی ہیں تو ان میں حقدار وہ ہوگا جو سب سے زیادہ نیک ہو پھر جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو پھر جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔(2)

1- الحضانه تثبت للام...... ثم بعد الام بان ماتت اولم تقبل او اسقطت حقها او تزوجت باجنبی ام الام و ان علت عند عدم اهلية القربى ثم ام الاب و ان علت...... ثم الاخت لاب و ام ثم لام لان هذا الحق لقرابة الام ثم الاخت لاب ثم بنت الاخت لابوين ثم لام ثم لاب ثم الخالات كذلك اى لابوين ثم لام ثم لاب ...... ثم العمات كذلك ...... ثم العصبات بترتيب الارث فيقدم الاب ثم الجد ثم الاخ الشقيق ثم لاب ثم بنوه كذلك ثم العم ثم بنوه.....ثم اذا لم يكن عصبة فلذوى الارحام فتدفع لاخ لام ثم لابنه ثم للعم لام ثم للخال لابوين ثم لام. (درمختار ص 693 ج 2)

2- واذا اجتمعوا فالا ورع ثم الاسن (درمختار ص 693 ج 2 فان تساووا فاصلحهم ثم اورعهم ثم اكبرهم. (درمختار ص 694 ج 2)

مسئلہ: چچا زاد بھائی لڑکے کی پرورش کا حق تو رکھتا ہی ہے لڑکی کی پرورش کا حق بھی اس کو ہوگا جب کہ لڑکی غیر مشتہاۃ ہو یا مشتہاۃ ہو لیکن چچا زاد بھائی سے امن ہو۔ اور اگر اس سے امن نہ ہو تو مشتہاۃ اس کی پرورش میں نہ دی جائے گی۔(3)

پرورش کا حق مندرجہ ذیل باتوں سے نہیں رہتا۔(4)

1: اس سے بچے کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو مثلاً پرورش کرنے والی عورت اپنی ملازمت وغیرہ میں زیادہ وقت گھر سے باہر رہتی ہو اور اس سے بچہ ضائع ہوتا ہو تو اس کو حق نہیں ہوگا۔

2: پرورش کرنے کی قدرت نہ ہو۔

3: فاسق فاجر ہو کہ اس کے فسق وفجور کی وجہ سے بچہ ضائع ہوتا ہو۔

مسئلہ: اگر عورت فاسق تو ہو لیکن ایسا فسق ہو کہ بچہ ضائع نہ ہوتا ہو مثلاً عورت بے نمازی ہے یا ٹیلی ویژن دیکھتی ہے تو بچے کی سمجھداری کی عمر تک اس کو پرورش کا حق رہے گا۔

مسئلہ: اور اگر ایسا فسق ہو کہ جس سے بچہ ضائع ہوتا ہو مثلاً زنا و بدکاری میں مبتلا ہو یا چوری ڈاکہ کرتی ہو یا نوحہ کرنے کے لئے جاتی ہو تو اس کو حق نہ ہوگا۔

4: باپ تنگ دست ہو اور ماں مفت پرورش کرنے پر تیار نہ ہو۔ جبکہ مثلاً خالہ یا پھوپھی مفت پرورش کرنے پر تیار ہو۔

5: پرورش کرنے والا حقدار بچے کو ایسے گھر میں رکھے جس میں بچے سے بغض رکھنے والے لوگ ہوں۔

6: پرورش کرنے والی عورت اجنبی شوہر کے نکاح میں ہو۔

مسئلہ: اگر ماں نے کسی ایسے مرد سے نکاح کر لیا جو بچے کا محرم رشتہ دار نہیں تو اب اس بچے کی پرورش کا حق ماں کو نہیں رہا۔ البتہ اگر اس بچے کے کسی محرم رشتہ دار مثلاً چچا سے نکاح کر لیا تو ماں کا حق باقی ہے۔ ماں کے سوا کوئی اور عورت جیسے بہن، خالہ وغیرہ کسی ایسے ہی مرد سے نکاح کر لے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اب اس بچہ کی پرورش کا حق نہیں رہا۔

3- سوی...... ابن عم لمشتهاة و هو غير مامون (درمختار ص 693 ج 2) اما اذا كانت لا تشتهى كبنت ستة مثلا فلا منع لانه لا فتنة وكذا اذا كانت تشتهي وكان مامونا. (رد المحتار ص 693 ج 2)

4- الحضانة تثبت للام...... الا ان تكون مرتدة فحتى تسلم لانها تحبس اوفاجرة فجورا يضيع الولد به كزنا و غناء و سرقة و نياحة...... و في القنية الام احق بالولد ولو سيئة السيرة معروفة بالفجور ما لم يعقل ذلك...... او غير مامونة...... بان تخرج كل وقت و تترك الولد ضائعا...... او متزوجة بغير محرم الصغير او أبت ان تربيه مجانا و الحال ان الاب معسر و العمة تقبل ذلك اى تربيه مجانا ولا تمنعه عن الام قيل للام اما ان تمسكيه مجانا او تدفعيه للعمة درمختار ص 688,689 ج 2) و ينبغي ان يكون المراد بالفسق في كلا مهم هنا الزنا...... لا مطلقه الصادق بترك الصلاة. (رد المحتار ص 688 ج 2)

مسئلہ: غیر مرد سے نکاح کر لینے کی وجہ سے حق جاتا رہا تھا لیکن پھر اس مرد نے بائن یا مغلظہ طلاق دے دی یا مر گیا تو اب پھر ماں کا حق لوٹ آئے گا اور بچہ اس کے حوالے کر دیا جائے گا۔(5)

پرورش کا حق کب تک

مسئلہ: لڑکا جب تک سات برس کا نہ ہو تب تک ماں کو اس کی پرورش کا حق رہتا ہے۔ جب سات برس کا ہو گیا تو اب باپ اس کو زبردستی لے سکتا ہے تاکہ وہ لڑکے کی تعلیم و تربیت کرے۔ اور لڑکی کی پرورش کا حق ماں کو نو برس کی عمر تک رہتا ہے۔ جب نو برس کی ہو گئی تو باپ لے سکتا ہے تاکہ وہ لڑکی کی حفاظت کرے۔ اب عورت کو روکنے کا حق نہیں۔(6)

پرورش کے چند دیگر مسائل

مسئلہ: پرورش بچے کا حق ہے لہٰذا ماں کو اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ البتہ اگر اگلے درجے کا کوئی شخص بچے کی پرورش کرنے پر راضی ہو تو پھر ماں کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔(7)

مسئلہ: عورت اگر بچے کے باپ کے نکاح میں نہ ہو یا اس کی عدت میں نہ ہو تو اس کو پرورش کرنے کی اجرت لینے کا حق حاصل ہے جو اگر بچے کے پاس مال ہے تو اس میں سے ملے گی ورنہ بچے کا باپ دے گا۔(8)

مسئلہ: لڑکا جب بالغ ہو جائے اور سمجھ بوجھ والا ہو جائے اور اس پر امن ہو تو باپ اس کو زبردستی اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا۔ وہ چاہے اکیلا رہے چاہے والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ رہے۔ اور اگر لڑکے پر امن نہ ہو تو باپ اس کو اپنے ساتھ رکھے گا لیکن اس وقت اس کا خرچہ باپ کے ذمہ نہیں ہوگا۔ اگر باپ خرچہ اٹھا لے تو اس کا احسان ہوگا۔

مسئلہ: لڑکی کی اگر پہلے شادی ہو کر ٹوٹ چکی ہو اور اس پر امن نہ ہو تو باپ اس کو اپنے ساتھ رکھے گا۔

5- وتعود الحضانة بالفرقة البائنة لزوال المانع. (درمختار ص 695 ج 2)

6- والحاضنة اما او غيرها احق به اى بالغلام حتى يستغني عن النساء و قدر بسبع و به يفتى لانه الغالب. (در مختار ص 695 ج 2) والام والجدة لام او لاب احق بالصغيرة حتى تحيض اى تبلغ فى ظاهر الرواية...... و غيرهما احق بهاحتى تشتهي و قدر بتسع و به يفتى...... و عن محمد ان الحكم فى الام والجدة كذلك وبه يفتى لكثرة الفساد (در مختار ص 695 ج 2) والحاصل ان الفتوى على خلاف ظاهر الرواية. (رد المحتار ص 696 ج 2)

7- اختلف فى الحضانة هل هى حق الحاضنة او حق الولد فقيل بالاول فلا تجبر اذا امتنعت و رجحه غير واحد و عليه الفتوى و قيل بالثانى فتجبر و اختاره الفقهاء الثلاثة ابو الليث والهندوانى و خواهرزاده وايده فى الفتح بما فى كافى الحاكم الشهيد...... فافاد اى كلام الحاكم ان قول الفقهاء جواب ظاهر الرواية قال فى البحر فالترجيح قد اختلف و الاولى لافتاء بقول الفقهاء الثلاثة لكن قيده فى الظهيرية بان لايكون للصغير ذو رحم محرم فحينئذ تجبر الام كى لا يضيع الولد اما لو امتنعت الام و كان له جدة رضيت بامساكه دفع اليها. (رد المحتار ص 690 ج 2)

8- الام تستحق اجرة على الحضانة اذا لم تكن منكوحة ولا معتدة لابيه و تلك الاجرة غير اجرة ارضاعه. (عالمگیری ص 543 ج 1)

اور اگر اس پر امن ہو تو باپ اس کو زبردستی اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا وہ جہاں چاہے رہے۔

اور اگر بلوغت کے بعد لڑکی کنواری ہو تو اگر چہ اس پر امن ہو لیکن نوجوان ہونے کی وجہ سے ولی اس کو اپنے ساتھ رکھے گا۔ پھر جب عمر پختہ ہو جائے تو ولی کا اختیار ختم ہو جائے گا اور وہ جہاں چاہے رہے۔(9)

ماں باپ کو بچے سے ملنے کا حق

مسئلہ: بچہ والدین میں سے ایک کے پاس ہو تو دوسرے کو بچے سے روزانہ ایک مرتبہ ملنے کا اور خبر گیری کرنے کا حق ہے۔(10)

مسئلہ: بچہ والدین میں سے کسی ایک کی پرورش میں ہو تو اس پر واجب نہیں ہے کہ وہ بچے کو دوسرے سے ملانے کے لیے بھیجے بلکہ دوسرا خود آ کر مل جائے اور پرورش کرنے والا ملنے سے روک نہیں سکتا۔(11)

مسئلہ: بچہ والدین کے علاوہ کسی اور کے پاس ہو تو ماں باپ دونوں کو ایک مرتبہ روزانہ ملنے کا حق ہے۔(12)

ماں یا باپ کا بچے کو دوسرے شہر لے جانا

مسئلہ: بچہ جب ماں کی پرورش میں ہو اور ماں اس کو کسی دوسرے شہر لے جانا چاہے تو باپ کی اجازت کے بغیر نہیں لے جا سکتی سوائے اس صورت کے کہ ماں کا آبائی شہر کوئی دوسرا ہو اور شوہر نے اس سے اس کے شہر میں نکاح کیا ہو تو وہ بچے کو اپنے آبائی شہر لے جا سکتی ہے۔ اسی طرح بچہ جب باپ کی پرورش میں ہو تو وہ اس کو ماں کی اجازت کے بغیر دوسرے شہر نہیں لے جا سکتا۔(13)

9- ويمسكه هولاء ان كان غلاما الى ان يدرك. فبعد ذلك ينظر ان كان قد اجتمع رايه وهو مامون على نفسه يخلى سبيله فيذهب حيث شاء. وان كان غير مامون على نفسه. فالاب يضمه الى نفسه ويوليه ولا نفقة عليه الا اذا تطوع. والجارية ان كانت ثيبا و غير مامونة على نفسها لا يخلى سبيلها و يضمها الى نفسه. وان كانت مامونة على نفسها فلا حق له فيها ويخلى سبيلها و تنزل حيث احبت...... وان كانت البالغة بكرا فللاولياء حق الضم وان كان لا يخاف عليها الفساد اذا كانت حديثة السن...... واما اذا دخلت في السن واجتمع لها رايها وعفتها فليس للاولياء الضم ولها ان تنزل حيث احبت لا يتخوف عليها. (عالمگیری 542,543 ج1)

10- له اخراجه الى مكان يمكنها ان تبصر ولدها كل يوم كما في جانبها...... اى كما انها اذا كان الولد عندها لها اخراجه الى مكان يمكنه ان يبصرولده كل يوم. (درمختار و ردالمحتار ص 698,699 ج 2)

11- اذا سقطت حضانة الام و اخذه الاب لا يجبر على ان يرسله لها بل هي اذا ارادت ان تراه لا تمنع من ذلك. (درمختار ص 699 ج 2)

12- له اخراجه الى مكان يمكنها ان تبصر و لدها كل يوم كما في جانبها. (در مختار ص 698 ج 2)

13- ليس للمطلقة باننا بعد عدتها الخروج بالولد من بلدة الى اخرى بينهما تفاوت فلو بينهما تفاوت بحيث يمكنه ان يبصرولده ثم يرجع في نهاره لم تمنع مطلقا لانه كالا نتقال من محلة الى محلة الا اذا انتقلت من القرية و في عكس لا لضرر الولد بتخلقه باخلاق اهل السواد الا اذا كان ما انتقلت اليه وطنها و قد نكحها ثمة اى عقد عليها في وطنها ولو قرية في الاصح. (درمختار ص 697,698 ج 2) قوله من محلة الى محلة اى في بلد واحدة الظاهر انه لو كان بين المحلتين تفاوت تمنع (ردالمحتار ص 698 ج 2)

باب:29

عدت کا بیان

مسئلہ: جب کسی کا شوہر طلاق دے دے یا خلع وایلاء وغیرہ کسی اور طرح سے نکاح ٹوٹ جائے یا شوہر مر جائے تو ان سب صورتوں میں تھوڑی مدت تک عورت کو کچھ پابندیاں برداشت کرنا ہوتی ہیں اور اس دوران وہ کسی اور مرد سے اپنا نکاح بھی نہیں کر سکتی ہے۔ جب وہ مدت پوری ہو جائے تو جو جی چاہے کرے۔ اس مدت گزارنے کو عدت گزارنا کہتے ہیں۔(1)

طلاق کی عدت

مسئلہ: جس عورت کی رخصتی ہو چکی ہو اور وہ شوہر کے ساتھ تنہائی میں رہ چکی ہو خواہ صحبت ہوئی ہو یا نہیں اور وہ خلوت وتنہائی صحیح ہو یا نہیں اگر اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی خواہ ایک یا دو یا تین اور خواہ رجعی ہو یا بائن ہو اس کی عدت پورے تین حیض ہیں۔(2)

مسئلہ: جس کو طلاق ملی ہے وہ چھوٹی لڑکی ہے جس کو ابھی حیض شروع نہیں ہوئے یا اتنی بڑھیا ہے کہ اب حیض آنا بند ہو گیا ہے ان دونوں کی عدت تین مہینے ہے۔(3)

مسئلہ: کسی نابالغ لڑکی کو طلاق مل گئی۔ اس نے مہینوں کے حساب سے عدت شروع کی پھر عدت کے اندر ہی ایک یا دو مہینے کے بعد حیض آ گیا تو اب پورے تین حیض آنے تک بیٹھی رہے۔ جب تک تین حیض پورے نہ ہوں عدت ختم نہ ہو گی۔(4)

1- هی ...... شرعا تربص یلزم المرأة ...... عند و جود سببه (درمختار ص 649 ج2) و ای مانع من ان یراد بالتربص الامتناع من التزوج والخروج و نحوهما. (ردالمحتار ص 649 ج 2)

2- وهی فی حق حرة...... تحیض لطلاق ولو رجعیا او فسخ بجمیع اسبابه...... بعد الدخول حقیقة اوحکما...... ثلاث حیض کوا امل لعدم تجزی الحیضة. (درمختار ص 651 ج 2)

3- والعدة فی حق من لم تحض...... لصغر بان لم تبلغ تسعا او کبر بان بلغت سن الایاس او بلغت بالسن ولم تحض ......ثلاثة اشهر...... ان وطئت (درمختار ص 654-653 ج 2)

4- المطلقة الصغیرة اذا اعتدت و بلغت فی خلال العدة فانها تستقبل العدة بثلاث حیض مبتوتة کانت او رجعیة. (قاضی خان علی هامش عالمگیری ص 551 ج 2)

مسئلہ: اگر کسی کو حمل ہے اور اسی زمانہ میں طلاق مل گئی تو بچہ پیدا ہونے تک بیٹھی رہے یہی اس کی عدت ہے۔ جب بچہ پیدا ہو گیا تو عدت ختم ہو گئی۔ طلاق ملنے کے بعد تھوڑی دیر میں بچہ پیدا ہو گیا تب بھی عدت ختم ہو گئی۔(5)

مسئلہ: اگر کسی نے حیض کے زمانہ میں طلاق دے دی تو جس حیض میں طلاق دی ہے اس حیض کا کچھ اعتبار نہیں۔ اس کو چھوڑ کر تین حیض اور پورے کرے۔(6)

مسئلہ: جس عورت کی رخصتی نہ ہوئی ہو اور اس کی شوہر کے ساتھ کسی قسم کی تنہائی وخلوت نہ ہونے پائی ہو اس کو طلاق مل گئی تو اس پر عدت نہیں ہوتی۔(7)

مسئلہ: طلاق کی عدت کے اندر کھانا کپڑا شوہر کے ذمہ واجب ہے۔

مسئلہ: کسی نے اپنی عورت کو طلاق بائن یا تین طلاقیں دیں پھر عدت کے اندر غلط فہمی میں اس سے صحبت کر لی تو اب اس غلط فہمی کی صحبت کی وجہ سے نئے سرے سے عدت واجب ہو گئی۔ اب نئے سرے سے تین حیض اور پورے کرے۔ اور اگر تین طلاقوں کے بعد یہ جانتے ہوئے کہ عورت اس کے لیے حلال نہیں اس سے صحبت کرے گا تو یہ زنا ہوگا اور اس سے عدت نئے سرے سے شروع کرنا واجب نہیں ہوگا بلکہ سابقہ عدت کو حسب معمول پورا کر لے۔(8)

مسئلہ: غیر عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر اس سے غلط فہمی میں صحبت کر لی پھر معلوم ہوا کہ یہ بیوی نہ تھی تو اس عورت کو بھی عدت بیٹھنا ہوگا۔ (اگر شادی شدہ تھی تو اپنے شوہر کے گھر میں بیٹھے لیکن جب تک عدت ختم نہ ہو چکے تب تک اپنے شوہر کو بھی صحبت نہ کرنے دے نہیں تو دونوں پر گناہ ہوگا۔ اس کی عدت بھی تین حیض ہے۔

5- و فی حق الحامل مطلقا ...... ای سواء کان عن طلاق او وفاة او متارکة او وطء بشبهة ...... وضع جمیع حملها. (درمختار ص 655 ج 2)

6- اذا طلق امرأته فی حالة الحیض کان علیها الاعتداد بثلاث حیض کوامل و لا تحتسب هذه الحیضة من العدة. (عالمگیری ص 527 ج 1)

7- قال لزوجته غیر المدخول بها انت طالق ثلاثا وقعن و ان فرق بانت بالاولی لا الی عدة (تنویر الابصار. باب طلاق غیر المدخول بها).

8- لوطلقها بتطلیقة بائنة او بتطلیقتین بائنتین ثم وطئها فی العدة مع الاقرار بالحرمة کان علیها ان تستقبل العدة استقبالا بکل و طأة و تتداخل مع الاولی الا ان تنقضی الاولی فاذا انقضت الاولی وبقیت الثانیة والثالثة کانت الثانیة والثالثة عدة الوطء حتی لو طلقها فی هذه الحالة لا یقع طلاق آخر فالاصل ان المعتدة بعدة الطلاق یلحقها الطلاق والمعتدة بعدة الوطء لا یلحقها الطلاق. اما المطلقة ثلاثا اذا جامعها زوجها فی العدة مع علمه انها حرام علیه و مع اقراره بالحرمة لا تستانف العدة ولکن یرجم الزوج والمرأة کذلک اذا قالت علمت بالحرمة...... ولو ادعی الشبهة بان قال ظننت انها تحل لی تستانف العدة بکل وطأة وتتداخل مع الاولی ...... (عالمگیری ص 532. 533 ج 1)

اگر اسی دن حمل ٹھہر گیا تو بچہ ہونے تک انتظار کرے اور عدت بیٹھے۔ یہ بچہ حرامی نہیں اس کا نسب ٹھیک ہے جس نے غلط فہمی سے صحبت کی ہے اس کا بچہ ہے۔(9)

مسئلہ: کسی نے نکاح فاسد کر لیا جیسے کسی عورت سے نکاح کیا تھا پھر معلوم ہوا کہ اس کا شوہر ابھی زندہ ہے اور اس نے طلاق نہیں دی یا معلوم ہوا کہ اس مرد و عورت نے بچپن میں ایک عورت کا دودھ پیا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مرد نے اس سے صحبت کر لی پھر حال معلوم ہونے کے بعد جدائی ہوگئی تو بھی عدت بیٹھنا ہو گا۔ جس وقت سے مرد نے توبہ کر کے جدائی اختیار کی اور عورت کو کہا کہ میں نے تجھ کو چھوڑا یا طلاق دی اس وقت سے عدت شروع ہوگئی اور اگر ابھی صحبت نہ ہونے پائی ہو تو عدت واجب نہیں بلکہ ایسی عورت سے صحیح خلوت بھی ہو چکی ہو تب بھی عدت واجب نہیں۔ عدت جب ہی ہے کہ صحبت ہو چکی ہو۔(10)

مسئلہ: طلاق یافتہ عورت کی عدت حیض کے حساب سے شروع ہوئی مگر تین حیض مکمل ہونے سے پہلے مثلاً دو حیض آچکنے کے بعد حیض آنا بند ہو گئے تو اس میں یہ تفصیل ہے۔

1: اگر عورت سن ایاس (یعنی پچپن سال) کے لگ بھگ کو پہنچ چکی ہے تو نئے سرے سے مہینوں کے حساب سے عدت پوری کرے۔ مگر چونکہ ایاس کا حکم انقطاع حیض کے چھ ماہ کے بعد ہوتا ہے لہٰذا چھ ماہ کے بعد مزید تین ماہ عدت کے ہوں گے۔

2: اگر سن ایاس کے لگ بھگ کو نہیں پہنچی تو تیسرے حیض کا انتظار کرے۔ اگر کوئی بیماری ہو تو اس کا علاج کرائے۔ اگر علاج کرانے سے بھی حیض جاری نہ ہوں تو بوقت ضرورت اگر کوئی مالکی قاضی علاقے میں ہو تو اس سے ایک سال کی عدت کا فیصلہ حاصل کیا جائے اور اگر وہ میسر نہ ہو اور شدید ضرورت ہو تو عدالت کے فیصلے کے بغیر بھی ایک سال کی عدت کا فتوی دیا جا سکتا ہے۔(11)

مسئلہ: معتدہ طلاق کے پیٹ میں اگر بچہ سوکھ گیا ہو تو دوا یا آپریشن کے ذریعے رحم کی صفائی کرائی جائے۔ اگر بچہ کا کوئی عضو بن چکا ہو مثلاً ہاتھ پاؤں یا انگلی وغیرہ تو اس صفائی یا اسقاط سے عدت ختم ہوگئی۔

9- عدة ..... الموطونة بشبهة..... الحيض للموت اى موت الواطى وغيره كفرقة و متاركة لان عدة هولاء لتعرف براءة الرحم و هو بالحيض ولم يكتف بحيضة احتياطا (درمختار ص 660 ج 2) وللموطؤة بشبهة ان تقيم مع زوجها الاول و تخرج باذنه فى العدة لقيام النكاح بينهما. (درمختار ص 660 ج 2)

10- وتجب العدة بعد الوطء لا الخلوة للطلاق لا للموت من وقت التفريق او متاركة الزوج و ان لم تعلم المرأة بالمتاركة. (درمختار ص 381 ج 2)

11- كما تستاتف للعدة بالشهور من حاضت حيضة اوثنتين ثم ايست (درمختار ص 658 ج 2) وحده خمس و خمسون سنة هو المختار لكنه يشترط للحكم بالاياس فى هذه المدة ان ينقطع الدم عنها مدة طويلة وهى ستة اشهر فى الاصح ثم هل يشترط ان يكون انقطاع ستة اشهر بعد مدة الاياس الاصح انه ليس بشرط حتى لو كان منقطعا قبل مدة الاياس ثم تمت مدة الاياس وطلقها زوجها يحكم بايا سها وتعتد بثلاثة اشهر. (ردالمحتار ص 659 ج 2)

معتدہ موت کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر کوئی عضو نہ بنا ہو تو معتدہ طلاق تین حیض شمار کرے۔ اگر اسقاط اور صفائی کے بعد کم از کم تین روز خون آئے تو وہ بھی حیض شمار ہوگا۔ معتدہ وفات چار ماہ دس دن پورے کرے۔

موت کی عدت

مسئلہ: کسی کا شوہر مر گیا تو وہ چار مہینے اور دس دن تک عدت بیٹھے چاہے شوہر سے صحبت ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو اور چاہے کسی قسم کی خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو چاہے حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو سب کا ایک حکم ہے۔ البتہ اگر وہ عورت حمل سے تھی اس حالت میں شوہر مرا تو بچہ پیدا ہونے تک عدت بیٹھے۔ اب مہینوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگر مرنے سے دو چار گھڑی بعد بچہ پیدا ہو گیا تب بھی عدت ختم ہو گئی۔(12)

مسئلہ: اگر کسی کا شوہر چاند کی پہلی تاریخ میں مرا اور عورت کو حمل نہیں تو چاند کے حساب سے چار مہینے دس دن پورے کرے اور اگر پہلی تاریخ کو نہیں مرا ہے تو ہر مہینہ تیس تیس دن لگا کر چار مہینے دس دن پورے کرنا چاہئیں اور طلاق کی عدت کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر حیض نہیں آتا نہ حمل ہے اور چاند کی پہلی تاریخ کو طلاق مل گئی تو چاند کے حساب سے تین مہینے پورے کرے چاہے انتیس کا چاند ہو یا تیس کا اور اگر پہلی تاریخ کو طلاق نہیں ملی ہے تو ہر مہینہ تیس دن کا لگا کر تین مہینے یعنی نوے دن پورے کرے۔(13)

مسئلہ: کسی نے نکاح فاسد کیا تھا جیسے گواہوں کے بغیر نکاح کر لیا یا بہنوئی سے نکاح ہو گیا اور اس کی بہن بھی ابھی تک اس کے نکاح میں ہے پھر وہ شوہر مر گیا تو وہ عورت جس کا نکاح فاسد ہوا مرد کے مرنے سے چار مہینے دس دن عدت نہ بیٹھے بلکہ تین حیض تک عدت بیٹھے۔ حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے اور حمل سے ہو تو بچہ ہونے تک بیٹھے۔(13)

مسئلہ: کسی نے اپنی بیماری میں طلاق بائن دے دی اور طلاق کی عدت ابھی پوری نہ ہونے پائی تھی کہ وہ مر گیا تو دیکھو طلاق کی عدت بیٹھنے میں زیادہ دن لگیں گے یا موت کی عدت پوری کرنے میں۔ جس عدت میں زیادہ دن لگیں گے وہ عدت پوری کرے۔ اور اگر بیماری میں طلاق رجعی دی ہے اور ابھی طلاق کی عدت نہ گزری تھی کہ شوہر مر گیا تو اس عورت پر وفات کی عدت لازم ہے۔(14)

12- والعدة للموت اربعة اشهر بالاهلة و عشر من الايام بشرط بقاء النكاح صحيحا الى الموت مطلقا وطئت اولا ولو صغيرة (درمختار ص 655 ج 2) و فى حق الحامل مطلقا...... وضع جميع حملها (درمختار ص 656 ج 2) اى بلا تقدير بمدة سواء ولدت بعد الطلاق او الموت بيوم او اقل. (رد المحتار ص 656 ج 2)

13- العدة فى النكاح الفاسد ثلاث حيض للموت وغيره (رد المحتار ص 655 ج 2)

14- و فى حق امرأة الفار من الطلاق البائن ان مات و هى فى العدة ابعد الاجلين من عدة الوفاة وعدة الطلاق احتياطا. (درمختار ص 658 ج 2) ان الزوج اذا طلق زوجته طلاقا رجعية فى صحته او مرضه و دخلت فى عدة الطلاق ثم مات والعدة باقية تنتقل عدتها الى عدة الموت اجماعا. (ردالمحتار ص 657 ج 2)

عورت کوشوہر کے طلاق دینے یا اس کے مرنے کی خبر نہیں ملی تو عدت کا کیا کرے

مسئلہ: کسی کا شوہر مر گیا مگر اس کو خبر نہیں ملی۔ چار مہینے دس دن گزر چکنے کے بعد خبر آئی تو اس کی عدت پوری ہو چکی جب سے خبر ملی ہے تب سے عدت بیٹھنا ضروری نہیں۔ اسی طرح اگر شوہر نے طلاق دے دی مگر عورت کو معلوم نہ ہوا بہت دنوں کے بعد خبر ملی جتنی عدت اس کے ذمہ تھی وہ خبر ملنے سے پہلے ہی گزر چکی تو اس کی بھی عدت پوری ہو گئی اب عدت بیٹھنا واجب نہیں۔(15)

عدت والی عورت کا اپنا حمل ساقط کرانا

حمل پر چار ماہ گزرنے کے بعد اس کا اسقاط بالکل جائز نہیں کیونکہ چار ماہ پورے ہونے پر بچے میں روح پھونک دی جاتی ہے اور اس وقت اسقاط کرانا بچے کو قتل کرنا ہے۔ چار ماہ سے پہلے بھی چونکہ عدت پوری کرنے میں کوئی مجبوری نہیں ہے لہٰذا اسقاط جائز نہیں ہے۔

سوگ کرنے کا بیان

جس کو تین طلاقیں مل گئیں یا ایک طلاق بائن ملی یا اور کسی طرح سے نکاح ٹوٹ گیا یا مرد مر گیا ان سب صورتوں کا حکم یہ ہے کہ عورت جب تک عدت میں رہے تب تک نہ تو گھر سے باہر نکلے نہ اپنا دوسرا نکاح کرے نہ کچھ بناؤ سنگھار کرے۔ یہ سب باتیں اس پر حرام ہیں۔ اس سنگھار نہ کرنے اور سادہ رہنے کو سوگ کہتے ہیں۔

مسئلہ: جب تک عدت ختم نہ ہو تب تک خوشبو لگانا زیور پہننا' پھول پہننا' سرمہ لگانا' پان کھا کر منہ لال کرنا' مسی ملنا' سر میں تیل ڈالنا' کنگھی کرنا' مہندی لگانا' اچھے کپڑے پہننا' ریشمی اور رنگے ہوئے بھڑکیلے کپڑے پہننا یہ سب باتیں حرام ہیں۔(16)

مسئلہ: سر میں درد ہونے کی وجہ سے تیل ڈالنے کی ضرورت پڑے تو جس میں خوشبو نہ ہو وہ تیل ڈالنا درست ہے۔(17)

مسئلہ: دوا کے لیے سرمہ لگانا بھی ضرورت کے وقت درست ہے لیکن رات کو لگائے اور دن کو صاف کر

15- ومبدأ العدة بعد الطلاق و بعد الموت على الفور و تنقضي العدة و ان جهلت المرأة بهما اى بالطلاق و الموت لانها اجل فلا يشترط العلم بمضيه. (درمختار ص 662 ج 2)

16- الحداد الاجتناب عن الطيب و الدهن و الكحل و الحناء و الخضاب ولبس المطيب و المعصفر و الثوب الاحمر و ما صبغ بزعفران الا اذا كان غسيلا لا ينفض ولبس القصب و الخز و الحرير ولبس الحلى و التزين و الامتشاط. (عالمگیری ص 533 ج 1)

17- انما يلزمها الاجتناب في حالة الاختيار اما في حالة الاضطرار فلا باس بها ان اشتكت راسها او عينها فصبت عليها الدهن او اكتحلت لاجل المعالجة فلا باس به ولكن لا تقصد به الزينة. (عالمگیری ص 533 ج 1)

ڈالے۔(18)

مسئلہ: سر ملنا اور نہانا بھی درست ہے۔

مسئلہ: ضرورت کے وقت کنگھی کرنا بھی درست ہے جیسے کسی نے سر ملایا اور جوں پڑ گئی تو کنگھی کر سکتی ہے۔ اور جب موٹی کنگھی سے ضرورت پوری ہو سکتی ہے تو باریک کنگھی نہ کرے کیونکہ باریک کنگھی سے خوبصورتی پیدا ہوتی ہے اور اگر باریک کنگھی کی ضرورت ہو تو زینت کے مقصود نہ ہونے کے سبب جائز ہو گی۔(19)

مسئلہ: سوگ کرنا اس عورت پر واجب ہے جو بالغ ہو۔ نابالغ لڑکی پر واجب نہیں۔ البتہ گھر سے باہر نکلنا اور دوسرا نکاح کرنا اس کو بھی درست نہیں۔(20)

مسئلہ: جس کا نکاح فاسد ہوا تھا وہ توڑ دیا گیا یا مرد مر گیا تو ایسی عورت پر بھی سوگ کرنا واجب نہیں۔(21)

مسئلہ: جس عورت کو طلاق رجعی ملی ہو اس کی عدت تو فقط یہی ہے کہ اتنی مدت تک گھر سے باہر نہ نکلے نہ کسی اور مرد سے نکاح کرے۔ اس کو بناؤ سنگھار وغیرہ درست ہے۔(22)

مسئلہ: شوہر کے علاوہ کسی اور کے مرنے پر سوگ کرنا درست نہیں۔ البتہ اگر شوہر منع نہ کرے تو اپنے عزیز اور رشتہ دار کے مرنے پر بھی تین دن تک بناؤ سنگھار چھوڑ دینا درست ہے اس سے زیادہ بالکل حرام ہے اور اگر منع کرے تو تین دن بھی نہ چھوڑے۔(23)

عدت کے دوران رہائش اور خرچہ کا حکم

مسئلہ: طلاق کی عدت کے اندر کھانا کپڑا اور رہائش شوہر کے ذمہ واجب ہے۔

مسئلہ: وفات کی عدت میں عورت کو روٹی کپڑا نہ دلایا جائے گا۔ ہاں اگر شوہر نے ترکہ چھوڑا ہے تو اس میں سے اپنا حصہ لے کر اپنا خرچہ چلائے(25)

18- ایضاً

19- ان امتشطت بالطرف الذی اسنانه منفرجة لا باس به و انما یکره الا متشاط بالطرف الآخر لان ذلک یکون للزینة. (عالمگیری ص 533 ج 1)

20,21,22 لا یجب الحداد علی الصغیرة والمجنونة الکبیرة...... والمعتدة من نکاح فاسد والمطلقة طلاقا رجعیا. (عالمگیری ص 534 ج 1)

23- ویباح الحداد علی قرابة ثلاثه ایام فقط وللزوج منعها لان الزینة حقه. (درمختار ص 671 ج 2)

24- المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسکنی کان الطلاق رجعیا او بائنا او ثلاثا حاملا کانت المرأة اولم تکن (عالمگیری ص 557 ج 1)

25- لا نفقة للمتوفی عنها زوجها سواء کانت حاملا او حائلا. (عالمگیری ص 558 ج 1)

مسئلہ: اگر نکاح عورت ہی کی وجہ سے ٹوٹا ہے جیسے سوتیلے لڑکے سے یا کسی اور مرد سے تعلق بنا لیا اس لیے مرد نے طلاق دیدی یا عورت لا دین کافر ہوگئی اسلام سے پھر گئی اس لیے نکاح توڑ دیا گیا تو ان سب صورتوں میں عدت کے اندر اس کو روٹی کپڑا نہ ملے گا البتہ رہنے کا گھر ملے گا۔ ہاں اگر وہ خود ہی چلی جائے تو اور بات ہے پھر نہ دیا جائے گا۔(26)

مسئلہ: مرد نے ایک طلاق بائن دیدی یا تین طلاقیں دے دیں اور جس گھر میں عدت بیٹھی ہے اسی میں وہ بھی رہتا ہے تو خوب اچھی طرح پردہ کر کے رہے۔(27)

میاں بیوی سفر میں ہوں اور شوہر کا انتقال ہو جائے

مسئلہ: شوہر بیوی کے ساتھ سفر میں گیا پھر راستے میں کسی شہر میں یا جس شہر میں کسی غرض سے جانا مقصود تھا اس شہر میں شوہر کی وفات ہوگئی تو

1: اگر شوہر کا گھر مکان وفات سے مسافت سفر سے کم ہو تو بیوی شوہر کے گھر میں آ کر عدت گزارے۔

2: اور اگر شوہر کا گھر مسافت سفر یا اس سے زیادہ پر ہو تو اگر اس شہر میں جہاں شوہر کی وفات ہوئی ہے عورت کے لیے عدت گزارنے کی کوئی صورت ممکن ہو تو وہیں عدت گزارے اور اگر اس کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو شوہر کے گھر میں واپس آ کر عدت پوری کرے۔(28)

عدت والی کا گھر سے باہر نکلنا

مسئلہ: طلاق کی عدت ہو یا وفات کی عورت پر لازم ہے کہ طلاق یا وفات کے وقت جس جگہ اس کی رہائش تھی اسی میں عدت گزارے۔(29)

26- ان ارتدت او طاوعت ابن زوجها او اباه..... فلا نفقة لها استحسانا و لها السكنى و ان كانت مستكرهة فلا تسقط نفقتها. (عالمگیری ص 557 ج 1)

27- اذا طلقها ثلاثا او واحدة بائنة وليس له الا بيت واحد فينبغي له ان يجعل بينه و بينها حجابا حتى لا تقع الخلوة بينه و بين الاجنبية. فان كان فاسقا يخاف عليها منه فانها تخرج و تسكن منزلا آخر وان خرج الزوج و تركها فهو اولى . (عالمگیری ص 535 ج 1)

28- ولوسافر بها ثم طلقها بائنا او ثلاثا اومات عنها و (i)بينها و بين مصرها و مقصدها اقل من السفران شاء ت مضت وان شاءت رجعت سواء كانت في المصر او غيره معها محرم اولم يكن الا ان الرجوع اولى ليكون الاعتداد في منزل الزوج و (ii) ان كان احد الطرفين سفرا و الآخر دونه اختارت ما دونه و (iii) ان كان كل واحد منهما سفرا فان كانت في المفازة مضت ان شاء ت.او رجعت بمحرم او بغير محرم و لكن الرجوع اولى (عالمگیری ص 536 ج 1) (iv) اوكانت في مصر او قرية تصلح للاقامة تعتد ثمة ان لم تجد محرما اتفاقا و كذا ان وجدت عند الامام. (در مختار ص 676 ج 2)

29- على المعتدة ان تعتد في المنزل الذى يضاف اليها بالسكنى حال وقوع الفرقة والموت (عالمگیری ص 535 ج 1)

مسئلہ: عورت کسی کام کے لئے گھر سے باہر کہیں گئی تھی یا اپنی پڑوسن کے گھر گئی تھی یا کسی رشتہ دار سے ملنے گئی تھی کہ معلوم ہوا کہ شوہر نے طلاق دے دی ہے یا شوہر کی وفات ہوگئی ہے تو اب فوراً وہاں سے واپس اپنے گھر آ جائے۔(30)

معتدہ طلاق اور معتدہ وفات کے مشترکہ مسائل

مسئلہ: معتدہ اپنے گھر کے صحن میں اور جس حصہ میں چاہے جا سکتی ہے۔ البتہ ایک بلڈنگ میں اپنی رہائش کی جگہ سے دوسرے کی رہائش میں نہیں جا سکتی۔(31)

مسئلہ: معتدہ کسی بیمار کی عیادت کے لئے اور کسی کی مرگ پر تعزیت کے لئے نہیں جا سکتی۔(32)

مسئلہ: معتدہ حج وعمرہ کے لئے نہیں جا سکتی۔(33)

مسئلہ: معتدہ اگر نکلنے پر لاچار ہو جائے تو اس وقت گھر سے نکلنے کی اجازت ہے مثلاً:

i- معتدہ اتنی بیمار ہو جائے کہ ڈاکٹر کو دکھانا ضروری ہو محض حال کہہ کر دوا نہ مل سکتی ہو اور ڈاکٹر کو گھر پر بلانے کی استطاعت نہ ہو یا ایسی تکلیف ہو جائے کہ عورت کو ہسپتال لے جانا ضروری ہو۔(34)

ii- مکان گرنے کا خطرہ ہو تو دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہے۔(35)

iii- معتدہ وفات کے والدین میں سے یا اولاد میں سے کسی کا یا بھائی بہن کا انتقال ہو جائے یا ان میں سے کوئی بہت بیمار ہو اور کوئی اور دیکھ بھال کرنے والا نہ ہو اور وہاں جائے بغیر بہت رنج وغم ہوتا ہو تو معتدہ وفات ان وجوہات سے دن دن میں نکل سکتی ہے۔ اور معتدہ طلاق کو ان وجوہات سے بھی حنفیہ کے نزدیک نکلنے کی اجازت نہیں لیکن اگر کسی کو اس طرف جائے بغیر بہت وحشت وغم ہو اور چین نہ آتا ہو تو مالکیہ اور حنابلہ کے قول پر نکلنے کی گنجائش ہے۔

(و معتدة الموت تخرج يوما و بعض الليل) لتكتسب لا جل قيام المعيشة لانه لا نفقة لها

30- لو كانت زائرة اهلها او كانت في غير بيتها لامرحين وقوع الطلاق انتقلت الى بيت سكناها بلاتاخير وكذا في عدة الوفاة (عالمگیری ص 535 ج 1)

31- للمعتدة ان تخرج من بيتها الى صحن الدار و تبيت في اى منزل شاء ت الا ان يكون في الدار منازل لغيره فلا تخرج من بيتها إلى تلك المنازل (عالمگیری ص 535 ج 1)

32- ولا تخرج معتدة رجعى و بائن لوحرة مكلفة من بيتها اصلا و معتدة موت تخرج في الجديدين و تبيت في منزلها. لان نفقتها عليها فتحتاج ملخروج حتى لو كان عندها كفايتها مارت كا عطلتقة فلا يحل لما انحروج. (تنوير الابصار فصل في الحداد)

33- المعتدة لا تسافر للحج ولا لغيره. (عالمگیری ص 535 ج 1)

34,35- وتعتدان...... في بيت وجبت فيه ولا يخرجان منه الا ان تخرج او ينهدم المنزل اوتخاف انهدامه. (در مختار ص 674 ج 2)

حتی لو کان عندها کفایتها صارت کالمطلقة فلا یحل لها ان تخرج لزیارة و لا لغیرها لیلا و لا نهارا و الحاصل ان مدار الحل کون خروجها بسبب قیام شغل المعیشة فیتقدر بقدره فمتی انقضت حاجتها لا یحل لها بعد ذلک صرف الزمان خارج بیتها کذا فی فتح القدیر و اقول لو صح هذا عمم اصحابنا الحکم فقالوا لا تخرج المعتدة عن طلاق او موت الا لضرورة لان المطلقة تخرج للضروري بحسبها لیلا کان او نهارا والمعتدة عن موت کذلک فاین الفرق فالظاهر من کلامهم جواز خروج المعتدة عن وفاة نهارا ولو کانت قادرة علی النفقة و لهذا استدل اصحابنا بحدیث فریعة بنت ابی سعید الخدری رضی الله عنه ان زوجها لما قتل أتت النبی ﷺ فاستاذنته بالانتقال الی بنی خدرة فقال لها امکثی فی بیتک حتی یبلغ الکتاب اجله فدل علی حکمین اباحة الخروج بالنهار و حرمة الانتقال حیث لم ینکر خروجها و منعها من الانتقال (البحر الرائق ص 153 ج 4)

ضرورت نفقہ کے علاوہ نکلنے میں اختلاف ہے (صاحب بحر جواز کے قائل ہیں)۔اس لیے احتیاط اس میں ہے کہ صورت مذکورہ میں مکان سے باہر نہ جائے لیکن جب دوا وغیرہ کا انتظام کوئی اور نہ کرے اور دوا نہ کرنے سے مرض بڑھنے کا اندیشہ ہو یا خود اس عورت کو بدون علاج کے پریشانی ہو تو دوسرے (یعنی صاحب بحر کے) قول پر عمل کی گنجائش ہے۔سخت ضرورت کی مقدار چلی جایا کرے۔امداد الاحکام ص 828 ج 2)

اگر طبیب حاذق مسلم یہ تجویز کرے کہ اس بیوہ کو (جس کو شوہر کی وفات کا بہت صدمہ ہے) تخفیف غم کے لئے اس گھر سے نکلنا اور دوسرے گھر میں جا کر دل بہلانا ضروری ہے ورنہ یہ بیمار ہو جائے گی یا ہلاکت کا اندیشہ ہے تو خروج من البیت جائز ہے۔پھر اگر دن میں نکلنا کافی ہو تو رات کو مکان زوج پر آنا واجب ہوگا ورنہ جب تک ضرورت ہو اس وقت تک رات اور دن بھی دوسرے مکان میں رہ سکتی ہے کیونکہ ضرورت شدیدہ اور حاجت کے وقت خروج جائز ہے۔(امداد الاحکام ص 827 ج 2)

و اجاز المالکیة والحنابلة...... ایضا للمعتدة مطلقاً الخروج فی حوائجها نهارا سواء أکانت مطلقة ام متوفی عنها قال طلقت خالتی ثلاثا فخرجت تجز نخلها فلقیها رجل فنهاها فذکرت ذلک للنبی ﷺ فقال اخرجی فجذی نخلک لعلک ان تتصدقی منه او تفعلی خیرا. (نسائی و ابوداؤد والفقه الاسلامی وادلته ص 7200)

۷- جو عدت وفات میں ہو اس کے پاس خرچہ نہ ہو اور وہ روزی کمانے کے لئے نکلنے پر مجبور ہو تو دن دن میں کام کے لئے نکل سکتی ہے اور رات اپنے گھر میں گزارے۔(36)

36- ومعتدة موت تخرج فی الجدیدین و تبیت اکثر اللیل فی منزلها لان نفقتها علیها فتحتاج للخروج حتی لو کان

iv- جو عدت وفات میں ہو وہ کرائے کے گھر میں ہو اور اس کے پاس کرایہ دینے کو پیسے نہ ہوں یا سسرال میں ہو اور سسرال والے اس کو گھر میں رکھنے پر راضی نہ ہوں تو وہ دوسری جگہ جا سکتی ہے۔(37)

vi- اگر بیوہ تنہا ہو اور کوئی اس کے ساتھ رہنے کے لئے موجود نہ ہو یا اتنے عرصہ کوئی رہنے پر تیار نہ ہو اور کسی کو دن رات کا ملازم بھی نہ رکھ سکتی ہو تو بیوہ اپنی عدت دوسری جگہ گزار سکتی ہے۔(38)

vii- اگر مرنے والے نے کھیتی کاشت کی ہوئی ہے اور اس کے بچے چھوٹے ہیں اور ترکہ بھی تھوڑا ہے اور بیوہ کو خود بھی اتنی استطاعت نہیں ہے کہ وہ کسی کو مزدوری پر رکھ سکے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ کھیتی کی دیکھ بھال کے لیے دن دن میں نکل سکے۔(39)

عندها كفايتها صارت كالمطلقة فلا يحل لها الخروج. (درمختار ص 673 ج 2)

37- لو كان المنزل باجرة ولا تجد ما تؤديه في اجرته في عدة الوفاة فلا باس عند ذلک ان تنتقل ...... وان كان نصيبها من دار الميت لا يكفيها فاخربها الورثة من نصيبهم انتقلت. (عالمگیری ص 535 ج 1)

38- واذا لم يكن مع المعتدة في منزل العدة أحد وهي تخاف بالليل لامن اللصوص ولامن الجيران بل تخاف بالقلب من امر الميت او الموت ان كان الخوف شديدا كان لها الانتقال وان لم يكن الخوف شديدا ليس لها الانتقال تتارخانيه ص 54 ج 4)

39- خرجت المعتدة لا صلاح ما لا بد لها كالزراعة و طلب النفقة و اخراج الكرم ولا وكيل لها فلها ذلک البحر الرائق ص 26 ج 4)

فہمِ دین کورس

تعارف

خواتین وحضرات! آپ کا تعلق کسی بھی شعبہ سے ہو یا آپ ابھی طالب علم ہوں، دین کے صحیح علم وفہم سے آپ بے نیاز نہیں رہ سکتے۔ اس کا حصول آپ کا دینی فریضہ بھی ہے اور آپ کی فطری پیاس بھی۔ مفتی جامعہ مدنیہ لاہور کے ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب (ایم بی بی ایس) نے آپ کی اس دینی اور فطری ضرورت کو پورا کرنے کے لیے فہم دین کے نام سے اُردو میں ایک مستند علمی معیار کا حامل اور جامع، لیکن مختصر کورس مرتب کیا ہے۔ اس سے آپ کے بہت سے اشکالات حل ہوں گے، بہت سی الجھنیں دور ہوں گی اور اس میں آپ کو اپنے بہت سے سوالات کا جواب ملے گا۔ اس کورس کے دو درجے ہیں:

1- درجہ عام (O'Level):

اس زمانے کے حالات کے اعتبار سے اس درجہ کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت کے لیے ضروری ہے۔ یہ درجہ مندرجہ ذیل تین کتابوں پر مشتمل ہے:

(ا) اسلامی عقائد: (کل صفحات ۲۶۱)

اس کتاب کے تمام مندرجات قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ مزین ہیں۔

چند مندرجات کے عنوان یہ ہیں:

۱۔ وجودِ باری تعالیٰ پر قرآن کا طریق استدلال

۲۔ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ذاتیہ اور صفاتِ فعلیہ

۳۔ اللہ تعالیٰ کی بنیادی صفات کا تفصیلی بیان

۴۔ خیر وشر دونوں کے ساتھ ارادۂ خداوندی کا تعلق ہے۔

۵۔ عالم وکائنات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا تعلق

۶۔ صفاتِ متشابہات

۷۔ اللہ تعالیٰ کی تنزیہات

۸۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی حقیقت

۹۔ نبوت ورسالت

۱۰۔ عصمتِ انبیاء علیہم السلام

۱۱۔ ڈارون کے نظریۂ ارتقاء کارد
۱۲۔ معجزات یا دلائل نبوت
۱۳۔ حضرت محمد ﷺ کے امتیازات اور ختم نبوت
۱۴۔ عقیدۂ حیات النبی ﷺ
۱۵۔ بدعتیوں کا نبی کریم ﷺ کی شان میں غلو اور اس کا جواب
۱۶۔ فرشتوں کا بیان
۱۷۔ کتب الٰہیہ کا بیان
۱۸۔ جنات کا بیان
۱۹۔ علاماتِ قیامت
۲۰۔ قیامت کے احوال اور جنت و دوزخ
۲۱۔ قبر میں عذاب و راحت اور فرشتوں کا سوال ثابت ہے
۲۲۔ تقدیر کا بیان اور پیدا ہونے والے اشکالات کا جواب
۲۳۔ صحابہ کرامؓ سے متعلق عقائد کا بیان
۲۴۔ امامت و خلافت
۲۵۔ ایمان اور اس کے متعلقہ اُمور کا بیان
۲۶۔ شرک اور اس کی اقسام کا بیان

(۲) اُصول دین: (کل صفحات ۲۱۶)

قرآن و حدیث کے دلائل کے ساتھ بیان کیے گئے اس کے مباحث یہ ہیں:

۱۔ مباحثِ وحی
۲۔ اُصول تفسیر
۳۔ اُصول حدیث و سنت
۴۔ اجماع اُمت
۵۔ قیاس
۶۔ علم فقہ کس کو کہتے ہیں
۷۔ علم اُصول فقہ کا تعارف
۸۔ چند قواعد فقہیہ
۹۔ اجتہاد اور اس کے اُصول
۱۰۔ اُصول سنت و بدعت
۱۱۔ اُصول ایمان و کفر

(۳) مسائل بہشتی زیور: (دو حصوں میں - کل صفحات ۹۹۲)

نئی ترتیب اور بہت سے مفید اضافوں کے ساتھ یہ مسائل کی جامع کتاب ہے۔ جس میں طہارت اور عبادات کے مسائل کے علاوہ ازدواجی مسائل، معاملات، حدود و قصاص اور وصیت و میراث کے بہت سے ضروری مسائل ہیں۔

جدید دور کے مسائل میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ پوسٹ مارٹم
۲۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری
۳۔ سرکاری بینکوں سے زکوٰۃ کی سرکاری کٹوتی
۴۔ روزہ ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کا معیار
۵۔ ٹیلیفون پر نکاح
۶۔ ضبطِ ولادت
۷۔ تولید کے جدید طریقے
۸۔ انسانی دودھ کا بینک
۹۔ عدالتی خلع
۱۰۔ حلال و حرام کا ضابطہ
۱۱۔ شیئرز (حصص)
۱۲۔ حقوق (Rights) کی اقسام اور اُن کی بیع
۱۳۔ غیر سودی بنکاری
۱۴۔ مختلف کرنسیوں کا تبادلہ
۱۵۔ انعامی بانڈ اور مروجہ بیمہ کی شکلیں

ان کے علاوہ عام روزمرہ کے یہ مسائل بھی ہیں:

۱۔ نشہ کی چیزوں کا بیان
۲۔ کمائی کی اقسام
۳۔ تصویر و مجسمہ کے احکام
۴۔ کافروں اور فاسقوں کے ساتھ مشابہت کرنے کے احکام
۵۔ لباس اور زیورات کے احکام
۶۔ حجاب کے مسائل
۷۔ علاج و معالجہ اور عملیات و تعویذ کے احکام
۸۔ بدعات
۹۔ رشوت کے لینے دینے کے مسائل
۱۰۔ جوئے کے مسائل
۱۱۔ سلام، مصافحہ اور معانقہ کے مسائل
۱۲۔ کھیل اور تفریح کے مسائل

نوٹ: یہ تینوں کتابیں بازار میں دستیاب ہیں۔ ایک گھنٹہ روزانہ پڑھائی ہو اور ہفتہ میں ایک دن ناغہ کیا جائے تو کورس کا درجہ عام چھ سات ماہ میں آسانی سے مکمل کیا جاسکتا ہے۔

2- درجہ اعلیٰ (A'Level):

درجہ عامہ کے بعد اس درجہ کی کتابیں پڑھ لیں تو اُردو میں دینیات کا کورس مکمل ہو جائے گا۔

اس درجہ میں دو کتابیں ہیں:

(۱) **تفسیر فہم قرآن:** (جلد اوّل: صفحات-۴۶۲)
(جلد دوم: صفحات-۴۷۲) (جلد سوم: صفحات-۳۶۴)

اس کتاب کا بنیادی ماخذ تفسیر عثمانی اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ علیہ کی مشہور تفسیر بیان القرآن ہیں۔ ترجمہ علیحدہ لکھا گیا ہے جس میں الفاظ کی رعایت کی گئی ہے تا کہ لفظی ترجمہ کے شوقین حضرات اس سے استفادہ کر سکیں۔ تفسیر کو رواں انداز میں لکھا گیا ہے، نمبر وار حاشیہ سے اجتناب کیا گیا ہے۔ آیات کے درمیان ربط کو واضح کیا گیا ہے اور پیدا ہونے والے اشکالات کو حل کیا ہے۔

(**تفسیر فہم قرآن جلد اوّل**: سورۂ فاتحہ سے سورۂ نساء) (**تفسیر فہم قرآن جلد دوم**: سورۂ مائدہ سے سورۂ یونس) (**تفسیر فہم قرآن جلد سوم**: سورۂ ہود سے سورۂ طٰہٰ) تینوں جلدیں بازار میں دستیاب ہیں۔ فہم دین کورس کے پڑھنے پڑھانے کے اعتبار سے یہ تین جلدیں کافی ہیں۔

(۲) **فہم حدیث**: (جلد اوّل: صفحات، ۵۵۶) (جلد دوم: صفحات، ۳۹۵) (جلد سوم: صفحات، ۴۶۴) یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں عقائد، اخلاق، حقوق، ماوراء الطبعی امور اور شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مضامین ہیں جب کہ دوسرے حصے میں عبادات اور تیسرے حصے میں معاملات سے متعلق حدیثیں ہیں۔ الحمد للہ یہ تینوں حصے شائع شدہ ہیں اور بازار میں دستیاب ہیں۔

نوٹ:

(۱) کسی بھی اچھے عالم کی مدد سے آپ یہ کتابیں پڑھ سکتے ہیں۔

(۲) یہ تمام کتابیں مجلس نشریات اسلام ناظم آباد نمبر 1 کراچی نے شائع کی ہیں۔

مزید معلومات کے لیے:

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب (ایم بی بی ایس)

مفتی دار الافتاء جامعہ مدنیہ کریم پارک، راوی روڈ، لاہور۔

رئیس دار الافتاء والتحقیق جامع مسجد الہلال، چوبرجی پارک، لاہور۔

۰۳۰۰ - ۴۱۱۳۰۸۲

دار الافتاء ۰۴۲ - ۷۴۱۵۵۵۹

☆☆☆☆☆☆

مفتی محمد رفیق صاحب ۰۳۰۰ - ۴۳۷۵۱۷۷

مفتی عبداللہ صاحب ابن عبدالواحد صاحب ۰۳۲۱ - ۴۳۷۴۶۱۶